محمد

پیکرِ جمیل صلی اللہ علیہ وسلم

محمد حمید شاہد

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﷺ

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''

(سورۃ الأنبیاء ۱۰۷)

Marfat.com

پیکرِ جمیل ﷺ

محمد حمید شاہد

بُک کارنر
جہلم۔ پاکستان

DATA ENTERED
M-29632

Marfat.com

Pekar-e-Jameel ﷺ
by Muhammad Hameed Shahid
Jhelum: Book Corner. 2017
320p.
1. Biography - Seerat ul Nabi ﷺ
ISBN: 978-969-662-092-1

297.9921
775
159974

©

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قانونی مشیر: عبدالجبار بٹ (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

طلوعِ اوّل ______ 1983ء (پاکستان)
بارِ دوئم ______ 1985ء (ہندوستان)
بارِ سوئم ______ 1990ء (پاکستان)
بارِ چہارم ______ 1995ء (پاکستان)
اشاعتِ نو ______ 2017ء (پاکستان)
تدوینِ نو ______ رفاقت راضی

Publisher:
Gagan Shahid & Amar Shahid
Book Corner
Printers, Publishers & Booksellers
Jhelum. Pakistan.

ناشر:
گگن شاہد، امر شاہد
بک کارنر
پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز، جہلم، پاکستان

CALL NOW +92 (544) 614977, (544) 621953 info@bookcorner.com.pk
book corner showroom 0321-5440882 www.bookcorner.com.pk

مطبع: مکتبہ جدید پریس، لاہور

Marfat.com

امی اور ابو کے نام

......کہ وہ ساری کہانی
جو میرے سینے کے مجلس میں
کبوتر بن کر پھڑ پھڑاتی ہے
انہی سے معتبر ہے——

Marfat.com

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

خُدائے پاک کی ہیں معتبر دلیل حضور
خُدا جمیل ہے اور پیکرِ جمیل حضور

جمالِ ذات سے ذاتِ جمال تک پہنچے
وجودِ ذات کی یوں بن گئے دلیل حضور

جو بن کے آئے بشارت جناب عیسیٰؑ کی
تو ہو کے آئے مرادِ دلِ خلیل حضور

جہاں پہ وسعتِ ہستی کا راز کھول گئے
عبور کر کے تقید کی ہر فصیل حضور

دلیل کا نہیں محتاج میرا ذوقِ سلیم
ہیں میرے رہبرِ کامل بِلا دلیل حضور

زمانے بھر کا سہارا زمانے والوں کو
مجھ ایسے مفلس و نادار کے کفیل حضور

کرم کی ایک نظر تشنگانِ رحمت پر
قسیمِ کوثر و تسنیم و سلسبیلِ حضور

وہ فضلِ حق ہو کہ لطف آپ کا بہر صورت
نجات کی کوئی اب صورت و سبیل حضور

چمن کے واسطے دے کر لہو کا نذرانہ
بہار مانگتے ہیں دین کے قتیل حضور

مرا یقین ہے شاہدؔ جمود توڑے گا
کرم سے آپ کے یہ نغمہ رحیل حضور

Marfat.com

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اے خدا! تُو دونوں جہانوں سے غنی ہے اور میں ایک درماندہ فقیر ہوں۔ تیرا کرم ہوگا کہ قیامت کے دن میری معافی قبول کرلے اور مجھے بخش دے اور اگر تُو کسی وجہ سے میرا حساب کتاب کرنا اور میرے اعمال نامے کا جائزہ لینا ضروری خیال کرے تو اتنا کرم کرنا۔ میری فردِ گناہ، آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نگاہوں سے چھپا کر رکھنا۔

Marfat.com

فہرس

- قلزم شفاف: پیکرِ جمیل ﷺ (شوکت واسطی) 17
- سخن ہائے گفتنی (سید اسعد گیلانی) 19
- جمال دوست کی کتاب: پیکرِ جمیل (ڈاکٹر احسان اکبر) 21
- جذب و مستی اور علم و شعور کا سفر قدم بہ قدم (پروفیسر جلیل عالی) 22
- ''پیکرِ جمیل'' کا حسن اسلوب (ڈاکٹر رؤف امیر) 23
- تالیفِ جمال (رفاقت راضی) 27
- مقدمۃ الکتاب (محمد حمید شاہد) 29

بچپن

- دعائے مستجاب 51
- محبت کی باہیں 52
- مبارک نام 53
- رسم دنیا 54
- مبارکبادیاں 54
- بے ساختہ پیار 55
- ایک بار پھر 55
- آغوش مادر میں 56

Marfat.com

لڑکپن اور شباب

- دُرِّ یتیم ____ 59
- چچا کا پیار ____ 59
- تشویش ____ 60
- پیغام ____ 61
- مقدس بندھن ____ 62
- صادق اور امین ____ 62
- اور تلواریں نیام بند ہوئیں ____ 63

پیغمبر

- تفکر کے طویل لمحے ____ 67
- اقراء ____ 68
- حسرت ناتمام ____ 69
- سجدہ ____ 71
- ہم ساتھی ہیں ____ 71
- نیا حکم ____ 72

داعی حق

- دعوئے حق ____ 75
- یہ صبر......اللہ اکبر ____ 76
- راہ کے کانٹے ____ 78
- تشدد کا جوبن ____ 79

سوئے حبش

- نئی سرزمین ____ 85
- لمحات وارفتگی ____ 86

Marfat.com

فیصلہ 87

آزمائش کی بھٹی

نور ایمان 95
ظالمانہ دستاویز 96
ظلم کی سانس اکھڑتی ہے 97
انوکھی گواہی 99
حزن کا سال 100
اوچھے ہتھکنڈے 101

طائف کا مرحلہ

نئی راہیں 107
ظالموں کے بیچ 107
سنگلاخ زمین 110

سفرنامہ معراج

مبارک رات 115
تصدیق 117

عقبہ میں

امید کی کرنیں 123
عہد 126

اے مکہ الوداع

الوداع 131
سب چل دیے 134
سنت الٰہی 137

Marfat.com

- اک ذرا حبیب کے گھر تک 137
- سازشیں 139
- پیچ وتاب 142
- ننھا منا قافلہ 144
- کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ 147
- میں آپ ﷺ سے ضرور ملوں گا 149

سراپا منتظر یثرب

- انتظار 153
- ایثار 157

بدر کی وادی میں

- نئی سازشیں 163
- جو ہوا، درست ہوا 165
- ایک خواب 168
- کوچ 172
- اللہ کی مدد کا مژدہ 174
- کامرانیاں قدم چھوتی ہیں 177
- اے گڑھے والو 182
- معرکے کے بعد 185

اُحد کی گھاٹی میں

- تشویش ناک خبر 191
- صف بندی 193
- طبل جنگ 198
- نقشہ بدل گیا 202

Marfat.com

- سید الشہدا رضی اللہ عنہ کا لاشہ 206
- غزوہ خندق تک پیش آنے والے واقعات 210

خندق کا معرکہ

- چمکتی تلواریں 215
- محصور خاتون کا حوصلہ 219
- خدا کا فیصلہ 221
- نوحہ 224

معاہدۂ حدیبیہ

- بے ضرر قافلہ 229
- انکار 232
- معاہدہ 234
- تعمیل 236
- فتح مبین 237
- جب حواس بحال ہوئے 238

فاتح

- ایک سعی لاحاصل 243
- کس میں ہمت تھی 244
- عجب منظر 247
- دھڑکتے دل 250
- اللہ اکبر 250
- حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان 252

دم واپسیں

- جب آنکھیں چھلک پڑیں 257

Marfat.com

- انتخاب 259
- دلگداز لمحے 259
- مسرت کی لہر 261
- اللھم رفیق الاعلیٰ 261
- دَم بخود 262

المختصر

- سوانح حیات ایک نظر میں 267
- رسول کریم ﷺ کا سلسلہ نسب 270
- حضرت محمد ﷺ کی والدہ ماجہ آمنہ بی بی کا شجرہ نسب 270
- حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت محمد ﷺ کا سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب سے نسبی تعلق 270
- معرکے 271
- امہات المومنین 271
- آل رسول ﷺ 271
- آپ ﷺ کے چچا 272
- آپ ﷺ کے داماد 272
- آپ ﷺ کے نواسے اور نواسیاں 272
- آپ ﷺ کے خدام 272
- آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام 273
- آپ ﷺ کے مقرر کردہ موذن 273
- آپ ﷺ کا اسلحہ 273
- عشرہ مبشرہ 274

خطبات

- تم میں سے کون ہے؟ 277
- مصمم ارادہ 277

Marfat.com

- نجات کی راہ ... 277
- جنت یا جہنم ... 277
- کامیاب شخص ... 278
- یاد رکھو! ... 278
- نیکی کا بدلہ ... 280
- تم گمراہ تھے تو...... ... 280
- وہی معاف کرنے والا ہے ... 280
- پہلا سوال ... 281
- عظمت والا مہینہ ... 282
- جنت کی راہ ... 283

مکتوبات

- شاہانِ سلطنت کے نام ... 287
- والیان ریاست کے نام ... 287
- نجاشی کے نام ... 287
- ہرقل کے نام ... 289
- والی روم کے نام ... 290
- شاہ فارس کے نام ... 291
- مقوقس مصر کے نام ... 291
- حارث وغیرہ کے نام ... 292
- بحرین کے حکمران کے نام ... 293
- منذر کے نام دوسرا خط ... 293
- منذر کے نام تیسرا خط ... 294
- شیوخ عمان کے نام ... 294
- شاہ دمشق کے نام ... 295

Marfat.com

◈ پاپائے روم کے نام 295

جستہ جستہ

◈ قرآن کے آئینے میں 299
◈ سراپا اصحاب کی نظر میں 300

کتابیات

◈ قرآن پاک 304
◈ احادیث نبوی ﷺ 304
◈ سیرت النبی ﷺ 305
◈ تاریخ، سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم، دیگر 305
◈ مختصر مقالات 306

Marfat.com

قلزم شفاف: پیکرِ جمیل

اللہ اللہ وہ مقتدر و ارفع ہستی کہ ان ﷺ کی ذات کے حوالے سے بات ہو تو کلام خود بہ خود بلیغ بنے۔ کہنے والے کی عقیدت اور محبت والہانہ پن کے تناسب سے اس میں بیان کی اثریت کا سماں الگ باندھے!
حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات مقدس سے شیفتگی و عشق ہمارا جزوِ ایمان ہے، آپ ﷺ کا ذکر پاک ہمارا ضامن سعادت اور اسوۂ حسنہ کی تقلید اور پیروی نصیبہ بنے تو کونین میں سرفرازی و سرخ روئی کی سند!!

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم ...... کا اعلان کر کے اس شاعر معجز بیاں نے حضور نبی کریم ﷺ کے شایان شان اظہار کلام میں جس عجز کا اظہار کیا، یہ سب کا معاملہ ہے...... کسی قلم کو قدرت نہیں کہ آپ ﷺ کی بات پوری پوری بیان کر سکے۔ اب دیکھنا یہ رہ جاتا ہے کہ اگر فرط شوق میں اس حوالے سے خامہ رواں ہو تو اس کی کیفیت کا کیا عالم رہا۔

''پیکرِ جمیل ﷺ'' اس اعتبار سے سادہ و دلنشیں پیرائے میں لکھی ہوئی ایسی کتاب ہے، جس کا ہنر جامعیت ہے۔ سیرت و حیات طیبہ پر لاتعداد مستند ضخیم عظیم تصنیفات اور تالیفات دنیا کی ہر معلوم زبان میں موجود ہیں اور پھر بھی اس موضوع پر کہنے لکھنے کو اتنا ہی موجود ہے.......... بالکل ایسا معلوم ہو ایک بحرِ ناپیدا کنار سے باہمہ مساعی چند پیالہ پانی اپنی اپنی بساط و بضاعت کے مطابق اکٹھا کیا جا سکا ہے......

محمد حمید شاہد نے بھی اس قلزم شفاف سے چند چمکتے ہوئے قطرے سمیٹے ہیں اور انہیں سلیقہ کے ساتھ کاغذ کے طشت پر یوں سجایا ہے کہ بڑے بھلے لگتے ہیں اور ان سے آنکھوں کو بہ یک وقت روشنی اور تازگی ملتی ہے اور یہ دل و ذہن کو خوب سیراب کر جاتے ہیں۔

اس مختصر کتاب میں حیات طیبہ کے تمام اہم پہلوؤں کو دقیقہ دقیقہ، ثقہ ثقہ، عمیق و بسیط حوالوں کے ساتھ، قرآن مجید و صحاح ستہ کے تناظر میں بڑی صلابت فکر و اصابت ذکر سے عام فہم اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ تاریخ مگر اس میں صنف تاریخ نویسی کا ٹکا بندھا پیرایہ نہیں در آیا، حقیقت پر افسانوی چھاپ نہیں لگنے پائی۔ ادب کی تمام تر چاشنی کا وصف تحریر میں اجاگر ہے اور حقیقت بیانی کی دلچسپی آخر تک برقرار رہتی ہے۔ مصنف کو اظہار پر پوری قدرت ہے زبان برجستہ استعمال میں لاتا ہے۔ کہیں محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کتاب اس نے بن کر لکھی ہے جو ہمارے آج کے ادب نگاروں و قلم کاروں کا شیوہ ہو گیا ہے یہ تصنیف قدرتی انداز میں بڑی خوب صورت بنا سنوار کر لکھی گئی ہے جو مطالعہ کو معلومات کے ساتھ ساتھ روحانی خوشگواری بہم پہنچاتی ہے۔

پروفیسر شوکت واسطی

Marfat.com

سخن ہائے گفتنی

عزیزم محمد حمید شاہد کی معنوی لحاظ سے انتہائی حسین وجمیل کتاب میرے سامنے ہے جسے مَیں نے بہت دلچسپی اور غور وفکر سے دیکھا ہے۔ یوں تو جس پاک ہستی ﷺ کی سیرت کے بارے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اگر لکھنے والے میں خلوص اور عمل کی صلاحیت موجود ہوتو یہ موضوع اپنی بے پایاں تاثیر آفرینی کے سبب ہر دل کی دھڑکن اور ہر آنکھ کی پُرمحبت نمی بن جاتا ہے۔ پھر کسی کے پُرخلوص اور صالح فطرت ہونے کے لیے اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ اسے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے بارے میں اظہارِ عقیدت کے طور پر کچھ لکھنے کی توفیق میسر آجائے اور شاہد صاحب تو اپنی تصنیفی زندگی کا آغاز ہی ذکر رسول ﷺ سے کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ صالح فطرتی اور کیا ہوسکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا موضوع محض دینی علمی اور ادبی ہی نہیں ہے بلکہ رُوحانی، رومانی اور جذباتی بھی ہے۔ محبت کے مارے ایسے لوگ بھی تو ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ اپنی آنکھوں کے امنڈ آتے آنسوؤں کو ضبط کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور ان کے سینے کی دھڑکنیں بڑھ جاتیں ہیں۔ اور ان کے تنفس کی رفتار تیز تر ہوجاتی ہے۔ حمید شاہد انہیں لوگوں میں سے ہیں اور انہوں نے ایسے ہی لوگوں کے لیے یہ کتاب لکھی ہے۔ وہ لوگ جن کے بارے میں سرکار ﷺ نے فرمایا تھا کہ بعد کے آنے والوں میں ایسے ہوں گے جو مجھے دیکھنے اور ملنے کے لیے اپنے گھر بار لٹانے کو تیار رہوں گے۔ وہ جاں نثار ہر دَور میں موجود رہے ہیں جو سرکار ﷺ کی ایک جھلک پالینے کے لیے اپنی جانیں نثار کرنے کو تیار رہتے ہیں آخر اس سرکار رحمت اللعالمین خاتم النّبیین ﷺ سے کیوں نہ محبت کی جائے جو ساری دُنیا کے غم گسار ہیں اور ان سے کیوں نہ عشق کیا جائے جو رحمت اللعالمین خاتم النّبیین ﷺ ہیں اور جن کے قدموں میں جان دینے سے ایمان ثابت ہوتا ہے اور جان مالکِ کائنات کے سامنے سرخرو ہوجاتی ہے۔

یہ کتاب انہیں کے ذکر کا صحیفہ اور انہیں کی دعوت کی رودادِ محبت ہے۔ یہ رواجی کتاب نگاری کے انداز سے ہٹ کر لکھی گئی ہے۔ اس میں مولانا مناظر احسن گیلانی والا والہانہ پن ہے جو ان کی کتاب ''النبی الخاتم ﷺ'' میں پایا جاتا ہے۔ اسی میں علم وتحقیق کی شان بھی ہے جو قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب

Marfat.com

''رحمۃ للعالمین ﷺ'' میں پائی جاتی ہے۔ اس میں دعوت دین کا رنگ بھی غالب ہے جو مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''سیرت سرور عالم ﷺ'' میں پایا جاتا ہے۔ عزیزم حمید شاہد نے سرکار ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے چمن چمن کے گلہائے رنگا رنگ سے استفادہ کیا ہے اور انہیں بہترین گلدستہ خوش رنگ کی صورت دے دی ہے۔

کتاب کی ترتیب اور واقعاتِ سیرت کو جذبہ انگیز ڈرامائی انداز میں پیش کرنے کا ڈھنگ بھی نرالا اور دلربا ہے۔ قاری سیرت کے طویل دعوتی سفر میں کہیں بھی تکان محسوس نہیں کرتا۔ پیدائش کے حالات سے بات چلتی ہے اور مکہ کی وادیوں۔ طائف کے صبر آزما کوچوں اور بدر اور اُحد کے میدانوں اور حنین و تبوک کے صحراؤں میں سے گزرتی ہوئی کاشانۂ نبوی کے ان جاں گداز لمحات تک پہنچتی ہے جہاں حضور ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لیے مضطرب ہیں اور پھر بات اور آگے چلی جاتی ہے۔ دعوتی مکاتیب جذبہ انگیز خطبات۔ جامع تعلیمات۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات۔ دشمنانِ دین کے کوائف۔ واقعات واحوال کا سال بہ سال گوشوارہ۔ نسب نامہ اور خلفاء راشدین کا حضور اکرم ﷺ سے نسبی تعلق معرکہ ہائے کفر و اِسلام میں دوطرفہ لشکروں کی عددی نوعیت۔ نتائج اور کیفیت۔ حضور ﷺ کی پُر مغز دعوتی تقاریر کے منتخب اقتباسات۔ بادشاہوں اور حکام کے نام دعوتِ اسلام پر مشتمل مکتوبات۔ حضور ﷺ کی اسلامی تعلیمات کی بنیادی باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں اور قرآن کے آئینے میں سیرت نبوی ﷺ کی جھلکیاں۔ غرض ایک چمنِ آرزو ہے جو سیرت پاک کے مختلف زاویوں کی صورت میں مہکتا ہوا اس کتاب میں سامنے آجاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ان احوال سے خود دو چار ہے جن احوال کے منظر میں سے حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ گزر رہی ہے۔ قاری اپنے آپ کو رسولِ اکرم ﷺ کے قافلہ ہدایت میں ہم رکاب محسوس کرنے لگتا ہے۔ بہت سی دوسری خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ خوبی اس کتاب کی بنیادی خوبی ہے اور اسی خوبی کی بنا پر میں اس منفرد کتاب کو مطالعہ کے لیے ہر اس نوجوان کے سامنے پیش کرتا ہوں جو راہ حق کا متلاشی اور رسولِ اکرم ﷺ کا شیدائی ہے۔

یہ کتاب نوجوانوں خصوصاً طلبا کے لیے لکھی گئی ہے اور مصنف نے طلبا کے ذہن، ذوق، عمر اور افتادِ طبع کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ نوجوانوں کے لیے لکھی گئی، اب تک کی سیرت کی کتب میں یہ کامیاب ترین کوشش ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور نوجوانوں میں اس کی مقبولیت کو عام کرے۔

سیّد اسعد گیلانی

Marfat.com

جمال دوست کی کتاب: پیکرِ جمیل

بیسویں صدی کے اواخر کی بات ہے۔ آج کے احمد شہریار شہید سے ونگ کمانڈر عتیق احمد تک میرے چاروں بچے جب اوّل اوّل کتابیں پڑھنے کے لائق اور شائق ہوئے تو مجھے یہ تلاش ہوئی کہ ان سب کو سیرت النبی ﷺ کی کسی دلکش پیشکش سے متعارف کراؤں جو ان کے لیے بھی بنانے میں رہنما بن سکے۔ شبلی کی سیرت النبی ﷺ کی تاریخیت بہت محکم ہے، مگر اس کی عربی نہاد اور عالمانہ افتاد نوعمروں کے لیے شاید دلچسپی کا باعث نہ بن پاتی۔ چوہدری افضل حق کی ''محبوبِ خدا ﷺ'' کا لہجہ بلاشبہ حُبِّ نبی ﷺ میں حرف حرف ڈوبا ہوا ملتا ہے مگر حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مطہرہ جس طرح واقعات اور سانحات سے گزرتی رہی اس کی تدریج بھی نوجوانوں کے لیے مطلوب تھی کہ ان کے رسول ﷺ تاریخ کے لکھے جانے کے زمانے کی شخصیت ہیں، سو اُن ﷺ کے کوائف ساری لطافتوں کے ساتھ ملنے چاہیے تھے۔ مجھے کتابیں دیکھتے ہوئے محمد حمید شاہد نام کے کسی مصنف کی کتاب ''پیکرِ جمیل ﷺ'' پسند آ گئی، سو میرے چاروں بچوں نے اسی سے اوّل اوّل فیض پایا۔

''پیکرِ جمیل ﷺ'' کتاب یوں پسند کی کہ اس کی زبان سادہ اور سہل ہے۔ تحریر رواں اور بیان اس دلچسپی کا حامل ہے جو کسی مسلمان کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی بات کو محبوب بنانا سکھا دیتا ہے۔ اس کتاب کا ایک اضافی حُسن یہ ہے کہ اس نے تھوڑے لفظوں میں یہ سعی بھی کی ہے کہ آج کے مغرب زدہ ذہن کو اپنی تہذیب اور اپنے دین کے قریب ہونے کے قابل بنائے، بعض اُلجھنوں اور بعض سوالوں کے بڑے واضح حل بھی مصنف کی عطائے خصوصی ہیں۔

آج کا نوجوان جو اپنی بعض الجھنیں رفع کرنا چاہتا ہے اور جو حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک کے

Marfat.com

بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا ہے، اسے ایسی میٹھی زبان اور ایسے ہی ہلکے پھلکے انداز میں لکھی سیرت النبی ﷺ کی ضرورت ہے تا کہ وہ اپنے محبوب رسول ﷺ کے نقوش پا یوں ہی قدم بہ قدم دیکھتا جائے جیسے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے ارتقائی مطالعہ میں محمد حمید شاہد نے دکھانے کی سعی کی ہے۔ یہاں وضاحت مل جاتی ہے تفصیل اور مباحث نہیں اور نوجوانوں کو، نئے ذہن کو یہی مطلوب ہے۔

آج اگر محمد حمید شاہد ہمارے محبوب ناموں میں ہیں تو اس کے پیچھے شخصی وصفی بنیادیں ہیں، طویل زمانے کی رفاقت ہے، جو بولتی ہے مگر اُس زمانے کے محمد حمید شاہد سے آشنائی صرف اس تخلیقِ جمیل کے صدقے ہوئی تھی جس کا نام ''پیکرِ جمیل ﷺ'' کے نامِ نامی پر رکھا گیا تھا۔

خدا اور محبوبِ خدا ﷺ ان کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں۔ آمین!!

ڈاکٹر احسان اکبر

Marfat.com

جذب و مستی اور علم و شعور کا سفر قدم بہ قدم

''پیکرِ جمیل ﷺ'' محمد حمید شاہد کی منظرِ عام پر آنے والی پہلی کتاب تھی۔ یہ کتنی سعادت کی بات ہے کہ اس کے تصنیفی سفر کا آغاز ایسے مبارک موضوع سے ہوا۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اسے آج بھی پڑھیں تو معیار و تاثیر کے اعتبار سے یہ بہت آگے کے کسی بھید کا احساس دلاتی ہے۔ اس میں ایک گونہ خوش اسلوبی سے جذبہ اور تاریخ ہمرکاب ہو گئے ہیں۔ یوں کہ مرکزی بیانیے میں حیاتِ طیبہ کے واقعات کو سازِ عشق اور سوزِ دل کے ساتھ اس طرح سامنے لایا گیا ہے کہ حاشیوں میں ٹھوس تاریخی حوالے اور مستند توضیحات بھی درج کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ جذب و مستی اور علم و شعور کا سفر قدم بہ قدم آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

جس استغراق اور وارفتگی سے حمید شاہد نے اپنی اس اولین کاوش کو زیبِ قرطاس کیا ہے اس کے اثرات اس کی آئندہ کی تخلیقی ادبی تحریروں میں کیمیا کا کام کر گئے ہیں۔ اللہ کی حکمتیں اسی طرح انسان کو اپنی رحمتوں سے نوازتی ہیں۔ اقبال نے اس ناتے اپنے ایک خوبصورت شعر میں کیسی نکتے کی بات کہی ہے۔

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

قدرت نے آغاز ہی میں حمید شاہد کی نثر کو ایک خاص اور منفرد آہنگ پر استوار کرنے کا اہتمام فرما دیا تھا۔ اس کے نثری آہنگ ہی نہیں اس کی فکشن اور تنقید کے موضوعات و معیارات کی لطافتوں کے پیچھے بھی سیرِ سیرت کے اس مراقبے کی برکتیں جھلملاتی ہیں۔ اس نے سرچشمۂ خلقِ عظیم کی سرمدی قدروں اور روشن تہذیبی حوالوں کی پاسداری سے اپنی ادبی و تنقیدی نگارشات کی ایسی سر بہ فلک عمارتیں اٹھائی ہیں کہ ملک اور ملک سے باہر اس کے فکر و فن کا وسیع و وقیع اعتراف کیا جاتا ہے۔ بے شک قدرت کے انعامِ خاص کے بغیر یہ اعزاز ممکن نہیں۔ اللہ اس کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اعلیٰ و امتیازی شان سے زندہ و تابندہ رکھے!

پروفیسر جلیل عالی

۱۵۹۹۷۳

Marfat.com

''پیکر جمیل'' کا حسن اسلوب

درود وسلام ہو اُن پر جو زینت فرش رہے اور جن کے لیے عرش تخلیق ہوا۔ زمین پر جن کا نام نامی محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ اسمِ محمد جس کی کلید سے مصائب و مشکلات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جسے زیب زبان بنانے سے ناممکنات، ممکنات میں بدل جاتی ہیں۔ وہ نور ازلی، جو باعث تخلیق کائنات ہے اور شمس وقمر جس کے در سے روشنی کی بھیک طلب کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے حبیب کے ذکر کو بلند کیا اور خود خداوند عالم اور فرشتے اُن پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے علم وادب کا جتنا ذخیرہ وجود میں آیا، تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام گوشے عربی، فارسی، اُردو اور دیگر زبانوں میں جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کی تمام تر تفاصیل موجود ہیں اور آپ کے پیغام کے سارے زاویوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ عشاق کی ایک طویل صف ہے جس میں سب سے آگے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں اور ہمارے عہد تک پہنچتے پہنچتے محمد حمید شاہد بھی اس عظیم صف میں جگہ پا لیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی خوش بختی ہے اور اس کے لیے یقیناً وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

''پیکر جمیل ﷺ'' کے سال اشاعت (۱۹۸۳ء) سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت محمد حمید شاہد کی عمر بہ مشکل پچیس برس رہی ہوگی۔ اس کتاب کی تدوین کے لیے انہوں نے پچاس کے لگ بھگ کتابوں اور مقالات کا مطالعہ کیا، واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ یکجائی بخشی، تحریر کو تقابل کے عمل سے گزارا، انتشار کو وحدت آشنا کیا اور جانے کتنی عرق ریزی کے بعد ''پیکر جمیل ﷺ'' کا نسخہ تیار ہوا۔ اس کاوش وجستجو میں انہیں قریب قریب پانچ سال محنت کرنا پڑی ہوگی، یوں بیس برس کا ایک نوجوان سیرت نگاری کا شرف حاصل کرتا ہے۔ سچ ہے بزرگی کا دارومدار عقل پر ہوتا ہے عمر پر نہیں۔ تصنیفی زندگی کے آغاز ہی میں سرور کائنات ﷺ کے لیے توصیفی پیرایہ اختیار کر کے انہوں نے خود کو معتبر اور معزز ثابت کر دیا ہے۔

محمد حمید شاہد نے کتاب کو والدین کے نام معنون کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''وہ ساری کہانی جو میرے سینے کے محبس میں کبوتر بن کر پھڑ پھڑاتی ہے، انہی سے معتبر ہے۔'' کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کے سینوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کرتے ہیں اور کتنی محترم ہوتی ہیں وہ مائیں جو ''صل علیٰ

Marfat.com

نبینا صل علیٰ محمد'' کی لوریاں سناتی ہیں۔

سیرت نگاری کی ثروت مند روایت میں ''پیکر جمیل ﷺ'' بعض حوالوں سے منفرد ٹھہرتی ہے۔
وہ تمام واقعات جو کتاب میں مذکور ہیں، مسلمان ہونے کے ناتے ہمیں معلوم ہیں لیکن محمد حمید شاہد کے معجز نما قلم نے ان ہی باتوں کو ایک نیا اور انوکھا ذائقہ عطا کر دیا ہے، یوں لگتا ہے جیسے ہم یہ سب کچھ پہلی دفعہ پڑھ رہے ہوں۔ انہوں نے اپنے دِل پذیر اسلوب کے باعث تازگی کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔ ہر لفظ نیا نیا سا لگتا ہے اور ہر قدم پر اگلے موڑ کا انتظار رہتا ہے۔ سیرت کی تقریباً پچاس کتابوں کے واقعات کو منتخب کر کے محمد حمید شاہد نے متنوع اسالیب میں سے اپنا اسلوب وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر باب ذیلی ابواب پر مشتمل ہے اور ہر ذیلی باب ڈرامائی انداز میں شروع ہوتا ہے۔ اسی ڈرامائیت کے باعث دلچسپی کا ایک ارتقائی سلسلہ پوری کتاب میں جاری و ساری ہے۔ محمد حمید شاہد کی نثر میں ایک ہموار، پختہ اور مرتب اسلوب نظر آتا ہے، چند مثالیں دیکھیے:

۱۔ ''بیٹا پتھر اُٹھا کر لاتا جاتا اور باپ نصب کرتا جاتا، بنیادیں بھر گئیں تو دیواروں کا مرحلہ آ پہنچا۔ دیواریں لمحہ لمحہ تکمیل کی جانب رواں تھیں کہ باپ نے تھکاوٹ محسوس کی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد باپ اور بیٹے دونوں کے ہاتھ بلند ہوئے اور یہ دُعا دل کی گہرائیوں سے نکل کر فضا کو چیرنے لگی۔''

(ص۔۴۱، طبع اوّل)

۲۔ ''نیلے آسمان کو رات کی سیاہی نے تاریک بنا رکھا تھا مگر ننھے منّے تارے چمک چمک کر اس تاریکی کو اجالے میں بدلنے کی ناکام سعی کر رہے تھے۔ ان تاروں سے بہت دور مکہ کے ایک مکان میں آمنہ بی بی، ایک نہایت خوب صورت اور گول مٹول بچے کو چھاتی سے لگائے ماضی کے دریچوں میں جھانک رہی تھیں۔''

(ص۔۴۳، طبع اوّل)

۳۔ ''رات کی سیاہ اور دراز زلفیں اپنے دامن کو سمیٹ رہی تھیں اور صبح کا اُجالا رفتہ رفتہ اپنے پر پھیلا رہا تھا کہ کوہ صفا سے آوازہ بلند ہوا، ہائے صبح کا خطرہ، ہائے صبح کا خطرہ۔''
(ص۔۷۷، طبع اوّل)

Marfat.com

محمد حمید شاہد کی تحریر کی ایک ایک سطر ہمیں مقناطیسی کشش سے اپنی جانب کھینچتی ہے اور کتاب کے اختتام تک ہم اس کے حلقہ اثر سے باہر نہیں نکل سکتے بلکہ زندگی بھر کے لیے ذہن پر انمٹ نقوش ثبت ہو جاتے ہیں۔ مصنف کا مقصد ہی یہی ہے کہ سیرت طیبہ کے منور گوشے ہمیں جگمگائے رکھیں اور اس مقصد میں انہیں پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

اپنے اسلوب کی دلکشی کو دوچند کرنے کے لیے کبھی کبھی حمید شاہد خطیبانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کے پر جوش اور ولولہ انگیز واقعات اس کا سبب ہیں۔ خطیبانہ انداز کی ایک مثال دیکھیے:

> ''ہاں ہاں، یہی تو وہ پیکر جمیل ﷺ تھے کہ جن کی زماں و مکاں میں تعریف کی گئی۔ یہ خدا کے آخری اور محبوب پیامبر تھے اور یہی تو وہ ذات جمیل ہے کہ جن کی وجاہت میں بھی حسن تھا لباس میں بھی، قیام میں بھی حسن تھا نشست میں بھی، مزاح میں بھی حسن تھا تبسم میں بھی، عادات میں بھی حسن تھا معمولات میں بھی، کلام میں بھی حسن تھا سکوت میں بھی۔''
>
> (ص۔ ۲۲، طبع اوّل)

اسی خطابت کے بہاؤ میں کبھی کبھی اس طرح کے مساوی الوزن نثری ٹکڑے بھی نظر پڑتے ہیں۔ ''عجب منظر ہے، یہ گھات وہ وار، یہ داؤ وہ پینترا، یہ ضرب وہ کرب''، وغیرہ وغیرہ۔ محمد حمید شاہد کے تخلیقی اسلوب کی ایک اور شان یہ ہے کہ انہوں نے عربی متون کو اسی شدت جذبات سے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ بالخصوص وہ مقام جب نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

''پیکر جمیل''، تخلیق، تحقیق اور تصدیق کا شاہکار ہے۔ اسلوبیاتی حوالے سے تحقیقی پہلو بیان ہو چکا ہے۔ اس کا تحقیقی گوشہ سب سے نمایاں ہے اور ظاہر ہے محققانہ طلب کے بغیر یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچتا۔ محمد حمید شاہد نے کتابیات میں پیش رو تحقیقی مواد کا حوالہ دیا ہے۔ اس مواد کا گہرا مطالعہ ہی اس کتاب کی ترتیب وتدوین کا منطقی جواز ہے۔ حمید شاہد میں ایک محقق کی روح پھونکی گئی ہے۔ واقعات کی ترتیب اور صحت کا لحاظ اپنی جگہ اس کے حواشی کا بھی جواب نہیں۔ حواشی کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ بیک وقت اصل متن کا حصہ بھی ہیں اور اس سے الگ بھی۔ حمید شاہد مختلف واقعات کو زیادہ باوقار بنانے کے لیے قرآن و احادیث کے حوالے دیتے ہیں اور اپنے موضوع کی مناسبت سے اشعار بھی درج کرتے ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا ہے۔ (ان کی صف میں شامل ہونے کے لیے یہ تقلید ضروری تھی۔) علاوہ ازیں

Marfat.com

انہوں نے حسب مواقع مختلف رجز اور نوحے اور قصائد بھی اپنی تحریر میں قرینے سے ٹانکے ہیں، بالخصوص وہ مقام جب اُم معبد حضور ﷺ کی توصیف بیان فرماتی ہیں۔ ''قریب سے بھی حسین دُور سے بھی زیبندہ''

میرے نزدیک ''پیکر جمیل'' ایک طرح کا تصدیق نامہ بھی قرار پاتی ہے۔ یہ ہمارے عقیدے کی تصدیق ہے۔ اس کے مطالعے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ سے محبت بڑھتی ہے۔ ہم آپ کے طرز زندگی اور نظام اخلاق سے آگاہ ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کا حسن تکلم، حسن وجاہت، حسن ذوق طعام اور حسن لباس، جگہ جگہ اپنی جھلک دکھا کر ہمیں اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ حضور ﷺ کی حسن آشنائی ہمیں متاثر کرتی ہے۔ آپ ﷺ کا حسن کمال ظاہر کرتا ہے کہ کائنات میں آپ ﷺ سے بڑھ کر اکمل ترین انسان کوئی نہیں۔ ''پیکر جمیل ﷺ'' تصدیق کرتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو کتنا چاہتے تھے اور کس طرح آپ ﷺ کو اپنے مال، اسباب، عزیز واقارب حتیٰ کہ اپنی جان تک سے عزیز رکھتے تھے۔

''پیکر جمیل''، تخلیق، تحقیق اور تصدیق کا شاہکار ہے کہ ''شاہکار اعظم'' اس کا موضوع ہے۔ محمد حمید شاہد کے قلم سے یہ معجزہ بھی ظہور میں آیا کہ ہم خود کو اس فضا میں سانس لیتا محسوس کرتے ہیں۔ لگتا ہے ہمارے سامنے حلیمہ سعدیہ کا قحط زدہ وطن ہرا بھرا ہو رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سر پر بادل سایہ کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ کی تمام روحانی برکات کو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے پاتے ہیں۔ ''پیکر جمیل'' کے جذبات اور رقت انگیز مناظر ہماری آنکھوں میں آنسو بھر دیتے ہیں۔ بالخصوص جب حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کو الوداع کہہ رہے ہوتے ہیں۔ اس موقع پر کلیجے کٹ جاتے ہیں اور آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں یا پھر وہ منظر جب حضور ﷺ شہدا کی لاشوں سے مخاطب ہوتے ہیں، دیکھیے جناب مصعب رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی کیا بات ہو رہی ہے:

> ''میں نے تمھیں مکہ میں دیکھا تھا، جہاں تم جیسا خوب صورت جواں اور تم جیسا خوش پوش آدمی کوئی نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے اور وہ بھی چھوٹی سی۔''

محمد حمید شاہد کی یہ کاوش قبول ہو چکی ہے۔ دعائیں درود کی وساطت سے منظور کی جاتی ہیں اور یہ کتاب تو پوری کی پوری آقا ﷺ کی تعریف وتوصیف پر مشتمل ہے۔ میری دُعا ہے کہ محمد حمید شاہد سید الشاہدین ﷺ کی چشمِ التفات سے نور ہدایت پائیں۔ وہی فخرِ رسولاں ﷺ جن پر خداوندِ عالم خود اور فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں۔ زمین پر جن کا نام نامی محمد اور آسمان پر احمد ہے۔

ڈاکٹر رؤف امیر

Marfat.com

تالیفِ جمال

اکتساب مادیت کے کارزار سے دور ایک ایسی دنیا بھی ہے جہاں حسن و محبت کے ایسے پھول کھلتے ہیں جو سانسوں میں دائمی پر لطف خوشبوئیں بساتے ہیں۔

جمال اور تحسینِ جمال سلیم الفطرت انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے اور انسان کا تہذیبی اظہار اپنی کلی شکل میں جمال آفرینی کی صورت ہی میں محفوظ ہوتا ہے۔ جمال اور تحسینِ جمال کے چھوٹے سے چھوٹے سے دائرے بھی ہیں اور بڑے سے بڑے دائرے بھی۔ پوری کائنات میں محمدِ عربی ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی ہے جس میں جمال اپنی تجسیمی اور فکری شکل میں کاملیت کی تمام انتہاؤں کے ساتھ موجود ہے۔ قرآنِ مجید اور شمائل نبوی کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کا ہر ہر عمل، خامشی، کلام اور برتاؤ جمال کی اعلیٰ اور ارفع شکل میں موجود ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی ذات نہیں جس کے ایک ایک عمل اور قول کو اتنی تفصیل کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہو اور ایسی کاملیت اور جاذبیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہو جیسے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو پیش اور محفوظ کیا گیا ہے۔

یوں تو عربی اور اردو زبان میں بے شمار سیرت کی کتابیں موجود ہیں جن میں علمی، فکری، تہذیبی اور نظریاتی حوالے سے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں سیرت النبی ﷺ (شبلی/ ندوی) سے لے کر موجودہ زمانے تک علمی اسلوب میں لکھی جانے والی بے شمار کتبِ سیرت موجود ہیں لیکن جیسے سیرت کی کتب کے ہوتے ہوئے بھی صنفِ نعت کی ضرورت و وجوب معاشرے میں اس لیے بھی ہے کہ فروغ اسم محمد ﷺ نو بہ نو بنتی ہوئی بستیوں میں قائم و دائم رہے اسی طرح علمِ سیرت میں ایسی کتب کی اشد ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے اور رہے گی جو معاصر ادبی، سماجی، علمی اور تمدنی اسالیب کے بعض اجزا سے استفادہ کرتے ہوئے سیرتِ رسول ﷺ کو جاذب و جمیل انداز میں قارئین کے

Marfat.com

سامنے پیش کریں۔

آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو قلم بند کرتے ہوئے قوتِ متخلیہ کو بالکل آزاد تو کسی طور بھی نہیں رکھا جا سکتا لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے فکشن کے بعض اسالیب مکالمہ، فضا بندی، منظر نگاری اور سلاست سے بیان واقعہ میں بھرپور استفادہ معاصر سیرت نگاری کی بہت اہم ضرورت ہے اُردو زبان میں چند ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں سیرتِ رسول ﷺ کو علمی وفکری پیرائے کے ساتھ ساتھ اُن جاذب اسالیب میں پیش کیا گیا ہے کہ بیک وقت ایک عام قاری سے لے کر سیرت کے باقاعدہ قارئین تک کے سامنے سیرت کے بنیادی حوالے جیتے جاگتے انداز میں آ گئے، اُن کتب کی وجہ سے ایک کام قاری نہ صرف سیرت کی امہات الکتب کی طرف رجوع کرتا ہے بلکہ سیرت کے مختلف گوشے قاری کی زندگی کے مختلف گوشوں میں متحرک شکل میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ان کتابوں میں عرب کا چاند، النبی الخاتم، خطباتِ مدراس (کے بعض اجزا)، ننھے حضور ﷺ اور الامین ﷺ شامل ہیں۔

محترم محمد حمید شاہد صاحب کی یہ کتاب ان کتابوں کی صف میں بجا طور پر شامل ہے اگرچہ اس کتاب کا اسلوب مختلف ہے۔اس لیے کہ اس کا موضوع بھی مختلف ہے۔آپ ﷺ کے جمالیاتی پہلو کو اس انداز میں ابھی تک کلی شکل میں کم ہی پیش کیا گیا ہے۔یہ کتاب متعدد بار چھپ کر قبولیت حاصل کر چکی ہے۔فدوی نے موجودہ ایڈیشن میں، مزید ترسیل و تسہیل کے لیے بہت سے عربی اشعار اور حوالوں کی از سرِ نو تخریج کی ہے اور عربی عبارات اور اشعار پر اعراب لگائے ہیں تا کہ اس کتاب سے استفادے کو زیادہ سے زیادہ ممکن بنایا جا سکے۔

رفاقت راضی

Marfat.com

مقدمۃ الکتاب

Marfat.com

معصیت کی غبار راہوں پر
نفس کا گھوڑا زقندیں بھر رہا ہے
اور جو اِس بے لگام گھوڑے پر سوار ہے وہ اِنسان نہیں ہے
اخبارات کی سُرخیاں چیخ رہی ہیں...... کہ
اِنسان مَر گیا ہے
چھاپہ خانے بس اسی ایک خبر کے لیے روزانہ اخبار چھاپتے ہیں
لفظ بدلتے رہتے ہیں مفہوم نہیں بدلتا
مگر پھر بھی......
زندگی کی ختم ہونے والی جاں گُسل راہ کا سفر اُسی طرح جاری ہے
اندھیرا دیو قامت مکروہ ارجنٹیوس کی طرح پر پھیلا کر بیٹھ گیا ہے
شکستہ پاؤں اِس اندھیرے میں
اِنسانیت کی نعش گھسیٹتے پھرتے ہیں
شش جہت دُکھ نے جالے بُن رکھے ہیں
کربِ زیست کی چھلنی سے وقت کی ریت چھن رہی ہے
اور گناہ کی دہکتی انگیٹھی پر اِنسان کی نعش اپنے ہاتھ تاپ رہی ہے
اور وہ کہ جو حُسن کا مرکز ہیں......
اور میں اپنا چہرہ ہاتھوں کی قبر میں چھپائے
مؤدب اُن ﷺ کی مدحت کا ارادہ کر رہا ہوں
اِس حال میں کہ......
میرا جسم بارش اور طوفان کی زد میں آئے بادباں کی طرح لرز رہا ہے
اور میری آنکھوں کے کے لبالب کٹوروں سے ندامت کا پانی چھلک رہا ہے
مگر اُمید کا سفید کبوتر اُڑان کی گرمی اپنے لہو میں بھر کر بلند فضاؤں میں اُڑ رہا ہے
میرے لہو میں لتھڑے ہونٹ آپ ﷺ کی تعریف کیسے کریں؟
اور میں یہ حق کیسے ادا کر سکوں گا
کہ میں تو معصیت کا نشان ہو کر رہ گیا ہوں
آپ ﷺ کی تعریف کا حق تو وہی ادا کر سکتا ہے
جس نے عالم کو وجود سے آشنا کیا
اور ''کُن'' کے اشارے سے دُنیا کا گلوب بنا کر فضا میں تیرنے کے لیے چھوڑ دیا
اُمید پرندے کے سہارے شکستہ لفظوں میں بس ایک اِلتجا ہے
اے صاحبِ جمال ﷺ
کور حُسنوں کو حسنِ نظر دیجیے کہ
برہنہ آدمی اِنسانیت کے لباس کو ترس رہا ہے

Marfat.com

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالَ الْيَتَامٰى عِصْمَةً لِلْاَرَامِلِ

حسنِ وجاہت شاہد ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ جمیل تھے

میانہ قد...... نہ زیادہ طویل اور نہ ہی زیادہ پست...... کہ آنکھوں کو بھلا نہ لگے۔ لوگوں میں کھڑے ہوتے تو ممتاز نظر آتے...... رنگ چونے کی مانند سفید نہیں، بلکہ گندم گوں، ملاحت دار، روشن، کہیں کہیں سرخی چھلکتی ہوئی۔ چہرہ چودھویں رات کے ماہِ درخشاں کی طرح تاباں اور بدر کی سی گولائی لیے ہوئے۔ بڑی، خوب صورت، سیاہ آنکھیں، لانبی پلکیں، آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے، اَبرو باریک خم دار اور باہم ملی ہوئی۔ درمیان میں ایک باریک رگ حدِ فاصل۔ دانت مروارید کی طرح سفید اور چمک کدار متناسب بلندی مائل ناک اور اُس پر نورانی چمک، رُخسار ہموار ملائم اور گداز، دہن مناسب حد تک فراخ و کشادہ ڈاڑھی گھنی اور مکمل، سر قدرے بڑا اور پرشکوہ۔ بال نہ تو بالکل سیدھے کہ تنے ہوئے معلوم ہوں اور نہ ہی زیادہ پیچ دار کہ الجھے الجھے لگیں بلکہ ہلکا سا لطیف خم لیے ہوئے۔ دراز اتنے کہ کانوں کی لو کو چھو جائیں۔ درمیان سے نکلی ہوئی مانگ، لانبی پتلی اور صراحی دار گردن جیسے نفاست اور اِحتیاط سے تراشی گئی ہو، گردن کی رنگت ایسی اُجلی جیسی چندا کی ضو۔

تروتازہ و متناسب بدن جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور فراخ۔ پیٹ نکلا ہوا نہیں بلکہ سینے کے ساتھ ہموار۔ سینہ فراخ کندھے گوشت سے بھرے بھرے، کلائیاں لانبی، ہتھیلیاں چوڑی انگلیاں دراز اور مضبوط مگر پر گوشت، مانند حریر نرم و گداز قدم اتنے چکنے کہ پانی بھی نہ ٹھہر سکے۔

Marfat.com

طرزِ تکلم بھی اِس پہ گواہ ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ جمیل تھے

اندازِ تکلم پرکشش، اک دھیرج، اِک ٹھہراؤ اور احتیاط...... لفظ یوں ہونٹوں سے وارد ہوتے جیسے تسبیح کے دانے...... اہم بات تین مرتبہ دہراتے۔ شیریں و دل نشیں آواز...... لہجہ حقیقی بناوٹ سے کوسوں دُور، آواز میں ہلکا سا خوب صورت زیر و بم، ایسا کہ جیسے قلب کے جذبات براہِ راست مخاطب ہوں...... اندازِ خطابت پروقار...... مختصر۔ کثرتِ خطاب سے اجتناب...... مسجد میں عصا کے سہارے اور میدانِ رزم میں کمان کے سہارے کھڑے ہو کر خطاب فرماتے...... غیر متعلق گفتگو سے مکمل پرہیز دوران گفتگو آنکھیں بار بار فلک کا نظارہ کرتیں۔ دِل کو فرحت محسوس ہوتی تو چہرہ چاند کی مانند چمک اٹھتا۔

ذوقِ لباس کے حسن سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ جمیل تھے

تین کپڑوں پر مشتمل سادہ اور زینت بخش لباس...... ایک تہہ بند، دوسری قمیص، تیسری چادر یا عمامہ...... ریشم و دیبا سے اجتناب فرماتے...... قمیص نہ زیادہ کھلی اور نہ ہی زیادہ تنگ' آستین کلائی سے کچھ اُوپر، دامن اور آستین کا طول مناسب حد تک کم۔ عمامہ کے نیچے بغرض نفاست ٹوپی کا استعمال فرماتے...... بالشت بھر شملہ، جو موسم کے مطابق کبھی کاندھے پر، کبھی پشت مبارک پر اور کبھی گردن کے گرد لپیٹ لیتے...... لباس کے لیے سفید رنگ مرغوب تھا، شوخ اور گہرے رنگ ناگوار گزرتے۔ سبز رنگ پسند تھا مگر مدھم دھاری دار، شوخ سرخ رنگ قطعی ناپسند تھا مگر ہلکے سرخ رنگ کے دھاری دار کپڑے پہنا کرتے، مدھم زرد رنگ کا دھاری دار لباس بھی پسند فرمایا ایک مرتبہ پائجامہ دیکھا پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور خریدا بھی، درمیانی یا شہادت کی انگشت میں انگوٹھی استعمال فرماتے۔

مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا اور خود بھی کبھی استعمال نہیں کی۔ چاندی کی انگوٹھی ہوتی نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔ انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ نیچے سے اوپر بالترتیب نفاست سے کندہ تھے...... اِسی کو بطور مُہر استعمال فرماتے...... چپل کی مانند سادہ جوتے استعمال کیے، جس کے دو تسمے ہوتے، عموماً سیاہ رنگ کے معمولی اور سادہ موزے استعمال فرماتے۔

ذوقِ طعام کا حسن بھی شاہد ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ جمیل تھے

کھانے میں کبھی تکلف نہیں برتا گوشت کے شوربے میں روٹی ڈبو کر کھانا پسند تھا، شہد، سرکہ، خربوزہ،

Marfat.com

لوکی، جَو کی روٹی، میٹھا پانی، دودھ ملا پانی، جو کے ستو اور روغنِ زیتون مرغوب تھے۔ دودھ کے ساتھ کھجور ملا پکوان بہت پسند فرمایا۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سے آغاز فرماتے اور اللہ کے شکر اور دُعا پر اختتام کرتے۔ اجتماعی کھانا ہوتا تو بہ تقاضائے مروت آخر تک بیٹھتے۔ جب دولت کے انبار قدموں میں تھے تب بھی سادا غذا پر اکتفا کیا۔ انتہا درجے کے فیاض تھے جو ہاتھ آیا راہِ خدا میں لٹادیا۔ خود کئی کئی روز فاقوں میں گزرتے مگر در سے سوالی خالی نہ جاتا۔ گھر میں کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر ضرورت مند کی مدد فرماتے، کھانے میں کبھی نقص نہ نکالتے اور دوسروں کو بھی نقص نکالنے سے منع فرمایا کرتے۔

نشست، برخاست اور معمولات کی شہادت ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ جمیل تھے

رفتار، باوقار، نپے تلے قدم، گھسیٹنے کی بجائے اٹھا کر اور زمین پر جما کر رکھتے جیسے زمین وفورِ اُلفت سے قدموں کے ساتھ لپٹی جارہی ہو...... راہ میں کوئی ملتا تو سلام میں پہل کرتے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے اور اُس وقت تک ہاتھ میں ہاتھ دِیے رکھتے جب تک دوسرا خود نہ ہاتھ کھینچ لیتا...... منہ پھیرنے میں پہل نہ کرتے، محبت آمیز ناموں سے بلاتے۔ قطع کلامی سے اجتناب کرتے خوش خلقی سے پیش آتے، تند کلام سن کر بھی برہم نہ ہوتے...... محفل میں اکڑوں بیٹھتے، دونوں زانوؤں کے گرد بازوؤں سے حلقہ بنا لیتے یا پھر زانوؤں کے گرد چادر لپیٹ لیتے۔ سوچ اور فکر کے وقت لکڑی سے زمین کو کریدتے، غم آمیز خبر سنتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا۔ کوئی بات ناگوار گزرتی تو اَبروؤں کی درمیانی رگ اُبھر آتی۔

رات سونے سے قبل معوذتین کی تلاوت کرتے، دعا فرماتے، سیدھی کروٹ سوتے، پیٹ کے بل سونا ناگوار و ناپسند تھا۔ راتوں کو قیام کرتے خدا کے حضور گڑگڑاتے اور امت کے لیے راستی اور فلاح طلب کرتے، ہر کام کرتے وقت نامِ خدا سے آغاز کرتے خوشی کے لمحات میں اللہ کا شکرادا کرتے مشکلات میں اُسی سے مدد طلب فرماتے اور اہل ایمان کو ایسا کرنے کی تلقین فرماتے، خوشبو لگاتے ریحان کی خوشبو مرغوب تھی خوشبو کا ہدیہ بھی قبول فرماتے۔

اپنا کام خود کر کے فرحت محسوس کرتے، بیماروں کی عیادت کرتے، کوئی فوت ہوجاتا تو افسوس کرنے جاتے جنازہ نظر آتا تو ایستادہ ہوجاتے چاہے وہ غیر مسلم ہی کا کیوں نہ ہو! بزرگوں کا ادب کرتے، ازواج کے ساتھ مساوی حسنِ سلوک سے پیش آتے اور اظہار محبت وانس فرماتے، بچوں سے پیار کرتے بچوں کو بوسہ بھی

Marfat.com

دیتے اُن کے سروں پر ہاتھ رکھتے۔ بے تکلفی سے مختصر پیارے ناموں سے بھی بلاتے کبھی کبھار گود میں بٹھالیا کرتے، فرمایا کرتے...... ''بچے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں'' ...... پڑوسیوں کا خیال رکھتے غلاموں سے حُسنِ سلوک سے پیش آتے اُنھیں کبھی نہ جھڑکتے...... زبان غیر مہذب الفاظ سے نا آشنا تھی۔ نہ بدُعا دیتے اور نہ ہی کسی پر لعنت بھیجتے اور لعنت بھیجنے اور بد دعا دینے سے منع فرماتے...... چاپلوسی اور خوشامد قطعاً ناپسند تھی اپنی تعریف سنتے تو ناگواری کا اظہار فرماتے، محفل میں آپ ﷺ کے آنے پر کوئی کھڑا ہوتا تو روک دیتے، مجلس میں سب کے ساتھ بیٹھتے، ممتاز جگہ پر بیٹھنے کی درخواست قبول نہ کرتے۔ آخری حد تک درگزر فرماتے، اِنصاف کے معاملے میں اپنوں اور غیروں میں فرق نہ کرتے۔ نارو اسفارش پر ناراضی کا اظہار فرماتے، غلط بات کرنے والے کو ہاتھ کے اِشارے سے منع فرماتے بات زیادہ ناگوار گزرتی تو محفل سے اُٹھ جاتے۔ لوگوں کو اُن کے عیبوں پر عار نہ دلاتے اور عار دلانے والوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے۔ غایت درجہ کے صابر اور شاکر تھے۔ ہر قسم کی مشکلات و مصائب میں صبر کرتے اور صبر کرنے کی تلقین فرماتے۔ مزاح، تبسّم، حیا اور شجاعت کا حُسن بھی اِس پر گواہ ہے کہ آپ ﷺ پیکر جمیل تھے، خندہ رو تھے، خشک مزاج نہ تھے۔ جہاں وقار و تمکنت رُخِ انور پر جلوہ افروز رہتی وہیں شگفتگی و شادابی بھی چھلکتی نظر آتی...... ہنسی مزاح فرماتے لیکن اعتدال کے ساتھ، خلافِ حق بات کرنے سے احتراز فرماتے، زیر لب لطیف سی مسکراہٹ اور غنچوں کا سا تبسم معمول تھا۔ ٹھٹھے مار کر ہنسنا اور ہنسی سے بے حال ہو جانا قطعاً ناپسند تھا۔ باغوں کی سیر، پیرا کی، بارش سے لُطف اندوز ہونا، دوڑ لگانا، تیراندازی اور کُشتی کے مقابلے مرغوب مشاغل تھے۔ ایسے موقع پر رفقاء کے ساتھ مجالس میں خوب دل لگی فرماتے، اچھے اشعار کی قدر فرماتے، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار سنتے اور داد دیتے، فرمایا کرتے مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے۔ اور زبان سے بھی......

کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر حیادار تھے۔ غسل کو پردے کا معاملہ سمجھتے، پردے میں ہی غسل فرماتے اور ایسا کرنے کی تلقین فرماتے۔ بارش میں تہہ بند کے ساتھ نہاتے، گھر میں نہانا ہوتا تو کپڑا تان کر غسل فرماتے۔

میدانِ رزم میں ہوتے تو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شجاع نہ ہوتا۔ تیروں کی بارش میں بھی تنہا آگے بڑھنے کا حوصلہ تھا۔ خود آخر تک میدان میں موجود رہتے اور لشکریوں کی ہمت افزائی کرتے۔ ساتھ ساتھ رب العالمین سے فتح و نصرت کی دعا بھی طلب کرتے...... مکہ کے ابتدائی دَور میں جب ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تب بھی عزائم جواں رہے، مسلسل اپنی منزل پر نظریں جمائے رکھیں اور جوش و ولولہ اپنی انتہا کو چھوتا رہا۔

Marfat.com

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

''میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، عورتوں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی جمیل نہیں جنا، آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ جیسے اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیے گئے ہوں۔'' [1]

چند اجزاء متناسب ہو جائیں تو حسن ظہور میں آتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ متناسب اِس طرح ہونے چاہیں کہ چشمِ انسان کوئی نقص تلاش نہ کر سکے...... کسی فرد کے نقوش اور اعضاء متناسب ہوں تو فرد کا ظاہر حسین، عمل میں حسن تناسب ہو تو عمل حسین، فکر طیب ہو تو افکار حسین لیکن جب یہ تمام اجزا باہم مِل جائیں تو یقیناً مکمل پیکر حسین ہو جائے گا...... اِسی لیے تو میں کہہ اٹھا کہ سیّد الشاہدین ﷺ، شفیع المذنبین ﷺ، رحمتِ عالم، خیر الانام، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ پیکرِ جمیل تھے۔

ہاں! ہاں!...... یہی تو وہ پیکرِ جمیل ﷺ تھے کہ جن کی زمان و مکان میں تعریف کی گئی...... یہ خدا کے آخری اور محبوب پیامبر ہیں۔...... اور یہی تو وہ ذات جمیل ہیں کہ...... جن کی وجاہت میں بھی حُسن تھا تبسم میں بھی عادات میں بھی حُسن تھا، نشست میں بھی...... مزاح میں بھی حُسن عادات میں بھی حُسن تھا معمولات میں بھی...... کلام میں بھی حُسن تھا، سکوت میں...... عبادات میں بھی حُسن تھا اور خطبات میں بھی......''

لاریب آپ ﷺ پیکرِ جمیل ﷺ ہیں...... لیکن...... میں نے محض اِن وجوہات کی بنا پر آپ ﷺ کو پیکرِ جمیل نہیں کہا یقیناً آپ حیران ہوں گے اور پوچھیں گے تو پھر کس لیے......؟

اِک لمحہ کو ٹھہریئے...... ''راغب اصفہانی'' کی ''مفردات'' اٹھا کہ اِک نظر حُسن کی تعریف دیکھ لیتے ہیں...... اِس طرح آپ کو آپ کے سوال کا جواب بھی مل جائے گا......

[1] دیوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

Marfat.com

''صاحب مفردات'' رقم طراز ہیں......

''حسن وہ شے ہے جو (ا) مسرت بخشتی ہے۔ جو عقل (ب) خواہش (ج) یا حس کی رو سے مرغوب ہوتی ہے۔ حُسن کا نقیض ''سوٗ'' ہے جو غم لاتا ہے۔ یہ غم چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا خواہ نفسیاتی ہو یا جسمانی یا محض معروض یا خارج سے تعلق رکھتا ہو۔''

سیّد الشاہدین ﷺ کے معروضی، خارجی اور جسمانی حُسن کا جلوہ تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اَب آیئے اُس جمال کا ذکر چھیڑیں کہ جس کی وجہ سے کائنات میں مسرتوں کے سوتے پھوٹ بہے لیکن اس کا جائزہ لینے سے قبل کتاب تاریخ کے اوراقِ گزشتہ دیکھنا ہوگا...... اُس دور کا تذکرہ کرنا ہوگا جب کرہ ارض پر ظہور کو جمالِ نبوی ﷺ نہیں ہوا تھا۔ آیئے اِک سرسری نگاہ دوڑاتے ہیں۔

(ا)... ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

(الروم: ۴۱)

''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ (اللہ) مزہ چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا۔''

جی ہاں شرق سے لے کر غرب تک شمال سے لے کر جنوب تک ہر جانب بداعمالیوں کی اساس پر فساد کا لامتناہی سلسلہ، افعال خبیثہ کے تخم سے قتل و غارت گری کا طوفانِ بدتمیزی...... نہ خشکی اِس فساد سے محفوظ تھی۔ نہ سمندروں کا دامن...... نسلوں کی نسلیں انتقام، تصادم اور جنگ کی روایات کو سینے سے لگائے آگے ہی آگے بڑھی چلی جاتی تھیں۔ خونریزی کا انجام خونریزی کے سوا کچھ نہ تھا۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(التوبہ: ۳۷)

''نسی تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے۔ جس سے یہ لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک مہینے کو حلال کر لیتے اور کسی سال اُس کو حرام کر لیتے ہیں۔ تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی ہو جائے اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی ہو جائے۔ اُن کے بُرے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے اور اللہ منکرین حق کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

Marfat.com

نہ کسی حرام ماہ کا احترام اور نہ ہی کسی مقدس جگہ کا...... جھگڑا کرنے کے لیے لاکھوں بہانے موجود، جب خون بہانا ہی ارادہ ٹھہرا...... تو بھلا کیا چیز راہ میں رکاوٹ بن سکتی۔ جنگ وجدل کے اِس گھناؤنے ماحول میں اِنسانیت کو بھلا کب مسرت مل سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ذی حِس غم کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن تھا۔

(ب)... ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝

(المومن: ۱۲)

''یہ حالت جس میں تم مبتلا ہو۔ اِس وجہ سے ہے کہ جب تمہیں خدائے واحد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم انکار کردیتے تھے اور جب اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب فیصلہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاتھ ہے۔''

بے شک کہ بڑائی اور عظمت تو اُسی خدائے واحد کی ہے لیکن اُس خدائے واحد کا کوئی نام لیوا نہ تھا اُس ایک خدا کے در سے جبین اُٹھا کر بے شمار آستانوں پر جا سجائی۔ کعبۃ اللہ کو بیت الاصنام بنا دیا گیا تھا۔ ایک دو تین نہیں لگ بھگ تین سو ساٹھ بتوں نے ربّ لاشریک کی جگہ سنبھال رکھی تھی۔ یہی بت اِن کے ملجا و ماویٰ تھے یہی اِن کے مسجود و معبود تھے۔ جب اپنے ہی ہاتھوں کے تراشیدہ صنم لائق مسجود ٹھہرے تو عبادت کے ڈھنگ بھی عجب صورت اختیار کر گئے کعبہ کے گرد ننگے طواف کرنا عیب نہ رہا سیٹیاں اور رتالیاں بجانا عبادت کی علامت ٹھہری۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۔

(انفال: ۳۵)

''بیت اللہ کے پاس اِن لوگوں کی نماز کیا ہوتی ہے۔ بس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں۔''

کچھ اہل کتاب بھی اس سرزمین پر موجود تھے...... مگر بوالعجبی کہ وہ بھی تعلیمات خداوندی سے کوسوں دور...... کتبِ سماوی میں اس قدر تحریف کی گئی کہ خدا کے پیغمبروں کو خدا کے بیٹوں کا رتبہ دے دیا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بنا دیا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝

(البقرہ: ۷۹)

Marfat.com

''پس ہلاکت اور تباہی اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ تاکہ اِس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں۔ اِن کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی اِن کی تباہی کا سامان ہے اور یہ کمائی بھی اُن کے لیے موجب ہلاکت۔''

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ﰳابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِــُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

(التوبہ: ۳۰)

''یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو اپنی زبان سے نکالتے ہیں اُن لوگوں کی دیکھا دیکھی جو اُن سے پہلے کفر میں مبتلا تھے۔ خدا کی مار اُن پر یہ کیا دھوکا کھا رہے ہیں۔''

(ج)...... خواہش تو یہی تھی کہ اُن کی ماؤں بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کو سر اٹھا کر چلنے دیا جائے...... نگاہیں عقیدت و احترام سے جھک جائیں...... مگر یہ سب کچھ کیسے ممکن تھا...... اُس معاشرے میں تو عورت کا وجود منحوس تھا، وجہ ندامت و شرمساری تھا...... اِس رسوائی اور ندامت سے نجات کا ایک ہی طریقہ اُن کے پاس تھا کہ زمین کا سینہ شق کر کے ان معصوم نومولود بچیوں کو پیوند خاک کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بنسری...... کتنی ہی چیختی چلاتی بچیاں زندہ درگور کر دی جاتیں۔

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ۝

(النحل: ۵۸-۵۹)

''جب اِن میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اُس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بُری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دِکھائے۔ سوچتا کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے۔''

اخلاق باختہ عورتوں اور معزز لوگوں کی عورتوں میں کوئی فرق نہ تھا دونوں بن ٹھن کر بازاروں میں نکلتیں گلیوں میں آزادانہ گھومتیں شرم و حیا نے غاروں میں جا منہ چھپایا تھا اور بے حیائی کے جھکڑ چل رہے تھے۔

Marfat.com

عصمتیں سرعام نیلام ہوتیں زنا جیسے قبیح فعل پر ندامت کی بجائے فخر محسوس کیا جاتا تھا۔ غلاموں کی زندگی اجیرن تھی۔ یتیم کا معاشرے میں کوئی مقام نہ تھا۔ مساکین کا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ یتیموں کے مال کو ہڑپ کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ زیردست سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہے تھے اور زبردست قہر پر قہر برسائے چلے جا رہے تھے۔ یہ معاشرتی تفاوت...... یہ عدم مساوات...... یہ جور و جفا...... بھلا کسے مرغوب تھا کس کی خواہش تھی کہ ایسا ہو...... لیکن یہ سب کچھ اُس معاشرے کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ۝

(العنکبوت:۴۸)

''(اے محمد ﷺ) تم اِس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔''

اور پھر وادی فاران سے اِک اُمّی خداوند ذوالجلال کا ایسا پیغام لے کر آیا کہ جس سے معاشرہ حسن آشنا ہوتا چلا گیا۔ آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر ظلمت رسیدہ اِنسانوں کو ''یا مباحا!'' کی صدا لگائی تو ظلمت کے علمبردار بوکھلا اُٹھے۔

''اِس پیغام حسن سے تو سارا نظام کُفر زمین بوس ہو جائے گا، اِنسانوں کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھریں تو سرداریاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔''

وہ آگے بڑھے اور اِس پیامِ حق کو خطرہ جانتے ہوئے خم ٹھونک کر مخالفت پر اتر آئے پھر حکم خداوندی سے سیّدالانبیاء خیر الانام ﷺ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(الاعراف:۱۵۸)

''اے انسانو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا پیغمبر ہوں جو زمین و آسمان کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اُس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔''

رحمت للعالمین کی یہ ذمہ داری تھی کہ انسانیت کی گود کو فرحت و مسرت سے بھر دیں اذہان اور خواہشات

Marfat.com

کو سکینت و قرار کی دولت سے مالا مال کریں...... اس کی ایک ہی صورت تھی کہ معاشرہ خداشناس ہو جائے اِسی طرح تو ظلمت کی تاریکیاں چھٹ سکتی تھیں اِسی طرح تو بے بس و بے جان خود تراشیدہ بتوں کی چوکھٹ سے عجز و نیاز کی جبینیں اُٹھ کر خدائے واحد کے در پر سج سکتی تھیں اور اِسی طرح تو ممکن تھا کہ عورتوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور غلاموں کو اُن کے حقوق ملیں معصوم بچیاں زندہ درگور ہونے سے بچ جائیں۔ اِنسانوں کے خون سے نہانے والی تڑپتی، مچلتی اور چمکتی تلواریں واپس میانوں میں چلی جائیں۔ چناں چہ انسانوں کو شرفِ انسانیت کی جانب پکارتے ہوئے اللہ کے پیامبر صادق نے فرمایا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○

(الاعراف:۱۵۸)

''پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر جو اللہ اور اُس کے ارشادات کو تسلیم کرتا ہے اور پیروی اختیار کرو اُس کی امید ہے تم راہ راست پالو گے۔''

مکہ کے باسیوں نے یہ پیغامِ حق سنا تو دیدے باہر کو آگئے تعجب کرنے لگے آج تلک تو ہمارے کارساز لات و منات اور عزیٰ تھے اب خدائے واحد کو کیسے پکاریں؟...... کوئی نشانی؟...... کوئی دلیل؟...... کوئی ثبوت؟...... یہ سنا تو خدا کے رسول ﷺ نے ربِّ واحد کی دلیل میں اُسی کا پیغام سناتے ہوئے فرمایا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ○

(یونس:۵)

''وہی ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو چمک دی اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منازل ایسے ٹھیک ٹھیک مقرر کر دیں کہ تم اِس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرتے ہو۔ اللہ نے یہ سب کچھ بامقصد ہی بنایا ہے۔ وہ اپنی نشانیاں کھول کھول کر پیش کر رہا ہے۔ اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔''

اعتراض ہوا یہ کیسا پیغمبر ہے کہ ہم میں ہی پلا بڑھا، ہماری طرح خورد و نوش کرتا ہے۔ ہماری ہی طرح معاملات زندگی میں حصہ لیتا ہے۔ ہماری ہی طرح اٹھتا اور بیٹھتا ہے...... نبی کو تو آسمان سے زمین پر اُترنا چاہیے تھا، بشری حاجات اُسے لاحق نہ ہوتیں، معاملاتِ زندگی سے اُسے کوئی سروکار نہ ہوتا...... اعتراض

Marfat.com

کی اس گتھی کو سلجھاتے ہوئے فرمایا جاتا ہے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۝

(الانبیاء:۷-۸)

''اور (اے محمد ﷺ) تم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو اُن رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جِسم نہیں دیا تھا کہ وہ نہ کھاتے پیتے اور نہ وہ سدا جینے والے تھے۔''

اور جب محسنِ انسانیت ﷺ ان عقل کے اندھوں کے سامنے قران مجید فرقانِ حمید کی تلاوت کرتے ہیں تو وہ تمسخر و تکذیب پر اُتر آتے ہیں...... عجیب وغریب کٹ حجتیاں کی جاتیں۔ محسن انسانیت ﷺ کو یہ سب کچھ گراں گزرتا ہے۔ تعجب ہوتا اِن کے سامنے نور پیش کیا جارہا ہے یہ اندھیروں میں بھٹکنا چاہتے ہیں؟ خالقِ کائنات کی جانب سے اپنے پیامبر کو تسلی دی جاتی ہے......

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ۝

(الانعام:۳۳-۳۴)

''(اے محمد ﷺ) ہمیں معلوم ہے کو جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں۔ اُن سے تمہیں رنج پہنچتا ہے لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جاچکے ہیں مگر تکذیب پر اور اُن اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئی ہیں۔ انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اُس کی خبریں تمہیں پہنچ ہی چکی ہیں۔''

تاویل پیش کی جاتی ہے کہ ہم کلام الٰہی کو تو جب تسلیم کرتے کہ ہمارے سامنے فرشتے نازل ہوتے اور یہ کتابی صورت میں اُترنا ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آ کر آپ ﷺ کو سکھلا جاتا ہے آپ ﷺ کے

Marfat.com

پاس جادو ہے جس کے طفیل آپ یہ کلام ہمیں سناتے ہیں...... خداوند عزوجل کی جانب سے اِس حقیقت کو آشکار کیا جاتا ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

(الانعام:۷-۸-۹)

"(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا اِنکار کیا ہے۔ وہ یہی کہتے کہ یہ صریح جادو ہے اور انہوں نے کہا کہ اِس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا ہم نے کہیں فرشتہ اُتار دیا ہوتا۔ تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ پھر انہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم فرشتوں کو اتارتے تب بھی اُسے اِنسانی شکل ہی میں اتارتے اور اس طرح انہیں اُسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کو حُسن آشنا کرنے کا سفر جاری رکھتے ہیں نہ کوئی اعتراض روک سکا ہے نہ کوئی استہزا...... حُسن آشناؤں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے...... چناں چہ اہل کفار کی جانب سے نئے نئے شوشے چھوڑے جاتے ہیں...... کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہتے اور کبھی مسحور، کبھی شاعر کا خطاب دیا اور کبھی (نعوذ باللہ) مجنون کا لیکن کور ذہنوں کی یہ سازش بھی ناکام ہو جاتی ہے افراد دعوت حق کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں...... اب نیا حربہ استعمال کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے...... سیّد الشاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کلام حق سنانے لگیں تو سننے کی بجائے شور مچا دو، سنو گے تو مسحور ہو جاؤ گے دینِ آبائی سے پھر جاؤ گے ...... بس اُدھر کلام حق کی صدا بلند ہو...... اِدھر ہنگامہ کھڑا ہونا چاہیے، شور مچنا چاہیے تا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دے سکے" لیکن ایک مرتبہ پھر ناکامی ان کا مقدر ٹھہرتی ہے تو مصائب و مشکلات کا ایک طوفان اُٹھتا ہے اور حسن آشناؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ مکہ کی گلیاں خون سے لالہ زار ہو جاتی ہیں...... لیکن اَحد اَحد کی صدا ماند نہیں پڑتی...... ستم حد سے تجاوز کرتا ہے تو سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خالق کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝

(العنکبوت:۵۶)

Marfat.com

”اے میرے بندو...... جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے پس تم میری بندگی بجالاؤ۔“

حقیقتِ حسن سے آشنا ہونے والے گھر بدر ہو گئے...... حبش کی جانب ہجرت کر گئے...... گھر اُجڑ گئے مگر کفار کے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آئی...... ستم کی طوفانی لہریں دعوتِ حق کی کشتی سے مسلسل نبرد آزما رہیں...... اور سیّد المرسلین ﷺ اِس طوفانِ بدتمیزی میں بھی اپنے مشن کو مسلسل آگے بڑھاتے رہے اور...... کور حسنوں کو اس جانب بلاتے رہے کہ کہہ دو...... اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ [1] ...... فلاح پاؤ گے۔ یہ دعوت کوئی معمولی دعوت نہ تھی۔ ظلمت کے علمبرداروں کی سرداریاں پوری قباحتوں اور غلاظتوں کے ساتھ مٹ رہی تھیں۔ چناں چہ ستم کی طوفانی لہریں کچھ اور برہم ہو جاتی ہیں سیّد الزاہدین ﷺ طائف کی جانب چل دیتے ہیں لیکن وہ مکہ والوں سے بھی بڑھ کر ”کور ذوقی“ کا مظاہرہ کرتے ہیں...... زبان درازی کے ساتھ دست درازی تک نوبت آ جاتی ہے...... مگر اُس مرحلہ پر بھی آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بددعا کے کلمے نہیں نکلتے۔ اِس لیے کہ وہ تو اس اِنسانیت کو حسن سے آشنا کرنے آئے تھے اور یہی تقاضۂ حسن ہے کہ خیر طلب کی جائے...... راہِ راست پر آنے کی تمنّا کی جائے...... بے شمار بند باندھے گئے...... چہار جانب سے ناکا بندی کی گئی...... لاتعداد حربے آزمائے گئے...... مگر نورِ حُسن پھیلنا تھا...... اور پھیلتا ہی چلا گیا...... باطل کے علم بردار بوکھلا اُٹھے فیصلہ ہوا چراغ حق کو گل کر دیا جائے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○

(الانفال: ۳۰)

”وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ منکرین حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ کی چال سب سے بڑھ کر ہوتی ہے۔“

مگر یہ کیسے ممکن تھا؟...... خداوند عزوجل سے بڑھ کر مدبر کون ہے؟ اُس نے اپنے محبوب پیامبر کو زمین پر بھیج کر اغماض نہیں برت لیا تھا...... وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ چناں چہ ظالموں کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں اور آپ ﷺ مکّہ سے یثرب کی جانب چل دیے...... اس غریب الوطنی پر دل رنجیدہ ہوا تو

---

[1] شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اس پر بھی گواہ ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

Marfat.com

خالق کائنات نے اپنے محبوب کو تشفی دیتے ہوئے فرمایا......

اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی وَ مَنۡ هُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ

(القصص:۸۵)

''(اے محمد ﷺ) یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے۔ وہ تمہیں ایک بہتر انجام کو پہنچانے والا ہے اُن لوگوں سے کہہ دو کہ میرا ربّ خوب جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے اور کھل کر گمراہی میں کون مبتلا ہے۔''

اور محبوب خدا ﷺ کے لبوں پر یہ دُعا مچل گئی......

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا۔

(اسراء:۸۰)

''اے میرے ربّ (مدینہ میں) اچھی طرح داخل کر اور (مکہ سے) اچھی طرح نکال اور اپنی طرف سے طاقت وقوت کو میرا مددگار بنا۔''

یثرب کی زمین بہت زرخیز نکلی، حسن کا شجر طیب خوب پھلا پھولا اور انسانیت کے چہروں پر مسرتیں بکھیرتا چلا گیا...... سسکتی تڑپتی انسانیت اِس شجر طیب کے سائے میں آ آ کر پناہ گزیں ہونے لگی...... خود آشنا اور خدا آشنا ہوئے تو رُوحیں اور قلب مطمئن ہو گئے...... جہالت کے سائے ڈھلتے چلے گئے اور نورِ حسن سے اذہان منور ہونا شروع ہو گئے۔ مکہ والوں کو اتنی دور سے اِس نور کے ''مضر اثرات'' کا اندازہ ہو گیا وہ جان گئے کہ یہ نورِ حق پوری دنیا کو منور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ چناں چہ جبینوں پر تیوریاں اُبھر آئیں...... بزور شمشیر رکاوٹ ڈالنے کا فیصلہ ہوا...... نتیجتاً بدر، اُحد اور احزاب کے معرکے ہوئے، شمشیر کا زور ٹوٹ گیا، حسن کامیاب ٹھہرا اور سوء کو عبرتناک شکست ہوئی...... اور پھر وہ ساعت متبرک بھی آ پہنچی کہ سیّد الانبیاء ﷺ حسن آشناؤں کی کثیر تعداد کو ہمراہ لے کر مکہ میں فاتحانہ داخل ہو رہے تھے......

جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا

(بنی اسرائیل:۸۱)

''حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ بے شک باطل تو فرار ہی کے لیے ہے۔''

خیر الانام شفیع المذنبین ﷺ کے حسن کے جلوے آپ نے ملاحظہ فرمائے اَب کمالِ حسن بھی ملاحظہ

Marfat.com

فرمایئے...... کہ وہ جو جانی دشمن تھے...... وہ جنہوں نے مکہ بدر کیا تھا...... وہ جنہوں نے ستم پر ستم ڈھائے تھے......سامنے بے بس کھڑے تھے...... دستور کے مطابق اُن کے سر کاندھوں پر نہیں رہنے چاہئیں تھے لیکن یہ تقاضائے حسن نہ تھا۔ اس لیے فرمایا...... جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں...... بخشے جانے والے ظالموں کے چہروں پر بھی شگفتگی و شادابی چھلکنے لگی...... چہروں پر مسرت کھیلے یہی تقاضائے حسن تھا...... قافلہ راہِ حق حنین اوطاس، طائف اور تبوک کے معرکوں سے گزرتا ہوا حجۃ الوداع تک جا پہنچا تو خالق کائنات نے فرمایا۔

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ

(المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔''

اور جب دین کی تکمیل کا اعلان ہوا تو چہار جانب مسرتوں کا سیل رواں تھا جبر کے سمندر کے تلاطم نے دم توڑ دیا تھا، دریائے جہالت کی طغیانیاں نابود ہو چکی تھیں، معاشرتی استحصال کے بادوباراں اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے، رقابت کے آتش فشاں سرد پڑ چکے تھے، نفرت کی بادسموم کا تخت الٹ چکا تھا۔

انسانیت کی بنجر زمین پر حسن رحمت یوں جم کر برسا کہ ہر طرف کشتِ زندگی لہلہا اُٹھی، تہذیب وتمدن کا گلستان مہک اُٹھا، گلشن زندگی میں شرف کے گل کِھل اُٹھے بہاریں جھومنے لگیں۔ علم وعمل کے درخشاں موتیوں سے انسانیت کی گود بھر گئی۔ بادسموم کفر کی ہلاکت خیزیاں اور حشر سامانیاں دم توڑ گئیں تو انسانیت کے جھلستے چہروں پر شگفتگی وشادابی آ گئی بے چین روحوں کو قرار آ گیا۔ رہرؤوں کو منزل مل گئی۔ دیدۂ کور کو نور بصیرت ملا، محبت کی خنکی فضا میں پھیلی تو اَمن نے بستیوں میں بسیرا کر لیا۔ جہالت پسپائی پر مجبور ہوئی، عیاری، منافقت بدعہدی، دروغ گوئی، کمینگی اور بددیانتی کے تابوت میں آخری کیل گڑ گئی...... بے حس و بے جان بتوں کی خدائی ختم ہوئی اور خدائے واحد کی توحید کے نغموں نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا......لوگ اُس دین کو اپنا چکے تھے جو حواس عقل اور طلب کو مرغوب تھا۔ اِسی لیے تو میرا دل پکار اُٹھا آپ ﷺ پیکر جمیل تھے، یہی تو وہ حسن تھا کہ جس نے عقدۂ حسن اِنسانیت کے سامنے وا کیا تو چہرے مسرت وفرحت کی شگفتگی سے نہا گئے...... یہی تو وہ حسن ہے جو آخرت تک ''دُکھی'' اور ''حسن نا آشنا انسانیت'' کو راہِ راست دکھلاتا رہے گا اور یہی وہ جس کے طفیل انسانیت حسن آخرت کو پالینے کی تدبیر سے آشنا ہوئی......یعنی اِس حسن نے دنیا میں بھی مسرت بخشی

Marfat.com

ہے اور آخرت میں بھی...... یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی اِس کاوش کا نام پیکر جمیل ﷺ رکھا...... اور یوں پیکرِ جمیل ﷺ کا ایک پرتو ''پیکر جمیل ﷺ'' میں نقش ہے۔

میں نے کوشش کی ہے کہ زبان و بیان بوجھل نہ ہو پڑھنے والا اِک سرور اور کیف محسوس کرے اور خصوصاً میں نے نوجوان نسل کے ذہنی رجحان کو مدِنظر رکھ کر اس اسلوب کو اختیار کیا ہے...... آج ہمارے معاشرے میں نوجوان نسل کی دلچسپی کے لیے بہت کچھ موجود ہے، کتاب اُن کی ترجیح نہیں رہی۔ اِس بدلی ہوئی صورت حال نے یہاں تک کرشمے دِکھلائے ہیں کہ جب نوجوان کو زندگی کی تفہیم کے لیے کوئی سنجیدہ کتاب دی جاتی ہے تو وہ اُسے ''خشک'' اور ''بور'' کہہ کر چھونے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ نوجوان نسل کے مزاج کو رفتہ رفتہ بدلا جائے اُن کے قلوب کو عشق رسول ﷺ کی شمع سے منور کیا جائے...... میری یہ کوشش دراصل اسی سِلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ میں اپنے مقصد میں کِس حد تک کامیاب ہوا ہوں...... اِس کا اندازہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

دوسری بات جو میرے پیش نظر رہی وہ یہ ہے کہ اِس میں وہ تمام باتیں جمع کردوں جو وضاحت طلب ہیں خیر البشر ﷺ کی پکار پر جن جانثاروں نے لبیک کہا۔ اُن کے مختصر سوانحی خاکے حواشی میں دے دیے گئے ہیں علاوہ ازیں وہ کج قسمت افراد کہ جن کے سینے نورِ ایمان سے منور نہ ہو سکے اور خدا کے رسول ﷺ کو ستانے کا باعث بنے رہے اُن بدکرداروں کی کج ادائی اور کج روی کا اندازہ لگانے کے لیے، حواشی میں مختصر تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ مختلف تشریح طلب امور کی وضاحت بھی حواشی میں کی گئی ہے آخر میں چند ابواب حضور ﷺ کے خطبات، تعلیمات اور ترتیب زمانی کے لحاظ سے واقعاتِ سیرت بھی دے دیے گئے ہیں اور یوں مسلمان نوجوان جب اس کا مکمل مطالعہ کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ان کے قلوب میں آتشِ شوق فزوں تر ہوگی۔

میں رب کائنات کا شکر بجالاتا ہوں کہ اُس نے مجھے اِس موضوعِ محبوب پر چند اوراق لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ یہ بھی اس کا حسن توفیق ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(العنکبوت: ۲۹)

''اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اللہ نہ چاہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

Marfat.com

اِس کی ترتیب وتیاری میں جن کتب سے میں نے استفادہ کیا اُن کے نام آخر میں دے دیے گئے ہیں لیکن بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، سیرت شبلی و ندوی۔ رحمت للعالمین ﷺ سیّد سلیمان سلمان منصور پوری، تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، سیرت سرور عالم، تفہیم القرآن، سیّد مودودی اور محسنِ انسانیت نعیم صدیقی ایسی کتب ہیں کہ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اِس کی ترتیب وتحریر میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ انہی کتب کی مرہونِ منت ہیں۔

اِس موقع پر میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ جو خامی اور کمی آپ کو اِس میں نظر آئے گی محض میری کم علمی پر محمول کیا جائے۔ میں اہل علم اور قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو جہاں بھی کوئی بات خلاف صحت ملے مجھے متنبہ کر دیں کہ ''الدین النصیحۃ'' کا یہی بنیادی تقاضہ ہے...... کتاب ہٰذا کے مطالعے کے بعد اگر ایک فرد بھی عشقِ رسول ﷺ سے اپنا دِل منور کر لیتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میری اس کاوش کا حق پورا ہو گیا۔

چوتھی اشاعت پر نوٹ: امتنان

الحمدللہ...... کہ میری کاوش پر اہل نقد ونظر اور صاحبان علم وفضل کا ردعمل میرے موافق رہا۔

امید رکھتا ہوں کہ میری یہ پرخلوص کوشش اللہ کے ہاں بھی اس کے حبیب ﷺ کے صدقے قبولیت کا درجہ پائے گی اور روزِ محشر میرے لیے ذریعہ مغفرت ہو گی۔

پیکر جمیل ﷺ کا انتساب میں نے امی اور ابو کے نام کیا تھا کہ میں جو کچھ بھی اب ہوں انہی کے طفیل ہوں خصوصاً ابو کی وساطت سے میرا کتاب اور لفظ سے رشتہ قائم ہوا مگر جب پیکر جمیل ﷺ کا پہلا ایڈیشن (1983ء) آیا تو ابو بستر مرگ پر تھے۔ ناشر کی جانب سے کتابوں کا پیکٹ ملا، کھولا، خوشی خوشی ابو کی آنکھوں کے سامنے کتاب لہرائی...... ان کا سارا جسم مفلوج تھا حتیٰ کہ زبان بھی خاموش ہو چکی تھی، بس آنکھیں تھیں جو اظہار کا وسیلہ تھیں اور میں دیکھ رہا تھا وہ آنکھیں خوشی اور محبت سے چمک اٹھی تھیں۔ وہ چمک میرا اثاثہ ہے۔

پیکر جمیل ﷺ رمضان کے پہلے عشرے میں شائع ہوئی تھی رمضان کے آخری عشرہ میں ابو ہم سے جدا ہو گئے مگر ان کی آنکھوں کی چمک ابھی تک میرے پاس ہے۔ ہاں وہی چمک میرا اثاثہ ہے۔ قارئین سے ایک ذاتی سی گزارش ہے کہ میرے ابو کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دُعا کیجیے۔

Marfat.com

پیکر جمیل ﷺ کی تازہ اشاعت

میں خداوند عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں کہ پڑھنے والوں کی طرف سے اس کتاب کی پذیرائی کا سلسلہ جاری ہے۔اس تازہ اشاعت کی تدوین نو کے لیے عزیزم رفاقت راضی جیسے صاحب علم شخصیت کا تعاون حاصل رہا اور اس کی دیدہ زیب اشاعت گگن شاہد اور امر شاہد نے بک کارنر (جہلم) سے ممکن بنائی۔ان احباب کا میں اپنے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ اللہ انہیں اس کارِ خیر کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!!

آخر میں تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے میری کسی بھی مرحلہ پر کتب کی فراہمی میں سہولت بہم پہنچائی یا رہنمائی کی، رب عزوجل سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو میری مغفرت کا باعث بنائے۔

خاکپائے رسول ﷺ

محمد حمید شاہد

Marfat.com

بچپن

Marfat.com

يَا بِكْرَ آمِنَةَ الْمُبَارَكَ بِكْرَهَا
وَلَدَتْهُ مُحْصِنَةٌ بِسَعْدِ الْاَسْعَدِ
نُوراً اَضَاءَ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا
مَنْ يُهْدِ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَكِ يَهْتَدِیْ

''اے پاک طاہرہ آمنہ کے لال (صلی اللہ علیہ وسلم)! جن کا یہ لال مبارک ثابت ہوا اور آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے وہ لال جسے ہزار نیک بختیوں کے ساتھ ایک عفیفہ ماں نے جنا؛ جو ایسا نور تھا، جس نے سارے عالم کو منور کر دیا اور جو بھی اِس نور سے ہدایت کے راستے پر لگایا جاسکتا تھا۔ وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔''

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

دعائے مستجاب

بیٹا پتھر اُٹھا کر لاتا جاتا اور باپ نصب کرتا جاتا۔ بنیادیں بھر گئیں تو دیواروں کا مرحلہ آ پہنچا، دیواریں لمحہ بہ لمحہ تکمیل کی جانب رواں تھیں کہ باپ نے کچھ تھکاوٹ محسوس کی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد باپ اور بیٹے دونوں کے ہاتھ بلند ہوئے لب ہلنے لگے اور دُعا دِل کی گہرائیوں سے نکل کر فضا کو چیرنے لگی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۝

(البقرہ: ۱۲۹)

''اے ہمارے ربّ! اور تو اِن لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایسا رسول اٹھائیو جو تیری آیات سنائے اِن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور اِن کی زندگیاں سنوار دے۔''

دعا ختم ہوئی تو دونوں نے ہاتھ چہرے پر مل کر نیلگوں آسمان کی جانب دیکھا۔ آسمان سے نظریں پھسلتے پھسلتے اُس عمارت پر آ کر جم گئیں جو باپ بیٹے کے ہاتھوں مکمل ہو رہی تھی...... جی ہاں...... یہ عمارت ایک مقدس عمارت تھی...... خدا کا گھر...... کعبۃ (۱) اللہ...... اور معمار بھی تو کچھ کم شان والے نہ تھے...... ضعیف باپ ابراہیم علیہ السلام (۲)...... اور نوجوان بیٹا...... اسماعیل علیہ السلام (۳)...... لشتم پشتم وقت کی گاڑی چلتی رہی اور پھر وہ ساعتِ سعید بھی آ پہنچی جس ساعت کے لیے ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت دُعا کی تھی۔

---

(۱) علامہ شبلی نے علامہ ازرقی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت عرض وطول اِس طرح تھا۔ بلندی زمین سے چھت تک ۹ گز، طول حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز، عرض رُکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے رہنے والے تھے اُن کا وطن ''اُر'' عراق کے نمرود خاندان کا دارالسلطنت تھا۔ ۲۱۰۰ قبل عیسوی شرک کی مخالفت اور دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو ملک کی حکومت قوم اور اپنے خاندان کے لوگ حتی کہ باپ بھی دشمن ہو گیا۔ سب ڈرا دھمکا کر باز رکھنے میں ناکام رہے تو زندہ جلا دینے کا فیصلہ ہوا۔ آگ کا بہت بڑا الاؤ دھکایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا گیا لیکن حکم خداوندی سے آگ ٹھنڈی پڑ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بچ گئے۔ پھر آپ نے اپنا وطن چھوڑ کر کنعان (شام وفلسطین کی جانب ہجرت کی، اس ہجرت میں آپ کے بھتیجے لوط علیہ السلام اور آپ کی بیوی سارہ ہمراہ تھیں۔ حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے نبی تھے جب کہ سارہ نے زندگی بھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ وہاں سے دعوتِ حق پھیلاتے پھیلاتے مکہ آ گئے اور یہاں حکم خدا سے کعبہ تعمیر کیا۔

(۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلیل القدر بیٹے تھے۔ یہ اولاد حضرت ابرہیم علیہ السلام کو بڑھاپے کی عمر میں اللہ نے عنایت کی۔ بچپن میں جب کہ اسماعیل علیہ السلام ابھی دودھ پی رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کو مکہ کی سنسان وادی میں چھوڑ دیا۔ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام شدت پیاس کی وجہ سے رونے چیخنے اور پاؤں پٹخنے لگے۔ ⇦⇦⇦

Marfat.com

محبت کی بانہیں

نیلے آسمان کو رات کی سیاہی نے تاریک بنا رکھا تھا مگر ننھے مُنے تارے چمک چمک کر اِس تاریکی کو اُجالے میں بدلنے کی ناکام سعی کر رہے تھے۔ ان تاروں سے بہت دُور مکہ کے ایک مکان میں آمنہ (1) بی بی ایک نہایت خوب صورت اور گول مٹول بچے کو چھاتی سے لگائے ماضی کے دریچوں میں جھانک رہی تھیں......
"کتنے ہی مبارک تھے وہ لمحے جب وہ دُلہن بنا کر قریش کے قبیلہ کے میں لائی گئی تھیں اور انہیں کعبے کے متولی عبدالمطلب (2) کے بیٹے (3) عبداللہ کی رفاقت میں دے دیا گیا تھا......مگر قدرت نے یہ رفاقت کچھ زیادہ عرصہ

⇦⇦⇦ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں پڑے وہاں سے آبِ زم زم پھوٹ بہا...... حضرت اسماعیل علیہ السلام ۱۲ یا ۱۳ سال کے تھے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھر آزمانا چاہا اور خواب میں حکم دیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کردو۔ چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام منیٰ کے مقام پر لے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ماتھے کے بل گرایا کہ خدا کی طرف سے حکم ہوا ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام قربانی سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں قربانی کے لیے مینڈھا عطا کیا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا۔ جوان ہوئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ میں باپ کی مدد کی۔

(1) آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا وہب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔ آمنہ رضی اللہ عنہا قریش کی عورتوں میں نسب اور رتبے کے لحاظ سے بہت افضل تھیں شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد آمنہ رضی اللہ عنہا کے شوہر عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ شوہر کے انتقال کے بعد آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

(2) عبدالمطلب کا قریش بہت احترام کرتے تھے۔ انہوں نے برس برس سے گم شدہ چاہ زم زم ڈھونڈ نکالا تھا اور اہلِ مکہ جو پانی کی بوند بوند کو ترس رہے تھے اُنہیں آبِ زم زم کا لازوال خزانہ ہاتھ آ گیا۔ شاہ حبش کی جانب سے یمن کے گورنر ابرہہ نے ۵۷۱ء میں خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو عبدالمطلب اُس وقت موجود تھے۔ ابرہہ کے فوجی دستے نے سردارانِ قریش کے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے علاوہ عبدالمطلب کے دوسو اونٹوں پر قبضہ کرلیا۔ اِن کی بازیابی کے لیے عبدلمطلب ابرہہ کے پاس گئے اور کہا میرے اونٹ واپس کردو۔ ابرہہ نے تعجب سے کہا تمہیں اونٹوں کا خیال ہے اور کعبۃ اللہ کہ جسے میں ڈھانے آیا ہوں کا نام بھی تم نہیں لے رہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ میں اونٹوں کا مالک ہوں "کعبۃ اللہ" کا نہیں کعبہ کا مالک اللہ ہے وہی اسے بچائے گا۔ ابرہہ نے کہا خانہ کعبہ مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا "پھر تم جانو اور وہ جانے" اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب اونٹ لے کر واپس آ گئے۔ عبدالمُطلب کے اعتقاد کے مطابق اللہ نے کعبہ کی حفاظت کی اور ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں کے جُھنڈ بھیجے جنہوں نے لشکریوں پر کنکریاں پھینک کر انہیں کھائے ہوئے بُھوسے کی مانند کر دیا۔

(3) عبداللہ عبدالمطلب کے بیٹے تھے ایک مرتبہ جب چاہ زم زم کو تلاش کیا جارہا تھا تو عبدالمطلب کی مدد صرف اُن کے بیٹے حارث نے کی اس موقع پر اُن کے دِل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر حارث کے علاوہ بھی میرے لڑکے ہوتے تو وہ میری مدد کرتے انہوں نے منت مانگی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے تو میں ایک بیٹا راہِ خدا قربان کردوں گا۔ اِس کھدائی کے دوران چاہ زم زم بھی نکل آیا اور اِس کے بعد اُن کے دس بیٹے بھی ہوئے۔ منت پوری کرنے کے لیے انہوں نے خانہ کعبہ میں جا کر قرعہ اندازی کی تو عبداللہ کا نام نکل آیا۔ عبدالمطلب عبداللہ کو منت کی بھینٹ چڑھانے پر تیار ہوگئے تو لوگوں نے روکا ایک عورت نے یہ مشورہ دیا کہ دس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالو اگر قرعہ میں عبداللہ کا نام نکلے تو اونٹوں کی تعداد بڑھا دو اور پھر قرعہ اندازی کرو۔ یہ قرعہ اندازی اُس وقت تک جاری رکھو جب تک عبداللہ کے بجائے اونٹوں کا قرعہ نکل آئے......قرعہ ڈالا گیا۔ ہر بار عبداللہ کا نام نکلتا لیکن جب اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچی تو اونٹوں کا نام نکل آیا اور یوں عبداللہ قربانی کی بھینٹ چڑھنے سے بچ گئے۔

Marfat.com

چلنے نہ دی اور زندگی بھر کا ساتھی راہ میں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔'' یہ سوچ کر آمنہ بی بی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ ماں نے بیٹے کو فرطِ محبت سے گلے لگا لیا...... ذہن پھر ماضی کی جانب چل پڑا مگر اِس بار کی مسافت پہلے کی مسافت سے کہیں کم تھی۔ اب تو وہ واقعات یاد آ رہے تھے۔ جو اِس معصوم بچے کی ولادت سے قبل خواب [1] کی صورت پیش آئے تھے۔

ایک خواب تو کچھ یوں تھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام تک کے محلات روشن ہو گئے ہیں...... اُنھیں وہ خواب بھی یاد آ رہا تھا۔ جس میں اُن سے کہا گیا تھا کہ تمہارے پیٹ میں اِس اُمّت کا سردار ہے۔ جب پیدا ہو تو اس کا نام ''حضرت احمد ﷺ [2] رکھنا'' پھر اپنے پیارے شوہر حضرت عبداللہ کی نشانی اِس یتیم بچے کی پیدائش کے موقع پر پیدا ہونے والا احساس بھی در آیا جس کے مطابق ''ان کے جسم سے ایسا نور نکلا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔'' جونہی خیالات کا تانا بانا ٹوٹا آمنہ بی بی نے ایک مرتبہ پھر اپنے بچے کو فرط اُلفت سے گلے لگا لیا۔

مبارک نام

آسمان [3] کی جانب بڑھتے لپکتے شعلوں کے گرد کوئی دو سو کے قریب لوگ بیٹھے کھانے پینے میں مشغول تھے۔ انواع و اقسام کے کھانے اِس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ یہ دعوت مکہ کے کسی معزز فرد کی جانب سے دی گئی ہے...... دعوت میں موجود افراد اپنے اپنے لباسوں سے صاف پہچانے جاتے تھے کہ کون سردار ہے اور کون جنگجو، کون تاجر ہے اور کون عرب کا بدّو...... مہمان کھانے کے ساتھ خوش گپیوں میں بھی مصروف تھے۔ گھڑی دو گھڑی بعد مختلف گوشوں سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہوتیں اور ہوا کے دوش پر دور تک پھیلتی چلی جاتیں۔ دفعتاً کعبے کے متولی عبدالمطلب نمودار ہوئے وہ اپنی گود میں آمنہ بی بی کے گول مٹول اور ننھے مُنّے بچے کو اُٹھائے ہوئے تھے...... سب اہل محفل اِس جانب متوجہ ہوئے تو عبدالمطب نے کہا۔

''یہ میرے عزیز ترین بیٹے حضرت عبداللہ کی نشانی ہے اور اسی کی خوشی میں یہ محفل برپا کی گئی ہے۔''

پھر عبدالمطلب اِس بچے کو ایک ایک فرد کے پاس لے جاتے اور اُسے دکھاتے۔ شرکائے محفل بچے کی تعریف کرتے تو عبدالمطلب کا سیروں خون بڑھ جاتا...... شرکائے محفل میں سے کسی نے پوچھا۔

''اے کعبے کے متولی! آپ کے اِس یتیم پوتے کا نام کیا ہے؟''

---

[1] س۔ع

[2] احمد ﷺ سے مراد ہے جس نے ربُ السمٰوٰت والارض کی حمد وثنا جملہ اہل ارض و السمٰوٰت سے بڑھ کر کی ہو۔

[3] پیدائش کے ساتویں روز عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا۔

Marfat.com

''محمد (ﷺ)''[1]

عبدالمطلب نے بچے کے گال پیار سے تھپکاتے ہوئے کہا تو مہمانوں نے تعجب سے نام دُہرایا۔

''محمد (ﷺ)؟''

عبدالمطلب نے کہا:

''ہاں محمد (ﷺ) اِس لیے کہ مجھے اُمید ہے۔ اِس کی دنیا بھر میں بہت تعریف کی جائے گی۔

رسم دنیا

ماں کو جتنا پیار اپنے لختِ جگر سے تھا...... اس کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں مگر دستور زمانہ کے آگے ماں بے بس تھی۔ عرب میں رواج تھا کہ پیدائش کے بعد شرفا اپنے بچوں کو کسی دیہاتی دایہ کے حوالے کر دیتے تھے۔ جو بچوں کو لے کر گاؤں میں چلی جاتیں...... وہاں بچے کھلی ہوا میں تندرست رہنے کے علاوہ خالص عربی زبان سیکھ جاتے۔

آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا پر بھی یہ کڑا وقت آن پہنچا تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نشانی کو اپنے سے جُدا کرنے کو جی تو نہیں چاہتا تھا مگر ایسے کیے بنا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ مجبوراً رسم دنیا کے آگے ماںتا کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

مبارکبادیاں

چند عورتوں کا ایک قافلہ مکہ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ یہ عورتیں بنو سعد بن بکر کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اِن میں حلیمہ[2] بنت ابی ذؤیب بھی اپنے شوہر[3] کے ساتھ ایک نحیف سی سواری پر سوار سب سے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں۔ گدھی[4] اِس قدر کمزور تھی کہ کسی طور بھی قافلے والیوں کا ساتھ دینے کے قابل نہ تھی...... قافلے میں شریک ہر ایک کا علاقہ قحط زدہ تھا مگر حلیمہ کی حالت تو بہت پتلی تھی۔ خود اُس کی اپنی چھاتیوں میں بھی بہت کم دودھ تھا...... اس قدر کم کہ اُس کا اپنا بچہ بھی پیٹ بھر کر دودھ نہ پی سکتا تھا...... یہی وجہ تھی کہ بچہ رات بھر بھوک

---

[1] لفظ محمد ﷺ حمد سے اِسم مفعول ہے اور احمد ﷺ بھی حمد سے افضل التفضیل ہے۔ اسم محمد ﷺ سے حمد کی کثرت اور احمد ﷺ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث ہے۔ ''زمین پر میرا نام محمد ﷺ ہے اور آسمان پر احمد ﷺ'' ماں نے احمد ﷺ نام رکھا لیکن دادا نے محمد ﷺ اور اِسی نام سے آج تک موسوم کیے جاتے ہیں۔

[2] انہوں نے حضور ﷺ کو ثویبہ رضی اللہ عنہا (جو کہ ابولہب کی لونڈی تھی) کے بعد دودھ پلایا۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا وہ بچہ جو آپ ﷺ کا رضاعی بھائی تھا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ تھا۔ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی بہن شیما رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو گود میں کھلایا کرتی تھی۔

[3] حارث بن عبداللہ۔

[4] حلیمہ رضی اللہ عنہا اُس وقت ایک گدھی پر سوار تھی جس کا رنگ بھورا خاکی تھا جبکہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی جو بھوک کی وجہ سے بہت نحیف تھی اور دودھ بھی بہت کم دیتی تھی۔

Marfat.com

سے بلکتا رہتا...... حلیمہ کی اونٹنی بھی چند قطرے دودھ دیتی تھی...... الغرض بار بار کی خستہ حالی کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی اور قافلے والیوں کو رُکنا پڑتا...... مکہ پہنچ کر سب نے شرفا کے بچے اپنی اپنی رضاعت میں لے لیے؛ حلیمہ کے حصے میں آمنہ بی بی کا لاڈلا آیا...... بچے کو اُٹھایا اور پڑاؤ پر لے آئیں۔ بچے کے منہ میں اپنی چھاتی ڈالی تو جیسے یک لخت دودھ کی نہریں چھاتیوں میں پہنچ گئی ہوں۔ بچے نے دودھ سیر ہو کر پیا۔ پھر بھی اتنا دودھ بچ گیا کہ حلیمہ کا اپنا بچہ بھی خوب پیٹ بھر کر پی سکے...... حلیمہ یہ کیفیت دیکھ کر حیران رہ گئیں...... ابھی اِس معمے کو سمجھنے بھی نہ پائی تھیں کہ حلیمہ کے شوہر نے اونٹنی کو دوہنا شروع کر دیا...... یہاں بھی عجب منظر تھا وہ اونٹنی جو پہلے چند گھونٹ دودھ دیا کرتی تھی۔ اُس نے اتنا دودھ دیا کہ بیوی اور شوہر دونوں سیر ہو گئے یہ دیکھ کر حلیمہ کے شوہر نے کہا۔

''خدا کی قسم! تو نے بڑا ہی مبارک بچہ لیا ہے۔''

بے ساختہ پیار

(1) وہی عورتیں جو کل مکہ کی جانب جا رہی تھیں۔ اب بچوں کو اپنی اپنی گودوں میں لیے اپنی اپنی منزل کی جانب گامزن تھیں...... ایک منظر اور بھی پہلے سے مختلف تھا۔ وہ یہ کہ کل حلیمہ سب سے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں جب کہ آج سب اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ حلیمہ کی گدھی اس شان سے چلی کہ قافلے والیوں کے سارے گدھوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ قافلے والیوں نے یہ منظر دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا۔

''حلیمہ کیا یہ تیری وہی گدھی ہے جس پر تو ہمارے ساتھ آئی تھی......؟''

''واللہ اِس کی تو شان ہی بدلی ہوئی ہے۔''

وطن آ گیا تو حلیمہ نے دیکھا...... کہ اُس کا علاقہ جو سب سے زیادہ اُجاڑ اور بنجر تھا۔ اُس کی بھی حالت بدل گئی ہے۔ بکریاں جہاں جاتیں پیٹ بھر کر چارہ کھاتیں اور دودھ دیتیں۔ حلیمہ نے اپنے حالات یوں بدلتے دیکھے تو اس مبارک بچے کو سینے سے لگا لیا اور بے تحاشا پیار کرنے لگی۔

ایک بار پھر:

اُدھر مکہ میں آمنہ بی بی وقت کی ایک ایک گھڑی گن گن کر گزار رہی تھیں اور اُس ساعتِ سعید کی منتظر تھیں جب اُن کے لختِ جگر کو گاؤں سے پلٹ کر اُن کی آغوشِ شفقت میں آ جانا تھا مگر اِدھر حلیمہ کے لیے تو جیسے وقت نے پر لگا لیے ہوں۔ دو سال ایسے گذر گئے جیسے دو دِن گزرا کرتے ہیں۔ اَب دودھ چھڑانے کا وقت آ پہنچا تھا۔ حلیمہ کو اِس بات پر بے پایاں خوشی تھی کہ آغوش میں پلنے والا یہ یتیم بچہ قبیلے کے سارے بچوں سے

(1) ابن ہشام

Marfat.com

کہیں زیادہ صحت مند تھا۔ دو سال ہی کی عمر میں چار سال کا دکھائی دے رہا تھا...... اب قاعدے کے مطابق حلیمہ رضی اللہ عنہا کو بچہ ماں کے حوالے کرنا تھا مگر جی نہیں چاہتا تھا کہ اس مبارک بچے کو ابھی اپنے آپ سے جدا کردے...... نہ چاہتے ہوئے دل کے ساتھ مکہ پہنچیں تو ڈرتے ڈرتے آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے التجا کی کہ

''بیٹے کو ابھی میرے پاس رہنے دو، مجھے اندیشہ ہے کہ مکہ کی خراب آب و ہوا اس کی صحت پر اثر نہ ڈالے۔''

الغرض اِس قدر حلیمہ نے اصرار کیا کہ آمنہ اپنے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر ایک مرتبہ پھر اپنے لختِ جگر کو اپنے سے جُدا کرنے پر رضامند ہوگئیں۔

آغوشِ مادر میں

محمد (ﷺ) [1] اپنے رضائی [2] بھائی کے ساتھ گھر کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے کہ دفعتاً دو سفید پوش آدمی آئے اور انہوں نے آپ (ﷺ) کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ (ﷺ) کے رضائی بھائی دوڑے دوڑے گھر پہنچے اپنی ماں اور باپ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ دونوں بھاگم بھاگ جائے متذکرہ پر پہنچے......تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کھڑے ہیں اور رنگ فق ہے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نے اپنے سے لپٹاتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹے تجھے کیا ہو گیا؟''

آپ (ﷺ) نے جواب دیا:

''دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے۔ مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا اور اُس سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی۔ پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا۔ جیسا پہلے تھا......''

یہ سن کر حلیمہ اور اُن کے شوہر دونوں کو بہت تشویش ہوئی۔ ننھے محمد (ﷺ) کو ساتھ لے آئے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا اِس واقعہ سے بہت ڈر گئی تھیں اپنے شوہر سے کہنے لگیں۔

''مجھے ڈر ہے اس بچے کو کچھ ہو نہ جائے بہتر یہی ہے۔ اِسے اِس کی والدہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔''

اور یوں آپ (ﷺ) ایک مرتبہ اپنی ماں آمنہ بی بی کی آغوش میں پہنچ جاتے ہیں۔

---

1. ابن ہشام۔
2. عبداللہ بن حارث

Marfat.com

لڑکپن اور شباب

Marfat.com

وَلَيْسَ هوائی نادعا عن ثَنَاءِ
لعلّی به فِیْ جَنَّةِ الْخُلْدِ اَخْلَدِ

''اور میں آپ (ﷺ) کی یہ مدح وثنا جو میں کر رہا ہوں اِس میں میرا نفس کِسی طرح معارض نہیں مجھے اُمیّد ہے کہ میں اِس مدح و ثنا کی وجہ سے جنت الخُلد میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔''

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

درِ یتیم

وقت تیزی سے محوِ پرواز تھا۔

لمحے گھنٹوں، گھنٹے دِنوں، دِن مہینوں اور مہینے سالوں کے رُوپ میں ڈھلے جا رہے تھے۔ گذشتہ سال کی طرح اِس سال بھی آمنہ بی بی کا یہی پروگرام تھا کہ وہ اپنے شوہر عبداللہ کی قبر پر حاضری دیں گی...... لیکن اِس مرتبہ اپنے مرحوم شوہر کی نشانی چھ سالہ محمد (ﷺ) کو بھی ساتھ لیے جا رہی تھیں...... پہلے تو ننھے محمد (ﷺ) کو اُن کی پر[1] دادی کے خاندان بنی عدی بن نجار سے ملانے کے لیے اُمِ[2] ایمن کے ساتھ یثرب لے گئیں اور ایک مہینہ وہیں قیام فرمایا۔ پھر مرحوم شوہر کی قبر پر حاضری دی۔ آمنہ بی بی نے ننھے محمد (ﷺ) کو وہ مقام بھی دکھایا جہاں عبداللہ وفات پا گئے تھے۔ اِن مصروفیات سے فارغ ہو کر واپس مکہ چل پڑیں...... مگر آپ (ﷺ) جو پہلے شفقت پدری سے محروم تھے۔ اب ''ابواء'' کے مقام پر ماں کے پیار سے بھی محروم ہوگئے۔ یہ صدمہ ننھے محمد (ﷺ) کے لیے بہت جان لیوا تھا۔ آمنہ بی بی کو وہیں دفن کیا گیا اور آپ (ﷺ) اُمِ ایمن کے ہمراہ مکہ واپس پلٹ آئے...... مکہ پہنچے تو دادا عبدالمطلب نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ننھے پوتے کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔

چچا کا پیار

...... بڑا ہی رقت آمیز منظر تھا۔

وہ دادا...... کہ جس نے ماں کی وفات کے بعد آپ کو دنیا بھر سے بڑھ کر پیار دیا تھا......

وہ دادا کہ جو اکثر کہا کرتے ''خدا کی قسم میرے بیٹے کا مزاج شاہانہ ہے'' کبھی کہتے ''مجھے اُمید ہے میرا بیٹا بلند مرتبے پر پہنچے گا۔''

وہ دادا...... کہ جو کھانا کھانے اُس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک آپ آ نہ جاتے اور جب محمد (ﷺ)

---

[1] جناب عبدالمطلب کی والدہ ماجدہ۔

[2] یہ حضور ﷺ کی انا تھیں جو آپ کو والد کی جانب سے ترکہ میں ملی تھیں حضور ﷺ کی وفات تک زندہ رہیں آپ ﷺ اِن کو ہمیشہ ماں کہہ کر پکارتے اور جب اِن کو دیکھتے تو کہتے ''یہی میرے خاندان کی یادگار رہ گئی ہے۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد اِن کو آزاد کر دیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اِن کی شادی کر دی انہی کے بطن سے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یہ اکثر غزوات میں شریک رہیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور پانی پلاتی تھیں۔

Marfat.com

آجاتے تو اپنی گود میں بٹھا لیتے ہاں...... وہی دادا...... عبدالمطلب...... آج بسترِ مرگ [1] پر پڑے تھے اور سرہانے کھڑے آٹھ سالہ محمد (ﷺ) کی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی مانند اُمڈے چلے آرہے تھے۔

عبدالمطلب کی رُوح نے جب قفسِ عنصری سے پرواز کیا تو آپ (ﷺ) کے دِل پر بہت گہری چوٹ لگی...... یوں دادا کا چھوڑ جانا آپ (ﷺ) کو اچھا نہ لگا تھا مگر تقدیر کے فیصلے تو اٹل ہی ہوا کرتے ہیں...... چچا [2] ابو طالب نے آگے بڑھ کر دُرِّ یتیم (ﷺ) کو سہارا دیا...... سہارا بھی یوں دیا جیسے دادا نے دیا تھا...... اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پیار کون دوسروں کو دیا کرتا ہے؟...... مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ تھا ابو طالب کی اپنی اولاد سے کہیں زیادہ پیار آپ (ﷺ) کے حصہ میں آیا۔

تشویش

"چچا جان میں بھی چلوں گا۔"

"نہیں بیٹے ضد نہ کرو سفر لمبا ہے اور تم تھک جاؤ گے۔"

"نہیں چچا میں بھی ضرور چلوں گا۔ آپ مجھے کس کے سہارے چھوڑے جارہے ہیں۔ نہ تو میری ماں ہے اور نہ ہی میرا باپ جو میری دیکھ بھال کرے......" چچا نے یہ سنا تو دِل پسیج گیا کہنے لگے۔

"خدا کی قسم! نہ میں اِسے جُدا کروں گا نہ خود اِس سے جُدا ہوں گا یہ میرے ساتھ جائے گا۔"

چچا ابو طالب نے رختِ سفر باندھا بارہ سالہ محمد (ﷺ) نے بھی جھٹ پٹ تیاری کی اور دونوں شام کی جانب جانے والے تجارتی قافلے سے جا ملے......

قافلہ بصریٰ پہنچا اور "بحیرا" [3] راہب کے صومعے کے پاس ٹھہرا اِس سے قبل کبھی بھی بحیرا اپنے صومعے سے باہر نکل کر قافلے کے استقبال کے لیے نہ آیا کرتا تھا مگر خلافِ معمول بحیرا قافلے والوں کی پذیرائی کے لیے خود باہر آیا اور قافلے والوں کو کھانے کی دعوت دی...... کھانا کھانے کے لیے جب سب لوگ آچکے تو بحیرا نے پوچھا کہ۔

"کیا سبھی لوگ آگئے ہیں......؟"

"جی ہاں! باقی تو سبھی آگئے ہیں مگر ایک کم سن بچہ ہم سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔"

---

[1] یہ حادثہ واقعہ فیل سے آٹھ سال بعد پیش آیا۔

[2] آپ کا اصل نام عبد مناف تھا آپ عبدالمطلب بن ہاشم قرشی کے صاحبزادے تھے، آخر وقت تک حضور ﷺ کی معاونت کرتے رہے۔

[3] بحیرا نامی راہب بصریٰ کے کلیسا میں رہتا تھا نصرانیوں کے علم کا مرجع تھا جب سے اُس نے رہبانیت اختیار کی اُس کلیسا میں اُس کی سکونت رہی وہاں اک کتاب بھی تھی جس کا علم بحیرا ہی کو تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ کتاب اسلاف سے اُس کے ورثے میں چلی آرہی تھی۔

Marfat.com

اُس نے کہا:

''اُس بچے کو بھی بلالاؤ......''

چند لمحوں کے بعد محمد (ﷺ) بھی دعوت میں پہنچ گئے آپ (ﷺ) کو دیکھ کر بحیرہ حیرت زدہ ہو گیا نظریں چہرے مہرے اور جُثے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ قافلے والے جب کھانا کھا چکے تو بحیرا نے پوچھا۔

''یہ بچہ کس کے ساتھ ہے......؟'' ابوطالب......''یہ میرا بیٹا ہے......'' بحیرہ ابوطالب کے چہرے پر نظریں جما کر کہنے لگا۔

''اِس بچے کا والد زندہ نہیں ہوسکتا......'' ابوطالب......''جی ہاں! آپ نے بجا فرمایا یہ میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہے۔

ابھی ماں کے بطن میں ہی تھا کہ باپ وفات پاگئے......'' بحیرہ پھر ابوطالب سے مخاطب ہوا۔

''اپنے بھتیجے کو واپس وطن لے جاؤ اور یہودیوں سے اسے محفوظ رکھو کیونکہ تمہارا یہ بھتیجا بڑی عظیم شخصیت کا مالک ہے......'' یہ سب کچھ سن کر ابوطالب کو بہت تشویش ہوئی آپ (ﷺ) کو مزید آگے نہ جانے دیا اور وہیں سے واپس لوٹا دیا۔

پیغام

خویلد کی چالیس سالہ بیٹی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا [1] بہت پریشان تھیں......خود تجارت کا مال و اسباب لے کر دور دراز مقامات کا سفر کرنے سے تو رہیں لیکن ستم یہ کوئی قابلِ اعتماد فرد بھی نہیں مل رہا تھا کہ یہ سارا کاروبار اُس کے حوالے کیا جائے......دفعتاً ذہن کے آکاش پر عرب کے پچیس سالہ بانکے سجیلے نوجوان محمد (ﷺ) کا چہرہ اُبھر آیا...... سراسر شرافت و اخلاق...... ایسے ہی قابل اعتماد فرد کی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ضرورت تھی۔ آپ (ﷺ) کے بارے میں اُس نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ یہی کہ اِس عین بہک جانے والی عمر میں وہ مینارہ اخلاق ہیں۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ (ﷺ) عام نوجوانوں کی طرح کھلنڈرے اور شریر نہیں بلکہ بوڑھوں کی سی سنجیدگی لیے ہوئے ہیں۔ انتہائی گمراہ کن ماحول میں پلنے کے باوجود بے داغ جوانی کے مالک ہیں۔ عشق و نظر بازی بدکرداری، جہاں نوجوانوں کے لیے سرمایۂ افتخار بنی ہوئی ہے آپ (ﷺ) اپنے دامان نظر کو ایک آن بھی میلا نہیں ہونے دیتے۔ جہاں چہار جانب شراب کشید کرنے

---

[1] حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خویلد بن اسد کی بیٹی تھیں امہات المومنین میں سے ہیں۔ پہلے ابوہالہ بن زرارہ کی بیوی تھیں۔ پھر عتیق بن عائذ کے نکاح میں آئیں اِس کے بعد حضور ﷺ نے نکاح کیا۔ نکاح کے وقت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی جب کہ حضور ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ حضور ﷺ کی سب سے پہلی بیوی ہیں جب تک زندہ رہیں حضور ﷺ نے کسی سے نکاح نہیں کیا سب سے پہلے ایمان لائیں حضور ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی ہجرت سے پانچ سال قبل ٦٥ سال کی عمر میں وفات پائی اور حجون میں دفن ہوئیں۔

Marfat.com

کی بھٹیاں لگی ہوئی ہیں اور گھر گھر مے خانے بنے ہوئے ہیں وہاں یہ منفرد فطرت نوجوان شراب کا ایک قطرہ تک زبان پر نہیں رکھتے۔ المختصر ایسی ہی بے شمار صفات والے نوجوان جب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل و ذہن میں آگئے تو ساری پریشانیاں یکا یک کافور ہو گئیں...... جھٹ پیغام دے بھیجا۔

مقدس بندھن

اور پھر آپ (ﷺ) سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ہمراہ سامانِ تجارت لیے ملک شام کی جانب بڑھے جارہے تھے۔ خوب دیانت داری اور محنت سے کام کیا اور معقول منافع لے کر پلٹے........... میسرہ سفر میں آپ (ﷺ) کے اخلاق و کردار سے بے انتہا متاثر ہوا........... مکہ پہنچ کر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بہت تعریف کی......... سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو پہلے ہی آپ (ﷺ) کے حسن اخلاق و کردار کی معترف تھیں، میسرہ کی جانب سے جو یوں تعریفیں سنیں تو دِل میں محبت، الفت کے جذبات پیدا ہو گئے...... پیغام بھجوا بھیجا کہ......

''میں اِس پاک وعفیف نوجوان سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔''

آپ (ﷺ) نے بھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے چرچے سن رکھے تھے۔ اِس لیے فوراً ہامی بھرلی اور یوں دونوں شادی [1] کے مقدس بندھن میں بندھ گئے۔

صادق اورامین

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ۝

(الضحٰی: ۸)

''اور اللہ نے آپ (ﷺ) کو حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔''

شادی کے بعد غربت کے دِن لد گئے اور خوشحالی کے دِنوں کا آغاز ہو گیا۔ آپ (ﷺ) تجارت کرتے اور یوں وقت کی گاڑی چلی جارہی تھی...... اگر چہ دولت کی فراوانی تھی مگر آپ (ﷺ) اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے۔ دو وقتوں کا کھانا اور سادہ سادہ کپڑے...... البتہ نادار اور مفلس لوگ اِس دولت سے مستفید ہو رہے تھے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی غریبوں، تنگ دستوں اور مفلسوں کی مدد کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتی تھیں...... اخلاقی لحاظ سے محمد (ﷺ) پہلے ہی بلند مرتبہ درجے پر فائز تھے اب مالی طور پر مستحکم ہو جانے کے بعد آپ (ﷺ) کا شمار مکہ کے سرداروں میں ہونے لگا۔ لوگ اپنے جھگڑوں کے تصفیے آپ (ﷺ) سے کرانے لگے، مسائل و مشکلات کا حل دریافت کرتے۔ حتیٰ کہ اپنی امانتیں بھی آپ (ﷺ) کے پاس رکھنے لگے...... اور پھر پورے مکہ میں آپ (ﷺ) ''صادق و امین'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

[1] حضور ﷺ نے اِن کے مہر میں بیس جوان اونٹنیاں دیں۔

Marfat.com

اور تلواریں نیام بند ہوئیں

عمارت بہت بوسیدہ ہو چکی تھی سیلابوں نے اُسے منہدم ہونے کے برابر پہنچا دیا تھا۔ دیواریں بہت نیچی تھیں اُوپر کوئی چھت نہ تھی دروازہ بھی زمین کے برابر تھا.......... چنانچہ فیصلہ ہوا کہ اِس مقدس عمارت کو کہ جسے طویل عرصہ قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا، از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔

عمارت کو منہدم کرنے کا کام مختلف قبائل نے اپنے ذمے لے لیا اور بنائے ابراہیمی کی بنیاد تک دیواریں توڑ دی گئیں۔ مقدس عمارت شہید کرنے کے بعد تعمیر کی باری آئی سارے قبائل پتھر اُٹھا اُٹھا کر تعمیر کعبہ میں شریک ہو رہے تھے۔ سب ہی اِس سعادت میں شرکت پر بے پایاں خوشی محسوس کر رہے تھے...... لیکن جب حجرِ اسود کی تنصیب کا مرحلہ آیا تو مختلف سردار حجرِ اسود کی جانب لپکے ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ مقدس پتھر کو اُٹھا کر نصب کرے یوں جب تمام سردار اِس سعادت کے حصول کے متمنی ہوئے تو جھگڑا شروع ہو گیا...... بات کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہی تھی...... جھگڑے کو چار روز بیت گئے مگر بات جہاں سے چلی تھی وہاں سے ذرہ برابر آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ البتہ تلخی میں شدید اضافہ ہو گیا تھا اب تڑپتی تلواریں میانوں سے نکل کر انسانی شاہ رگ کے خون [1] سے نہانا چاہتی تھیں اور قریب تھا کہ اِس بات کا فیصلہ تلوار کی دھار پر چھوڑ دیا جاتا، ایک بہت ہی سن رسیدہ شخص ابواُمیہ [2] اُٹھا اور سردارانِ قبائل سے مخاطب ہوا۔

''اے اہلِ قریش سنو! آپس میں لڑنے کے بجائے میری تجویز پر متفق ہو جاؤ......''

سردارانِ قریش نے سوالیہ نظروں سے ابواُمیہ کی جانب دیکھا۔ جیسے پوچھ رہے ہوں...... ''تمہارے پاس کیا تجویز ہے'' ابواُمیہ نے سب کو اپنی جانب متوجہ پایا تو کہا...... ''کل جو شخص سب سے پہلے اِس مسجد میں داخل ہوگا وہی فیصلے کا مجاز ہوگا اور اُس کا فیصلہ سب کے لیے قابلِ قبول ہوگا......''

تجویز سب نے سنی اور ہر ایک کے دل کو بھا گئی...... پھر شام کے سائے دراز ہوئے، رات نے ڈیرہ ڈال لیا۔ لیلائے شب نے اپنی زلفوں کو سمیٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو رہے ہیں...... تو کسی نے کہا۔

---

[1] ابن اسحاق کے حوالے سے ابن ہشام نے تحریر کیا ہے کہ اختلاف اس قدر شدید ہو گیا کہ جنگ کے عہد باندھے جانے لگے بھی عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا ایک کٹورا رکھا اُنھوں نے اور بنی سعد بن کعب بن لوئی نے اپنے ہاتھ خون سے بھرے ہوئے کٹورے میں رکھ کر لڑ مرنے کا عہد کیا۔

[2] ابواُمیہ، المغیرہ کے بیٹے تھے اِن کا تعلق بنی مخزوم سے تھا۔

Marfat.com

''هٰذا الامین. رَضینا. هٰذا محمّدٌ''

''یہ امین ہیں ہم راضی ہوگئے یہ تو محمد (ﷺ) ہیں۔''

اور کوئی پکار اُٹھا

''اَتاکم الامین''

''تمہارے پاس امین آ گئے۔''

آپ (ﷺ) سردارانِ قریش کے قریب پہنچ چکے تو ہر ایک کے پہلو میں دل دھک دھک دھڑک کے جا رہا تھا...... نہ جانے آپ (ﷺ) کیا فیصلہ کرتے ہیں؟...... نہ جانے کس کے حق میں یہ سعادت آئے گی؟...... کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

''ایک کپڑا لاؤ......'' لوگ کپڑا لے کر آئے تو آپ (ﷺ) نے کپڑے کو زمین پر بچھایا حجر اسود اپنے ہاتھوں سے اُٹھایا اور کپڑے کے وسط میں رکھ دیا...... پھر تعجب سے دیکھنے والے سردارانِ قریش سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا......

''ہم سب مِل کر حجرِ اسود کو اُٹھائیں گے۔''

مزید کہا:

''سب مِل کر اِس کپڑے کو مختلف کونوں سے اٹھاؤ اور اُس مقام تک لے چلو جہاں اِسے نصب کرنا ہے۔''

تمام کے تمام سردارانِ قریش نے کپڑے کو پکڑا اور مخصوص مقام پر لے جا کر رکھ دیا آپ (ﷺ) آگے بڑھے حجر اسود کو اٹھایا اور دیوار میں نصب کر دیا پھر پلٹ کر سردارانِ قریش کی جانب دیکھا تو سب کے چہروں پر مسرت و اطمینان کی لہر دوڑ رہی تھی۔ آپ (ﷺ) کی اِس دانش مندی سے جنگجو عرب قبائل کو ایک بڑے تصادم سے بچالیا اور سردارانِ عرب مکمل مطمئن ہو کر گھروں کو لوٹ گئے۔

Marfat.com

پیغمبر

Marfat.com

يٰسٓ ۞ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۞ اِنَّكَ لَمِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ۞ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞

(یٰسٓ: ۱۔۴)

''قرآن حکیم کی قسم! (اے محمد ﷺ!) آپ یقیناً
رسولوں میں سے ہیں، سیدھے راستے پر ہیں۔''

Marfat.com

تفکر کے طویل لمحے

کیا یہ وحشی معاشرہ سدھر بھی سکے گا......؟

کیا اِن لوگوں کی اصلاح ممکن ہے......؟

یہ اخلاقی بے راہ روی کا طوفان کیوں کر تھمے گا......؟

کوہِ حرا کے دامن میں موجود غار میں بیٹھے ہوئے محمد (ﷺ) نے دیوارِ غار پر نظریں گاڑ کر سوچا...... اور پھر سوچ کا دھارا اُن برائیوں کی جانب بہہ نکلا جو اِس معاشرے [1] کا حصہ بن گئی تھیں۔

آہ! پورا علاقہ خانہ جنگی، باہمی دشمنی، قبائلی حسد اور چپقلش کی منہ بولتی تصویر ہے۔ پوری قوم جہالت و گمراہی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ لاقانونیت، ظلم وتشدد اور سنگ دِلی قوم کی رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، یہاں کوئی دستور نہیں......اور نہ ہی کوئی قانون ہے چھوٹی چھوٹی رنجشیں بڑی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں اور اس قدر جنگ وجدل ہوتی ہے کہ سرزمین عرب کے ریگ زار لالہ زار ہو جاتے ہیں...... کعبۃ اللہ...... ہاں وہی مقدس کعبہ...... جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اِس واسطے حکم خدا سے تعمیر کیا تھا کہ یہاں خدائے واحد کی عظمت کا ذِکر چھڑے گا......لیکن خدائے واحد کی عظمت کا تصور تو پورے معاشرے میں دھندلا چکا ہے اور بے شمار بتوں [2] کو اِس مقدس کعبے کی زینت بنا دیا گیا ہے، بیٹیوں کو ظالم اور وحشی باپ زندہ درگور کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، عورتوں کی تذلیل کی جاتی ہے، عورتوں کی حالت مویشیوں سے کسی طور پر بھی زیادہ نہیں، عورتوں کو تو محض نفسانی خواہشات کی تسکین کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے...... جوا اور شراب [3] قوم کے دِن رات کے مشاغل بن چکے ہیں...... ذہنِ محمد (ﷺ) کے آکاش پر یہ سوال ایک مرتبہ پھر اُبھرا۔

---

[1] معاشرتی برائیوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے شبلی نعمانی لکھتے ہیں ''بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی، باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی، حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی، ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ قمار بازی، شراب خوری، زنا کاری کا رواج عام تھا، لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، مستورات کا پیٹ چاک کر ڈالنا، معصوم بچوں کو تہہ تیغ کرنا عموماً جائز تھا۔

[2] مشہور بتوں اور پوجنے والے قبائل کے نام کچھ یوں ہیں۔ طائف میں قبیلہ ثقیف والے ''لات'' نامی بت کو پوجتے تھے مکہ میں قریش و کنانہ والے ''عزیٰ'' نامی بت کی عبادت کرتے تھے اور مدینہ میں اوس وخزرج اور غسان والے ''منات'' نامی بت کی پوجا کرتے اور دومۃ الجندل کے مقام پر کلب قبیلہ والے ''ود'' نامی بت کی پوجا کرتے تھے، قبیلہ ہذیل والے ''سواع''، وقبیلہ مذحج اور بعض قبائل یمن ''یغوث'' نامی بت کو پوجتے جب کہ اور ہمدان والے ''یعوق'' بت کی عبادت کرتے تھے۔

[3] سیّد قطب لکھتے ہیں۔''شراب خوری اور جوا بازی معاشرتی زندگی کی روایت بن چکے تھے اور اُن پر فخر کیا جاتا تھا۔ ⇐⇐⇐

Marfat.com

کیا یہ وحشی معاشرہ سدھر بھی سکے گا......؟

کیا ان لوگوں کی اصلاح ممکن ہے......؟

یہ اخلاقی بے راہروی کا طوفان کیوں کر تھمے گا......؟

اس قسم کے بے شمار سوالات درِ ذہن پر پلٹ پلٹ کر دستک دینے لگے۔ پریشانی کے سایے اور زیادہ گھمبیر ہوگئے...... ایسے سوالات اور معاشرے کی ناگفتہ بہ حالت نے جیسے آپ (ﷺ) کو چپ لگا دی ہو...... معاشرے سے رفتہ رفتہ کٹنے لگے۔ قریب و جوار کی پہاڑیوں میں بلا مقصد گھومنے نکل جاتے یا پھر غارِ حراء میں جا کر اِن سوالات کا حل تلاش کرتے تھے...... رات سوتے تو بے شمار خواب دیکھتے...... ہر فرد محسوس کرنے لگا تھا کہ آپ (ﷺ) معاشرے سے کٹتے جا رہے ہیں...... قوم محسوس کر رہی تھی کہ آپ (ﷺ) کچھ غمگین کچھ بے چین سے رہتے ہیں۔ نظریں دیکھ رہی تھیں...... کہ آپ (ﷺ) ہر وقت کسی نہ کسی سوچ میں گم نظر آتے ہیں...... اور اس کیفیت میں ایک دو روز نہیں بلکہ پورے چھے ماہ گزر گئے۔

اقراء

چالیس سال اور چھے ماہ...... یہی عمر تھی آپ ﷺ کی جب ایک عجب واقعہ پیش آیا...... اور تاریخ ایک نئے موڑ پر آ پہنچی......!! ۴۰ عام الفیل...... اور ماہِ رمضان کی سہانی رات......

آسمان تاروں سے بھرا پڑا تھا...... شمال مشرق سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں...... مکہ سے باہر کوہِ حراء کے دامن میں موجود غار میں آپ (ﷺ) حسب سابق قوم کے بارے میں سوچ رہے تھے...... کہ شاید کسی طرح گتھی سلجھ جائے...... شاید کوئی تدبیر نکل آئے...... آپ ﷺ سوچتے رہے اور رات آہستہ آہستہ رینگتی چلی گئی...... دفعتاً کیا دیکھا...... کہ ایک فرشتہ آسامنے ظاہر ہوا ہے اور مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

⇦⇦⇦ جاہلانہ دَور کی تمام شاعری خمر اور قمار کے محور پر گھومتی ہے۔ طرفہ ابن العبد کہتا ہے۔

فلولاثلاث هن من عيشة الفتی
وَجدك لم احفل متی قام عودی
فمنهن سبقی العاذلات بشربة
كميت متی ماتعل بالماءِ تزبد
وما زال تشرابی الخمور و لذّتی
وبذلی وانفاقی طريفی و متلدی

"اگر تین چیزیں جو ایک نوجوان کی زندگی کا لازم ہیں نہ ہوتیں تو مجھے کسی چیز کی پروا نہ رہتی بشرطیکہ مجھے قوت لا یموت غذا ملتی رہتی اُن میں سے ایک میرا رقیبوں سے مے نوشی میں سبقت لے جانا ہے اور مے بھی وہ جو دو آتشہ جس میں اگر پانی ملایا جاتے تو اُس پر کف آجائے شراب نوشی، لذت پرستی، بذل و اسرف پہلے بھی میری گھٹی میں پڑے ہوئے تھے آج بھی ہیں۔"

Marfat.com

''پڑھیے''

آپ (ﷺ) نے کہا:

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

فرشتے نے یہ سنا تو سینے سے لگا کر کچھ اِس انداز سے بھینچا کہ آپ (ﷺ) کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ چھوڑ کر کہا:

''پڑھیے''

اِس بار پھر وہی جواب تھا کہ

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں''

فرشتے نے سینے کے ساتھ بھینچ لینے کا عمل دُہرایا۔اس بار بھی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ پھر گرفت ڈھیلی کی اور کہا۔

''پڑھیے''

اس مرتبہ بھی جواب حسبِ سابق تھا۔

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

فرشتے نے تیسری دفعہ بھی سینے سے لگا کر اِس قدر زور سے بھینچا کہ اِس مرتبہ بھی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔فرشتے نے پھر چھوڑ دیا اور کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

(العلق:۱-۵)

''پڑھیے'' اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، اِنسان کی تخلیق کی، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے، اِنسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

اور آپ (ﷺ)......اس سب کو دہراتے چلے گئے......!!!

حسرت ناتمام

آسمان پر چمکتے دمکتے ستارے کچھ ماند پڑ گئے جیسے چمک چمک کر تھک گئے ہوں۔رات کی سیاہی بھی زیادہ گھنیری نہ رہی۔دُور اُفق کے مشرقی جانب سے آسمان بھی نیلگوں ہونا شروع ہو گیا......کہ

Marfat.com

نڈھال نڈھال محمد (ﷺ) غارِ حرا سے باہر نکلے۔ تاروں کی دم توڑتی مدہم روشنی سے چہرہ اقدس پر موجود پسینے کے قطرے جھلملانے لگے...... یوں لرزتے کانپتے گھر پہنچے اور اپنی رفیقۂ حیات سے کہا:

''خدیجہ! (رضی اللہ عنہا) مجھے اوڑھا دو...... مجھے اوڑھا دو۔''

''وفاشعار سیّدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آگے بڑھیں اور اپنے شوہر پر کمبل اوڑھا دیا......پھر سراپا کا جائزہ لینے لگیں......بکھرے بکھرے بال...... اُڑی اُڑی رنگت، آنکھوں میں خوف کے سایے تیرتے ہوئے۔ گلا خشک اور پیشانی پر پسینے کے چمکتے دمکتے ننھے منے شبنمی قطرے...... یہ سب کچھ دیکھ کر پریشان ہوگئیں...... کچھ پوچھنا چاہتی تھیں کہ آپ ﷺ نے کہا:

''اے خدیجہ! (رضی اللہ عنہا) یہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔''

''ابو القاسم [1]! آپ (ﷺ) ہی بتلائیے آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا........... کچھ تو بتائیے''...... سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بے چینی سے پوچھا......تو آپ (ﷺ) نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ بیتی ختم کر کے فرمایا:

''لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰی نَفْسِی''

''مجھے اپنی جان خطرہ ہے۔''

''کلا واللّٰہ. ما یخذنك اللّٰہ ابدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرحمَ وَتَصدِقُ الْحَدِيْثَ وَتَحمِلُ الكَلَّ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتُعین علی نوائب الحق۔''

''ہرگز نہیں...... خدا کی قسم آپ کو اللہ کبھی رنج نہ دے گا۔ آپ تو رشتہ داروں کے کام آتے ہیں، سچ بولتے ہیں۔ بیکسوں کی مدد کرتے ہیں۔ نادار کی دستگیری کرتے ہیں مہمان کی تواضع کرتے ہیں۔ اور تمام نیک کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔''

پھر......سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو عیسائی عالم ورقہ [2] بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سارا ماجرا کہہ سنایا...... ورقہ نے آپ ﷺ سے بھی واقعہ سنا...... کہنے لگا......

''یہ وہی عالم بالا سے وحی لانے والا فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) [3] پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اِن کے زمانہ میں ہوتا...... کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں جب اِن کی قوم اِن کو نکالے گی......''

آپ ﷺ نے حیران ہو کر پوچھا:

[1] حضور ﷺ کے فرزند کا نام قاسم رضی اللہ عنہ تھا اسی لیے آپ ﷺ اِس کنیت سے پکارے جاتے تھے۔

[2] ورقہ بن نوفل حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہوا تھا۔ عربی اور عبرانی زبان میں انجیل لکھتا تھا۔ بوڑھا اور نابینا تھا۔

[3] نام موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران بن یصہر خدا کے نبی تھے۔ ایک سو بیس برس عمر پائی۔ وادیٔ مو آب میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔

Marfat.com

''کیا یہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے......؟''

ورقہ نے جواب دیا......

''ہاں! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ لائے ہیں اور اُس سے دشمنی نہ کی گئی ہو......اگر میں نے آپ کا زمانہ پایا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔''

لیکن......ہائے کہ یہ حسرت ہی رہی اور ورقہ بن نوفل کا کچھ عرصہ بعد انتقال ہو گیا۔

سجدہ

حضرت محمد (ﷺ) مکہ کے بالائی حصے میں موجود تھے۔[1]

فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بہترین صورت اور عمدہ خوشبو کے ساتھ آسامنے ظاہر ہوا اور کہنے لگا کہ:

''اے محمد (ﷺ)! اللہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ جن وانس کی طرف سے میرے رسول ہیں۔ اس لیے قولِ ''لااِلٰہ اِلااللّٰہ'' کی طرف اِن کو دعوت دیں۔''

یہ کہہ چکنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا۔ زمین سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور آپ ﷺ دیکھتے رہے......وضو کر چکنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا۔

''آپ بھی وضو کریں......''

وضو کا مرحلہ مکمل ہوا......تو اکٹھی دو رکعتیں چار سجدوں کی پڑھیں۔ پھر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وہاں لائے وضو کرایا......اور دو رکعت اُن کے ساتھ ادا کیں......

ہم ساتھی ہیں

جب اس کائنات کی حقیقت منکشف ہوگئی......!

جب معاشرے کے سدھرنے کا حل مل گیا......!

جب ظلم کو زیر کرنے کا نسخہ ہاتھ آیا......!

جب صراط مستقیم روشن ہوگئی......!

جب فساد کی حقیقت کھل گئی......!

جب نیکی صحیح روپ میں سامنے آئی......! اور......

جب ذہن کی ساری گتھیاں سلجھ گئیں......!......تو......حضرت محمد ﷺ نے سکھ کا سانس لیا...... اِدھر خداوند عزوجل کی جانب سے نبی ہونے کا پیغام ملا اُدھر وفا شعار بیوی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھیں اور اس

---

[1] ابن ہشام۔

Marfat.com

حقیقت کو کھلے دِل سے تسلیم کرتے ہوئے مسلمان ہو گئیں...... بڑوں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ[1] آگے بڑھے...... بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ[2] لپک کر آئے اور غلاموں میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[3] نے قدم بڑھائے اور دِل کی گہرائیوں سے اِس حقیقت کا اقرار کیا کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

نیا حکم

تین سال خفیہ دعوت دیتے دیتے گزر گئے۔ بہت سوں کے سینے نورِ ایمان سے منور ہو چکے تھے وہ اِس کائنات اور اپنی حقیقت سے آشنا ہو چکے تھے...... لیکن بارگاہِ ایزدی بھلا کب تلک دنیا میں بدی کا راج دیکھتی رہتی...... حکم ہوا۔

''فاصدع بما تؤمر''

''جو کچھ دیا جا رہا ہے اُسے واشگاف کہہ دیجیے۔''

---

[1] نام عبداللہ کنیت ابو بکر اور صدیق لقب والد کا نام عثمان ابو قحافہ تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں ''عتیق من النار'' کا لقب بھی دیا۔ ہر غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے، آپ ﷺ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے، مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اِن کی اولاد، والدین اور پوتے کو حضور ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ واقعہ فیل سے دو سال چار مہینے کے بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ ہر مشکل سہی، ہجرت کی، وصالِ نبوی کے بعد پہلے خلیفہ بنے جمادی الاخر ۱۳ھ کے آٹھ دن باقی تھے کہ وفات پائی اُس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کی خلافت کا زمانہ دو سال اور چار ماہ ہے۔

[2] نام علی والد کا نام ابو طالب، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب، قریشی ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ قبولِ اسلام کے وقت اِن کی عمر میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں عمر پندرہ (۱۵) سال تھی بعض نے کہا سولہ (۱۶) سال اور بعض کے نزدیک آٹھ (۸) سال جبکہ دس (۱۰) سال بھی بیان کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ سوائے غزوہ تبوک کے، کہ وہ اپنے گھر والوں میں ضرورتاً رکھے گئے تھے۔ اِس واقعہ کے بعد حضور ﷺ نے اِن سے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ پتا نہیں کہ تمہیں میری جانب سے وہی حیثیت حاصل ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ اِن کی اولاد نے اسلام کے لیے بہت عظیم قربانی دی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گندم گوں تھے اور گیہواں رنگ کھلا ہوا تھا۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تھے۔ زیادہ طویل القامت نہ تھے۔

[3] اِن کی کنیت ابو اُسامہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اِن کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ ہیں جو کہ بنی معن میں سے ہیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اِن کی والدہ اپنی قوم کے پاس ملانے کے لیے لائیں تو بنی معن ابن جریر کے ایک لشکر نے زمانہ جاہلیت میں ان پر لوٹ مار کی پھر اِس لشکر کا گزر بنی معن کے اُن گھروں سے ہوا جو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا خاندان تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو یہ لٹیرے اُٹھا کر لے گئے۔ اُس وقت اِن کی عمر ۸ برس تھی۔ لیٹروں نے انہیں بازار عکاظ میں فروخت کیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا حضور ﷺ سے نکاح کے بعد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اِن کو حضور ﷺ کے لیے وقف کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے خاندان والوں کو پتا چلا تو وہ لینے آئے مگر زید رضی اللہ عنہ نے والدین کے ساتھ جانے سے اِنکار کر دیا اور حضور ﷺ کے پاس رہنا پسند کیا۔ اِس واقعہ کے بعد حضور ﷺ زید رضی اللہ عنہ کو مقامِ حجر لے گئے اور اعلان کیا کہ میں نے زید رضی اللہ عنہ کو بیٹا بنا لیا۔ زید رضی اللہ عنہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضور ﷺ نے اِن کا نکاح اُم ایمن سے کر دیا۔ ان سے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اِس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے اِن کا نکاح ہوا تھا، صرف یہی واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن پاک میں آیا ہے۔ غزوہ موتہ میں جب کہ یہ لشکر کے امیر تھے؛ شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت اِن کی عمر پچپن (۵۵) سال تھی۔

Marfat.com

داعیِ حق

Marfat.com

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ

(النسآء: ۱۶۳)

"(محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح (علیہ السلام) اور اُس کے بعد آنے والے انبیا (علیہم السلام) کی طرف بھیجی تھی۔"

Marfat.com

دعوئے حق

رات کی سیاہ اور دراز زلفیں اپنے دامن کو سمیٹ رہی تھیں اور صبح کا اجالا رفتہ رفتہ اپنے پر پھیلا رہا تھا...... کہ کوہ صفا سے آوازہ بلند ہوا۔

''یَاصبا حاہ یَاصباحاہ''

''ہائے صبح کا خطرہ...... ہائے صبح کا خطرہ۔''

''یابنی عبدالمطلب...... یابنی ہاشم...... یابنی قریش...... یابنی کعب بن لوئی...... یابنی مرہ...... یا آل قصی...... یابنی عبدمناف...... یابنی عبدشمس''

یوں قریش کے ایک ایک قبیلے اور خاندان کا نام پکارے جانے کے بعد ایک مرتبہ پھر صدا بلند ہوئی۔

''یَاصباحاہ یَاصباحاہ''

''ہائے صبح کا خطرہ...... ہائے صبح کا خطرہ''

جس نے صدا سنی کانپ اُٹھا...... صدا تھی بھی دِل دہلا دینے والی...... مکہ کا ہر باسی واقف تھا کہ یوں تڑکے تڑکے جب بھی کوہِ صفا سے صدا بلند ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کسی اچانک حملے کا خطرہ ہے۔ صدا لگانے والا اِس خطرے سے آگاہ ہوگیا ہے اور اب مکہ کے ایک ایک فرد کو اِس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہے...... اسی لیے تو سبھی بھاگم بھاگ کوہ صفا کی جانب چل پڑے...... پھر نظریں اٹھا کر سب نے جو سامنے دیکھا...... تو عرب کے صادق وامین حضرت محمد ﷺ کو صدا لگاتے پایا...... سب لوگ دامن صفا میں جمع ہو چکے تھے...... سبھی ہمہ تن گوش...... دلوں کی دھڑکنیں تیز تر...... اذہان بے شمار خیالات کی آماجگاہ...... پورے مجمعے پر موت کی سی خامشی...... وہی آواز جو لوگوں کو کوہ صفا کے دامن میں جمع کرنے کا سبب بنی تھی ایک مرتبہ پھر گونجنے لگی!!

''یابنی ہاشم...... یابنی عبدالمطلب...... یابنی فہر...... یابنی عبدمناف...... اگر میں یہ کہوں...... کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑی فوج تم پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار کھڑی ہے...... تو کیا تم میری اِس بات کو تسلیم کرو گے؟''

Marfat.com

پورا مجمع چیخ اُٹھا۔

''یقیناً...... بے شک اِس لیے کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹا نہیں پایا۔''

آپ ﷺ پھر مخاطب ہوئے:

''تو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں...... کہ آگے سخت عذاب آرہا ہے۔ مجھے خداوند کریم کی جانب سے یہ حکم ملا ہے کہ میں تمہیں خبردار کروں...... اے اہل قریش تم میرے قریب کے لوگ ہو لیکن مجھے اِس بات کو کوئی اختیار نہیں کہ آخرت میں تمہیں کچھ دلوا سکوں یا تمہاری مغفرت کروا سکوں مغفرت کی راہ یہی ہے کہ دِل و زبان سے تم کہہ دو...... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه... اِسی صورت میں میں تمہارے حق میں آخرت کے روز شہادت دوں گا اور اِسی حکم کی تعمیل کی بدولت عرب و عجم تمہارے تابع ہو جائیں گے۔''

یہ سنا تو ابولہب (1) قہر آلود آواز میں چلانے لگا۔

''تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا...؟''

''تیرا برا ہو (نعوذ باللہ) اِس لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟''

پھر نیچے جھکا...... اور ایک پتھر اُٹھا لیا...... تاکہ آپ (ﷺ) پر کھینچ مارے...... مگر اُس نے دیکھا کہ جس بات پر وہ پتھر برسا رہا ہے اور دوسرے لوگ طنز و مزاح کے تیر برسا رہے ہیں۔ اُن میں سے کئی ایسے بھی ہیں...... کہ جن کے دِل خوف سے دہل گئے ہیں اور کچھ تو ایسے بھی ہیں جو حق و صداقت کے معترف ہو گئے ہیں۔ (2)

یہ صبر...... اللہ اکبر

یہ منظر بھی دیدنی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی جانب سے دی جانے والی کھانے کی دعوت میں قریش کے لگ بھگ پینتالیس افراد شریک ہیں...... دعوت کھائی جا چکی ہے تو آپ (ﷺ) اُٹھتے ہیں اور کچھ کہنا چاہتے ہیں...... مگر ابولہب پہلے ہی پکار اُٹھتا ہے۔

''یہاں تمہارے چچا...... اور چچازاد بھائی موجود ہیں۔ جو تمہارے جی میں آئے کہو مگر...... دین

---

(1) ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ چہرہ نہایت سُرخ وسپید سُرخی ایسی جیسے آگ کے شعلے اِسی لیے لوگ اُسے ابولہب یعنی شعلے والا کہتے تھے۔ مکہ کا نہایت متمول اور مالدار شخص تھا لیکن کمینہ فطرت تھا حسد و غرور، حرص و خود غرضی، بخل و پرستی، فتنہ پردازی اور اوچھاپن اِس کی شخصیت کا حصہ تھا۔ بزدل ایسا کہ قریش کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہ ہوا۔ سب سے پہلے اِسی ظالم نے دعوت حق کی مخالفت کی اور ساری عمر پیغمبر خدا کی راہ میں مشکلات پیدا کیں۔

(2) مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر وغیرہ کے حوالہ سے ''سرور عالم ﷺ'' میں نقل ہے۔

Marfat.com

سے پھرنے کی بات نہ کرو...... تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ تمہاری قوم تمام عرب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتی...... اور تمہیں روکنے اور تمہارا ہاتھ روکنے کے سب سے زیادہ حق دار تمہارے اپنے خاندان کے لوگ ہیں۔ اگر تم اپنی روش پر قائم رہے تو تمہیں روکنا ہمارا فرض ہوگا۔ تم ہمارے خاندان پر آفت لائے ہو!...... اور یہ کہ تم نے ہمیں دعوت پر بلایا تھا...... وعظ پر نہیں اس لیے رات خاصی بیت چکی ہے، ہمیں اجازت دو......"

یوں یہ محفل ابولہب کی مکاری کی نذر ہو جاتی ہے مگر آپ (ﷺ) حوصلہ نہیں ہارتے اور اگلے روز پھر خاندان والوں کو دعوت پر بلا بھیجتے ہیں۔

دستر خوان بڑھایا جاتا ہے۔

کھانے چنے جاتے ہیں۔

اور کھائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ پھر آپ (ﷺ) کھڑے ہو کر پکارنے لگتے ہیں۔

"یابنی عبدالمطلب یا عباس یاصفیة عمة رسول اللّٰہ یا فاطمه بنت محمد انقذوا انفسکم من النّار فانی لااملك لکم من اللّٰہ شیئاً سلونی من مالی شئتم..."

"اے اولادِ عبدالمطلب اے عباس [1] اے صفیہ [2] رسول کی پھوپھی اے فاطمہ [3] محمد کی بیٹی تم لوگ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو کیونکہ میں اللہ کی پکڑ سے تمہیں بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا

---

[1] نام عباس والد کا نام عبدالمطلب حضور ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ حضرت عباس دَورِ جاہلیت میں بھی رئیں تھے۔ عمارة المسجد الحرام اور سقایہ انہی کے ذمہ تھیں۔ جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے بعض کے نزدیک عباس قدیم الاسلام تھے اور انہوں نے اِسلام چھپا رکھا تھا۔ کفار کی خبریں حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے تھے۔ اظہار اسلام کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۳۲ ھجری میں اٹھاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

[2] حضور ﷺ کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ اسلام سے قبل حارث بن حرب کی زوجیت میں تھیں۔ وہ ہلاک ہو گیا تو عوام بن خویلد نے اُن سے نکاح کیا اِن سے زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے یہ طویل مدت تک زندہ رہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۰ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر تہتر سال تھی۔

[3] فاطمہ نام۔ زہرا لقب سن ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق ۱ھ نبوی میں پیدا ہوئیں۔ لیکن ابن اسحاق کے مطابق ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور ﷺ کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئی۔ اِن کا عقد ساڑھے پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس وقت اکیس برس کے تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ اولادیں ہوئیں۔ حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ، اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا...... محسن رضی اللہ عنہ، نے بچپن میں انتقال کیا۔ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخِ اسلام میں مشہور ہیں۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رمضان ۱۱ ہجری میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

البتہ میرے مال سے جو تم چاہو مانگ سکتے ہو۔"

یہ دعوت اصولی دعوت ہے......صرف عام لوگوں...... یا خاص لوگوں کے لیے نہیں...... ہر ایک کے لیے ہے...... اسی لیے تو آپ ﷺ اپنی بیٹی اور پھوپھی کا نام لے اُنہیں بھی عذاب الٰہی سے ڈرا رہے ہیں آپ ﷺ کہہ رہے ہیں:

"لوگو! اللہ کی جانب سے تم پر مبعوث کیا گیا ہوں اسی لیے میں آپ کو اُس ہستی کی طرف بلا رہا ہوں جو تمام کائنات کی خالق و مالک ہے، آپ میں سے کون ہے۔ جو آئے اور میری اِس دعوت پر لبیک کہے۔"

محفل پر موت کا سا سناٹا چھا جاتا ہے...... اِس سکوت کو دیکھ کر ابولہب جی ہی جی میں بہت خوش ہوتا ہے...... مگر دفعتاً اِس سکوت کو توڑتے ہوئے ایک دُبلا پتلا لڑکا پکار اُٹھتا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ پکار اُٹھتے ہیں:

"یارسول اللہ (ﷺ)...... میں وہ شخص بنوں گا...... میں آپ کی مشکلات میں شریک رہوں گا...... میں آپ کے دشمنوں سے لڑوں گا......اور میں اس مہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

آپ ﷺ آگے بڑھتے ہیں اور ننھے علی رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیتے ہیں...... یہ منظر دیکھ کر شرکائے محفل کی جانب سے بھر پور قہقہہ لگا جاتا ہے...... آہ......! دعوتِ حق کا جواب طنز و قہقہہ...... مگر پھر بھی میر کاروانِ حق کی پیشانی شکن آلود نہیں ہوتی...... کتنی اعلیٰ و ارفع مثال ہے یہ صبر کی...... اللہ اللہ!

راہ کے کانٹے

وقت نے ایک اور انگڑائی لیتا ہے۔

اب وہ مرحلہ آ گیا ہے جن اپنوں کو دعوتِ حق دینے کے بعد ایک ایک فرد کو اِس دعوت کی طرف بلانا ہے...... آپ ﷺ نے شب و روز اِس کے لیے وقف کر دیے ہیں مکہ کے ایک ایک باسی تک پہنچ کر اُسے دعوت حق سے روشناس کرا رہے ہیں۔ کبھی اُن قافلوں تک پہنچتے ہیں جو منیٰ، عکاظ، مجنہ، ذی المجاز وغیرہ مقامات پر پڑاؤ ڈالے ہیں...... تو کبھی حرم کی دیواروں کے سایے اور مکہ کے بازاروں میں نورِ حق پھیلاتے نظر آتے ہیں...... مگر عقل کے اندھے آپ ﷺ کی راہ میں بے شمار مشکلات پیدا کیے چلے جا رہے ہیں...... آپ ﷺ ایک ایک گھر ایک ایک مجمعے اور ایک ایک مجلس میں جا کر دعوت دیتے ہیں کہ:

"لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں فلاح پاؤ گے"

مگر ابوجہل لعین پیچھے پیچھے کہتا جاتا کہ:

Marfat.com

''یہ (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے صابی ہے دینِ آبائی سے پھر گیا ہے۔''[1]

گھر پر موجود ہوتے تو ابولہب طرح طرح سے تنگ کرتا۔ ہنڈیا چڑھ رہی ہوتی تو اس پر غلاظت پھینک دیتا، نماز پڑھ رہے ہوتے تو بکری کی اوجھری پھینک دیتا۔ ابولہب کی بیوی اُم جمیل[2] روزانہ گھر کے باہر راستہ روکنے کے لیے کانٹے بچھا دیتی...... آپ ﷺ جدھر جاتے طعنے دِیے جاتے...... آوازے کسے جاتے...... لیکن اِس کے باوجود کفار اپنے سارے حربوں کو ناکام ہوتے دیکھتے ہیں تو ایک اور داؤ آزماتے ہیں...... صلح کے پیامبر بھیجے جاتے ہیں کبھی سرداری دولت اور شادی کا لالچ دیا جاتا ہے تو کبھی ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے...... ابوطالب کی جانب سے بھی دباؤ ڈالا جاتا ہے مگر آپ ﷺ بس ایک ہی جواب دیتے ہیں کہ:

''اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تو بھی میں دعوتِ حق سے باز نہ آؤں گا......''

اس جانب سے بھی ناکامی ہوتی ہے تو آپ ﷺ جدھر جاتے اور قرآن سناتے ہیں تو سننے کے بجائے شور مچا دیا جاتا ہے...... عجیب وغریب سوالات کیے جاتے...... اور مسلمانوں کو لایعنی بحثوں میں الجھایا جاتا ہے...... تضحیک وتذلیل کی جاتی ہے...... مگر اِس مرتبہ بھی کفار کو مایوس ہونا پڑتا ہے تو وہ بپھر جاتے ہیں اور ظلم وتشدد کے پہاڑ ڈھانے لگتے ہیں۔

تشدد کا جوبن

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں...... دعوتِ حق کا اعلان کرتے ہیں تو بے تحاشا پٹتے ہیں...... اِس طرح کہ یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے پٹتے پٹتے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں......

یہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ[3] ہیں...... جنہیں جلتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے اور چھاتی پر بھاری پتھر

---

[1] ابوجہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا مکہ میں حکیم و دانا تسلیم کیا جاتا تھا۔ اِسی مناسبت سے کنیت ابوالحکم تھی لیکن اسلام جیسی روشنی کا انکار کیا تو ابوجہل کے نام سے مشہور ہوا۔ دُبلا پتلا، تیز مزاج، تیز زبان اور تیز نظر تھا۔ مکہ کے لوگ ابوجہل کو قریش کا ہیرو سمجھتے تھے دلیر اور بہادر آدمی تھا۔ انہی ذاتی صفات کی وجہ سے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ ''اے خدا ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما''...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا مگر ابوجہل اپنی اکڑ اور انانیت کی وجہ سے دعوتِ حق سے محروم رہا۔ حضور ﷺ کے خلاف منظم سازشوں کی رہنمائی یہی کیا کرتا تھا۔

[2] ابولہب کی بیوی اُم جمیل مکہ کی مال دار مغرور چھیل چھبیلی خاتون تھی۔ جسے حمالۃ الحطب کا لقب دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھاتی۔ تاکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بچوں کے پاؤں میں کانٹے چبھیں۔ اُم جمیل پورے مکہ میں لگائی بجھائی کرنے والی عورت مشہور تھی، زبان دراز اور منہ پھٹ تھی، اِس کو ٹوکنے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی۔ ابولہب کی طرح اِسے بھی قرآن میں سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

[3] خباب بن ارت کی کنیت ابوعبداللہ تمیمی ہے۔ اِن کو زمانہ جاہلیت میں قید کر دیا گیا تھا۔ ایک خزاعیہ عورت نے خرید کر آزاد کرایا تھا۔ حضور ﷺ کے دارارقم میں تشریف لانے سے قبل اسلام لائے تھے۔ کفارِ مکہ کے بے پناہ ظلم وستم برداشت کیے اور صبر سے کام لیا۔ کوفہ میں ۳۷ھ میں وفات پائی۔ اُس وقت ان کی عمر تہتر سال تھی۔

Marfat.com

رکھ دیا جاتا ہے۔ تا کہ پہلو نہ بدل سکیں۔

یہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ [1] ہیں...... سورج نصف النہار پر ہے۔ گلے میں رسی ڈال کر زمین پر گھسیٹا جا رہا ہے مگر پھر بھی ''احد، احد'' پکارے جا رہے ہیں۔

یہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ [2] ہیں...... ٹانگوں کو رسی باندھ کر اس قدر جلتی زمین پر گھسیٹا جا رہا ہے کہ بار بار بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

یہ سمیہ رضی اللہ عنہ ہیں...... جنہیں زہر آلود نیزے سے وحشیانہ طریقے سے شہید کیا جاتا ہے...... یہ یاسر عنسی رضی اللہ عنہ [3] ہیں...... جو اس راہ میں شہید ہو جاتے ہیں۔

یہ صہیب رضی اللہ عنہ [4] ہیں...... جنہیں اس قدر پیٹا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ...... مگر پھر بھی دعوتِ حق سے باز نہیں آتے۔ یہ ابو فکیہہ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں...... پاؤں میں رسی ہے اور گلیوں میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ شہر کے آوارہ لوگ طعنوں کے تیر برسا رہے ہیں۔

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آغاز میں اسلام قبول کیا۔ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ مکہ میں اُنھیں اذیت ناک تکالیف دی جاتیں۔ امیہ بن خلف جمحی ان پر بہت تشدد کیا کرتا تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ ظالم جنگ بدر میں بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار (بلال رضی اللہ عنہ) کو آزاد کرنے والے ہیں۔ آخری عمر میں شام میں رہنے لگے تھے۔ ۲۰ ہجری کو انتقال ہوا اُس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی......

[2] عمار رضی اللہ عنہ یاسر عنسی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، بنی مخزوم کے آزاد کردہ اور حلیف تھے۔ عمار رضی اللہ عنہ ابتداء ہی میں اسلام لے آئے یہ اُن کمزور صحابیوں میں سے ہیں جن کو مکہ میں راہِ خدا میں بہت تکالیف اٹھانی پڑیں اور دہکتے انگاروں تک پر لٹایا گیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کا گزر اُس جانب سے ہوا جہاں عمار رضی اللہ عنہ مشقِ ستم بنے ہوئے تھے تو عمار رضی اللہ عنہ پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے کہا ''اے آگ تو عمار رضی اللہ عنہ کے لیے ٹھنڈک، عافیت اور سلامتی بن جا جس طرح کہ تو ابراہیم علیہ السلام کے لیے بن گئی تھی'' اولین مہاجرین میں عمار رضی اللہ عنہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بہت تکالیف اُٹھائیں۔ حضور ﷺ نے عمار رضی اللہ عنہ کا نام ''الطیّب المُطیَّب'' رکھا، یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور وہاں ۲۷ء ہجری میں جب کہ ان کی عمر ۹۳ سال تھی شہید ہوئے۔

[3] یہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے مکہ میں مع اپنے دو بھائیوں کے جن کا نام حارث اور مالک تھا اپنے چوتھے بھائی کی تلاش میں تشریف لائے پھر حارث اور مالک تو یمن واپس پلٹ گئے مگر یاسر رضی اللہ عنہ مکہ ہی میں مقیم ہو گئے اور ابو حذیفہ بن المغیرہ رضی اللہ عنہ کے حلیف بن گئے۔ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُن کا نکاح اپنی باندی سمیہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ بعد میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں رہا کر دیا۔ راہِ خدا میں اُنہیں بھی مکہ کے پُرتشدد دور میں شہادت نصیب ہوئی۔

[4] صہیب رضی اللہ عنہ سنان کے بیٹے اور عبداللہ بن تیمی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی کنیت ابو یحیٰی ہے۔ دجلہ اور فرات کے درمیان شہر موصل میں اِن کے مکانات تھے رومیوں نے اِن اطراف میں یورش کی اور اِن کو قید کر لیا۔ ابھی چھوٹے سے بچے تھے۔ لہٰذا نشو و نما روم میں ہوئی۔ رومیوں سے اِن کو 'کلب' خرید کر مکہ لائے اور عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ عبداللہ بن جدعان نے اگرچہ آزاد کر دیا لیکن آپ مرتے دم تک اُن کے ساتھ رہے۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور انہوں نے ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔ مکہ میں بہت تکالیف اُٹھائیں۔ اِس لیے مدینہ کو ہجرت کی۔ ۸۰ ہجری میں مدینہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں جگہ پائی انتقال کے وقت اِن کی عمر ۹۰ سال تھی۔

Marfat.com

یہ بنستہ رضی اللہ عنہ، نہدیہ رضی اللہ عنہا اور اُم عبس رضی اللہ عنہ ہیں...... جنہیں بے تحاشا پیٹا جا رہا ہے۔

یہ عثمان بن (1) مظعون رضی اللہ عنہ اور زنیرہ رضی اللہ عنہ ہیں...... کہ جن کی آنکھیں پھوڑ دی جاتی ہیں۔

یہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (2) اور زبیر بن رضی اللہ عنہ (3) بن عوام ہیں...... جنہیں چٹان کے ساتھ باندھ کر پیٹا جا رہا ہے۔

یہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (4) ہیں...... کہ جن پر وحشیانہ طریقے سے تشدد کیا جا رہا ہے۔

یہ خالد بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں...... کہ جن کا سر پھوڑ دیا گیا ہے۔

یہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ہیں...... اس قدر پیٹے جاتے ہیں کہ لہولہان ہو جاتے ہیں۔

یہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ (5) ہیں...... جو رسیوں سے بندھے کراہ رہے ہیں۔

---

(1) اِن کی کنیت ابوسائب تھی تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں اِنہوں نے کیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی شراب سے دور رہتے تھے۔ یہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے شخص ہیں جن کی وفات مدینہ میں شعبان کے مہینہ میں ہجرت کے پورے تیس ماہ گزرنے پر واقع ہوئی۔ حضور ﷺ نے اِن کی میت کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا اور جب یہ دفن کیے گئے تو فرمایا۔ ''یہ شخص گزرنے والوں میں سے ہمارے لیے بہترین شخص تھا''...... جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

(2) ان کی کنیت ابوعبداللہ قریشی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر اول دور میں حضور ﷺ کے دارارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام لائے۔ ہجرت حبشہ دومرتبہ کی غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ ان کو ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے عقد میں حضور ﷺ کی دونو رِنظر یعنی صاحبزادیاں رقیہ رضی اللہ عنہا اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے آئیں۔ ۲۴ھ میں محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنے اِن کا دَورِ خلافت ۱۲ سال سے کچھ دن کم رہا۔ ایک مصری نے آپ کو شہید کیا، شہادت کے وقت عمر ۸۶ یا ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

(3) زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ قریشی تھی، اِن کی والدہ صفیہ، عبدالمطلب کی بیٹی اور حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ اور اِن کے والد آغاز میں ہی اسلام لے آئے تھے۔ اُس وقت، اِن کی عمر ۱۶ سال تھی۔ اِنھیں مکہ میں بہت تکلیف پہنچائی گئی۔ ان کے چچا نے انہیں دھوئیں سے دم گھونٹ کو تکلیف دی۔ تاکہ اسلام چھوڑ جائیں مگر یہ ثابت قدم رہے۔ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار سونپی اور ''حواریٔ رسول'' کا لقب پایا۔ عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہیں۔ ان کو مقام سفوان اجرہ میں عمرو بن جرموز رضی اللہ عنہ نے ۳۶ ہجری میں شہید کیا۔ اُس وقت ان کی عمر چونسٹھ سال تھی۔

(4) اصل نام جندب تھا مگر ابوذر غفاری کے نام سے مشہور ہیں والد کا نام جنادہ تھا۔ یہ بلند مرتبہ تارک الدنیا اور مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ آغاز میں ہی اسلام قبول کیا۔ پھر اپنی قوم کے پاس آئے اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے۔ غزوہ خندق کے بعد مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ ۳۲ھ میں ربذہ کے مقام پر خلافت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

(5) اِن کی کنیت ابواعوار ہے۔ عدوی قریشی تھے۔ عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتا ہے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ تمام غزوات سوائے غزوہ بدر کے حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی غزوہ بدر میں یہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ طلحہ بن عبداللہ کے ساتھ تھے جو قریش کے غلہ والے قافلے کی کھوج لگانے کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت میں اِن کا حصہ بھی مقرر فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اِن کے نکاح میں تھیں یہی وہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اِسلام ہوئے۔ ۵۱ ہجری میں مقام عتیق میں وفات پائی اور وہاں سے مدینہ لائے گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ستر سال سے زائد عمر پائی۔

Marfat.com

یہ سعید بن وقاص رضی اللہ عنہ [1] اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [2] ہیں...... جو تشدد کا شکار ہیں......

الغرض ستم کا ایک بازار گرم ہے۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ خونِ مسلم سے نہائی ہوئی ہے...... قریش یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید یوں ہی دعوت حق رُک جائے مگر یہاں معاملہ اِس کے برعکس ہے...... یہ تشدد دیکھ کر لوگوں کے دِلوں میں نرم گوشے پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں......

---

[1] یہ قریشی ہیں۔ ان کی پیدائش کے سال کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہتے ہیں کہ ہجرت سے قبل ان کی عمر ۲۳ سال تھی۔ یہ کہا جاتا ہے بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ خود بھی کہتے ہیں اَسْلَمْتُ وَ اَنَا ابنُ تسعَ عشرَۃ سنۃ۔ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِن کو کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ ۵۹ ہجری میں وفات پائی۔

[2] عبداللہ بن مسعود کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ حضور ﷺ کے دار ارقم میں داخلہ سے قبل اِسلام لائے۔ یہ حضور ﷺ کے خاص خدام میں داخل ہو گئے۔ حضور ﷺ کے گہرے رازداں تھے حبش کی طرف ہجرت کی غزوہ بدر کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی۔ اِن کی ظاہری صورت اور حلم وقار حضور ﷺ سے بہت مشابہ تھا۔ ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ وفات کے وقت اِن کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔

Marfat.com

سوئے حبش

Marfat.com

''کَانَ اِیْضَاءَ وَکَانِ النُّوْرَ نَتْبَعَہُ
بَعْدَ الاِلٰہِ وَکَانَ السمعَ البَصَرَا

''وہ روشنی تھے۔ وہ نور تھے کہ خدا کے بعد ہم
آپ ﷺ کا اتباع کرتے تھے۔
وہی ہماری سماعت اور وہی ہماری بصارت تھے۔''

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

نئی سرزمین

رجب کا مہینہ

۴۵ عام الفیل

۵ بعد بعثت

گیارہ مرد اور چار خواتین چھپتے چھپاتے مکہ سے نکل کر شعیبہ کی بندرگاہ کی جانب بڑھے چلے جا رہے ہیں......ظلم و جبر کی بستی مکہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ چھاڑ کر...... جب ستم کی چکی میں پستے پستے پیمانۂ صبر جواب دے گیا......تو حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا......

''لَوْ خَرَجْتُمْ اِلٰی اَرْضِ الْحَبْشَةِ فَاِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ وَهِیَ اَرْضُ صِدْقٍ حَتّٰی يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ فَرَجًا مِمَّا اَنْتُمْ فِيْهِ.''

''اچھا ہو کہ تم حبش نکل جاؤ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے۔ جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم وہیں ٹھہرے رہو!''

اور اب یہ ننھا منا قافلہ اِس حکم کی تعمیل میں گھر بار عزیز و اقارب مال و اسباب اور کاروبار کو چھوڑ کر حبش کی جانب چلا جا رہا ہے...... اِس قافلے کے سالار سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جب کہ اُن کی بیوی رقیہ (رضی اللہ عنہا) [1] بنت محمد (ﷺ) بھی ہمراہ ہیں...... اِدھر جب مکہ کے ستم گروں کو یہ خبر ہوتی ہے کہ مشقِ ستم بننے والے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں تو تعاقب کی غرض سے خوب بھاگتے دوڑتے چلے گئے مگر صیاد کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی شکار کشتی میں سوار ہو جاتا ہے.........حبش کی زمین پر قافلے والے پاؤں رکھتے ہیں تو سکون محسوس کرتے ہیں......... یہاں احکامِ الٰہی پر پوری طرح عمل پیرا ہونے میں آزادی ہے.........عبادت الٰہی

---

[1] حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد ۳ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں۔ عتبہ نے طلاق دے دی تو اِن کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، حبش کی ہجرت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھیں۔ حضور ﷺ نے اس موقع پر کہا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی 'بی بی' کو ساتھ لے کر ہجرت کی۔ حبش میں رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں عبداللہ پیدا ہوا جو چھ سال زندہ رہنے کے بعد چل بسا۔ حبش سے مکہ اور پھر مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں۔ یہ زمانہ غزوہ بدر کا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اِن کی تیمارداری کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہو سکے۔ جس روز فتح کا پیغام زید بن حارثہ نے مدینہ میں سنایا۔ اُسی روز رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ حضور ﷺ غزوہ بدر کی وجہ سے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

Marfat.com

میں آزادی ہے...... کوئی اذیت دینے والا نہیں اور نہ ہی کوئی طعنے دینے والا ہے۔ پرانی تجارت گاہ ہونے کی وجہ سے رزق کمانے کی سہولت بھی میسر ہے۔ یوں زندگی کے دِن امن وسکون سے بسر ہونے لگتے ہیں......

لمحات وارفتگی

قریش کا ایک بہت بڑا مجمع حرمِ پاک میں جمع ہے......

اپنے مشن سے ایک لمحے کے لیے بھی نہ غافل ہونے والے حضرت محمد ﷺ اس قدر لوگوں کو جمع دیکھتے ہیں تو دعوتِ حق کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں...... ربِّ کائنات کی جانب سے اِس موقع پر آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر سورہ نجم کی آیات جاری ہوجاتی ہیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝

اللہ اللہ کتنا پرسوز کلام ہے یہ......شور مچانے والوں کی زہریلی زبانیں بند ہو جاتی ہیں...... کان اِس رس بھری آواز کو سنتے چلے جاتے ہیں...... سننے والوں میں وہ بھی موجود...... کہ جن کی کمریں بڑھاپے نے خمیدہ اور بال چاندی کی مانند سفید کر دیے ہیں......اور وہ بھی کہ جن کی جوانی کے چرچے چہار سو ہیں......اپنے بھی، غیر بھی، حامی بھی، مخالف بھی...... سبھی ہمہ تن گوش...... اور کلامِ الٰہی سے مسحر ہوتے چلے جا رہے ہیں......

آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے اب یہ آیتِ مبارکہ جاری ہو رہی ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝

(النجم: ٥٣)

جونہی یہ آیتِ سجدہ لبوں پر آتی ہے۔ آپ ﷺ قبلہ رُخ ہو کر ربِّ کائنات کے حضور ﷺ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کو سجدہ ریز ہوتے دیکھ کر سبھی سجدے میں جا پڑتے ہیں...... جوانوں کی پیشانیاں زمین کو چوم لیتی ہیں......اور وہ بوڑھے[1] جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکتے...... مٹی اٹھا کر پیشانی پر مل کر اِس فعل کی تقلید کر لیتے ہیں...... یہ لمحاتِ وارفتگی گزرتے ہیں تو ظالموں کی رگِ حمیت پھڑک اٹھتی ہے......ان میں کچھ شرارتی پھر طعنے دینے شروع کر دیتے ہیں۔

”کہ تم تو ہمیں اِس بات سے منع کرتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کی تقلید نہ کرو مگر حیف ہے تم پر کہ تم خود اُس کے کلام سے متاثر ہو گئے۔“

یہ چبھتے فقرے......اور طنز کفار سنتے ہیں آئیں بائیں شائیں کر کے رہ جاتے ہیں اور اِس فعل کی لایعنی تاویلیں دینے لگتے ہیں۔

[1] ایک مشرک اُمیہ بن خلف نے سجدہ کرنے کے بجائے کچھ مٹی اٹھا کر پیشانی سے لگالی اور کہا میرے لیے بس یہی کافی ہے۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکا تو اُس نے بھی مٹھی بھر مٹی اُٹھا کر اپنی پیشانی پر لگالی......ایک اور بوڑھے مشرک ابواحیحہ سعید العاص نے بھی پیشانی پر مٹی لگا کر سجدہ نہ کرنے کی تلافی کی۔

Marfat.com

فیصلہ

مکہ مطیع ہو گیا......!

ہاں! مکہ مطیع ہو گیا......!

حبش میں موجود غریب الوطن مسلمان جب یہ سنتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور وطن کی یاد ستانے لگی ہے...... باہم صلاح ومشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ مکہ واپس پلٹنا چاہیے۔ سورختِ سفر باندھا جاتا ہے اور مکہ کی جانب چل پڑتے ہیں۔ دل خوشی سے پھولے نہیں سمارہا کہ ظلم و جبر کی بستی حق کو قبول کر چکی ہے...... مگر جب مکہ کے قریب پہنچتے ہیں تو اصل حقیقت منکشف ہوئی کہ کفار تو محض سورۃ نجم سن کر سجدہ ریز ہوئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی عقلوں پر ابھی تک پتھر پڑے ہوئے ہیں۔

صیاد کے دام میں ایک مرتبہ پھر شکار پہنچ جاتا ہے تو تشدد جوبن پر پہنچ جاتا ہے ظلم کی آندھی شدت سے چلنے لگتی ہے...... ستم اِس بار بھی ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے تو مجاہدین پھر سوئے حبش نکل کھڑے ہوتے ہیں مگر اِس مرتبہ قافلہ پہلے سے بہت بڑا ہے...... بچاسی مرد اور سترہ عورتیں...... اِدھر یہ قافلہ حبش کی زمین پر اُترتا ہے تو اُدھر مکہ میں کہرام مچ جاتا ہے...... کہرام کیوں نہ مچتا؟...... باثر گھرانوں میں سے کسی کا بھائی دعوتِ حق قبول کر کے غریب الوطن ہوا...... تو کسی کا بیٹا، کسی کا باپ صابی ہو گیا تو کسی کا چچا......

غرض بہت سے باثر گھرانے اِس ہجرت سے متاثر ہوئے ہیں...... اس لیے فیصلہ ہوتا ہے...... حبش میں اُنھیں چین سے نہ بیٹھنے دیا جائے...... عمرو بن عاص[1] اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کفار کی جانب سے سفیر بنتے ہیں[2] ...... ستم گروں کے سفیر حبش کے بادشاہ نجاشی سے ملنے اور دعوتِ حق کے پروانوں کی واپس ستم کی بھٹی میں پلٹنے پر مجبور کرنے کے لیے حبش کی زمین پر اترتے ہیں...... نجاشی کے درباریوں میں بے پناہ دولت تقسیم کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"تمہارے ہاں ہمارے شہر سے کچھ گمراہ لوگ بھاگ آئے ہیں۔ ہم اُنھیں واپس لے جانا چاہتے

[1] عمرو نام، ابو عبداللہ اور ابو محمد کنیت تھی۔ والد کا نام عاص بن وائل تھا۔ عمرو جب تک اسلام نہ لائے ڈٹ کر مخالفت کی مسلمان کو ایذا رسانی میں پیش پیش رہے۔ غزوہ خندق میں مشرکین کی جانب سے شرکت کی۔ اِسی غزوہ کے بعد اسلام سے متاثر ہونا شروع کیا۔ پھر حبش میں نجاشی کے پاس پہنچے تو اُسے بھی اسلام سے متاثر پایا۔ اُس کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کی۔ پھر خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ آکر دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ پھر مکہ اور کچھ عرصہ بعد مدینہ واپس آ گئے۔ فتح مکہ کے بعد مختلف سریے اِن کی سربراہی میں بھیجے گئے۔ حضور ﷺ نے مختلف حکمرانوں کی جانب اُنھیں سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مصر ان کے حوالے کیا گیا پھر فلسطین چلے گئے۔ جب مصر و شام مطیع ہو گئے تو عمرو مصر کے گورنر بنے۔ اپنے عہدِ حکومت میں ۴۳ ہجری کو وفات پائی۔

[2] اِن کی والدہ کا نام ابو ربیعہ بن المغیرہ تھا۔

Marfat.com

ہیں...... اس سلسلے میں ہم نجاشی کے روبرو بات کریں گے مگر تم ایسا رویہ اختیار کرو کہ اُنھیں صفائی پیش کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔''

درباریوں کو خریدنے کے بعد نجاشی کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ سجدہ بجالانے کے بعد بیش قیمت تحائف پیش کرتے ہوئے مدعائے آمد بیان کرتے ہیں...... کہ:

''ہمیں اشرافِ مکہ نے آپ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے کہ...... ہمارے شہر کے چند سرپھرے اور نادان لوگوں نے ہمارے دھرم کو چھوڑ کر ایک نیا دین گھڑ لیا ہے۔ جس طرح یہ دین ہمارے لیے خطرناک ہے۔ اسی طرح یہ آپ کے دین کے لیے بھی خطرناک ہے۔ لہٰذا اِن بھگوڑوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔''

رشوت کھا کر ایمان بدلنے والے درباری بھی اِن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہتے ہیں...... کہ

''اِن لوگوں کو ضرور واپس کر دینا چاہیے کیونکہ ان کے اپنے علاقے کے لوگ اِنھیں بہتر جانتے ہیں۔''

مگر نجاشی برہم ہوتے ہوئے کہتا ہے:

''میں مہاجرین کا بیان سنے بغیر اِن کے حوالے کیسے کردوں یہ لوگ پناہ کی غرض سے میرے ملک آئے ہیں پہلے میں اُن کا نقطہ نظر سنوں گا......''

چناں چہ نجاشی آپ ﷺ کے جانثاروں کو بلا بھیجتا ہے...... آپ ﷺ کے جانثار دربار نجاشی میں حاضر ہوتے ہیں تو بڑے وقار اور تمکنت کے ساتھ...... دستور کے مطابق سجدہ بھی نہیں کرتے...... پوچھا جاتا ہے۔

''تم نے بادشاہ وقت کو سجدہ کیوں نہ کیا؟''

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [1] اصحابِ رسول کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ خدا کے سوا کوئی سجدہ کے لائق نہیں۔''

نجاشی سوال کرتا ہے:

''یہ کیا معاملہ ہے......؟ عیسائیت اور بت پرستی کے علاوہ وہ کون سا مذہب ہے جو تم نے بنا لیا ہے۔ مجھے اس نئے دین کے متعلق کچھ بتلاؤ......''

[1] یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی اور ابوطالب کے بیٹے ہیں ان کا لقب ''ذوالجناحین'' ہے قدیم الاسلام ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ حضور ﷺ کی صورت سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ۴۱ برس عمر پائی۔ اِن کے بدن کے سامنے والے حصے پر تلوار اور نیزے کے نوے زخم آئے تھے۔

Marfat.com

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہیں...... اور پورے اعتماد و وقار کے ساتھ اسلام کی تعلیمات بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں...... وہ کہہ رہے ہیں۔

"اے بادشاہ! ...... ہم جاہلیت میں پڑی ہوئی قوم تھے بتوں کو پوجتے مرے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاتے، فحش کام کرتے، قطع رحمی کرتے، نہ ہمسایوں کا خیال رکھتے اور نہ ہی عہد و پیمان کا پاس...... اور ہم میں سے طاقت ور سدا کمزور کو ختم کرنے میں رہتا......

ہم اس حال میں تھے کہ رب کائنات نے ہماری طرف ہم میں سے ہی ایک رسول بھیجا جس کے نسب، جس کی صداقت جس کی امانت اور جس کی پاک دامنی کو ہم جانتے ہیں۔ اُس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اُس کی توحید کے قائل ہوں اور اُس کی عبادت کریں اور اُن پتھروں اور بتوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہم اور ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ اُس نے ہمیں راست گوئی، امانت داری، صلہ رحمی، ہمسائیگی، اور عہد و پیمان کی پاسداری کا اور حرام افعال اور خون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا...... ہم کو فواحش سے، جھوٹ سے یتیموں کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے روکا۔

ہمیں صرف خداوند واحد کی عبادت کرنے اور کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ کرنے کی تلقین کی اور ہمیں نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی۔

پس ہم نے اُن ﷺ کی تصدیق کی اور ان ﷺ پر ایمان لے آئے اور جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لائے تھے۔ اُس میں اُن ﷺ کی پیروی کی۔ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جس چیز کو اُنہوں ﷺ نے ہم پر حرام کر دیا ہم نے اُسے حرام کیا اور جسے اُنہوں نے ہمارے لیے حلال کیا اُسے ہم نے حلال کیا...... اِس پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی اُس نے ہم کو عذاب دیے اور دین کے معاملہ میں ہم پر ظلم توڑے تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بتوں کی طرف پھیر دیں اور ہم اُن تمام خبائث کو پھر سے اپنا لیں جنہیں پہلے روزمرہ زندگی میں شامل کیے ہوئے تھے۔

آخر کار جب اِنھوں نے ہم پر سختی کی اور ہماری زندگی تنگ کر دی اور ہمارے دین کے راستے میں حائل ہو گئے...... تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور دوسروں کے بجائے آپ کے ہاں آنا پسند کیا اور آپ کی پناہ چاہی۔ اِس اُمید پر کہ...... اے بادشاہ...... آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا۔"

"کیا تم وہ کلام سنا سکتے ہو خداوند کی جانب سے تمہارے رسول (ﷺ) پر نازل ہوا ہے۔"

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی معروضات سننے کے بعد نجاشی کہتا ہے تو جعفر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں۔

"کیوں نہیں......؟"

Marfat.com

اور سورۃ مریم انتہائی سوز سے سنانے لگتے ہیں۔

كٓهيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝

(مریم: ۱۔۳)

نجاشی کلام الٰہی سنتا جا رہا ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ بہہ کر ڈاڑھی کو تر کرتی جاتی ہے۔ تلاوت ختم ہوتی ہے تو کہنے لگتا ہے۔

''خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔''

اور ساتھ ہی فیصلہ بھی سنا دیتا ہے کہ:

''مہاجرین کو واپس نہیں کیا جائے گا۔''

عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ منہ لٹکا کر نجاشی کے دربار سے پلٹتے ہیں اور سر جوڑ کر سوچنے لگتے ہیں...... دفعتاً عمرو بن العاص کو ایک تجویز سوجھتی ہے اور عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہنے لگتا ہے۔

''میں دربا نجاشی میں کل پھر جاؤں گا اِس مرتبہ ایسے طریقے سے بات کروں گا کہ نجاشی مہاجرین کو ہمارے ساتھ بھیجنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

اگلے روز جب دربار خوب جم جاتا ہے...... اور نجاشی دربار میں آ بیٹھتا ہے۔ تو عمرو بن العاص دربار میں حاضر ہو کر ایک طویل سجدہ تعظیم کرنے کے بعد گویا ہوتا ہے کہ:

''اے بادشاہ! یہ مہاجرین حضرت عیسیٰ علیہ السلام [1] کے بارے میں بہت غلط نظریات رکھتے ہیں۔ ذرا انھیں بلا کر پوچھیے تو...... کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اِن کے کیا نظریات ہیں؟......''

مہاجرین پھر بلائے جاتے ہیں...... اور نجاشی چھوٹتے ہی سوال کرتا ہے۔

''تمہارا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟......''

جعفر بن ابی طالب آگے بڑھ کر بلا جھجک کہتے ہیں۔

''هو عبدالله ورسله وكلمتهٗ القاها الىٰ مريم العذراء۔''

''وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اُس کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں۔ جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا تھا۔''

---

[1] حضرت عیسیٰ کا عبرانی نام لیسوع ہے، ان کی والدہ کا نام مریم تھا، ان کے ماموں کا نام ہارون تھا، نانا کا نام عمران تھا، خدا کے نبی تھے۔ جب مریم ایّت جوان ہوئیں تو فرشتہ نے آ کر اُن کے سامنے اللہ کی جانب سے بشارت سنائی کہ ان کے پیٹ سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے اگرچہ اُن کو کسی مرد نے نہیں چھوا۔ بشارت کے مطابق بچہ ہوا، نام عیسیٰ علیہ السلام (یسوع) رکھا گیا۔ بچپن مصر میں گزرا، تیس سال کی عمر میں تبلیغ شروع کی۔

Marfat.com

نجاشی جو یہ سنتا ہے......تو تنکا زمین سے اُٹھا کر پکار اُٹھتا ہے۔

''خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے اِس تنکے برابر بھی زیادہ نہیں......''

دربار میں موجود پادری، نجاشی کی زبان سے یہ بات سنتے ہیں تو بہت جزبز ہوتے ہیں۔ نتھنے طیش سے پھول جاتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے سانسوں کی خرخرہٹ بھی سنائی دینے لگتی ہے مگر نجاشی اِس کی کوئی پروا نہیں کرتا اور ایک مرتبہ پھر فیصلہ سنا دیتا ہے۔ کہ:

''مہاجرین کو ہرگز واپس نہیں کیا جائے گا۔''

Marfat.com

Marfat.com

آزمائش کی بھٹی

Marfat.com

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيْمٍ

(حٰم السجدہ: ۳۵)

''یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر اُن لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔''

Marfat.com

نورِ ایمان

''ابوعمارہ (رضی اللہ عنہ) [1] کچھ سنا آپ نے؟''

حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) تیر کمان اُٹھائے شکار سے واپس آ رہے ہیں کہ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی رستہ روک کر کہتی ہے۔

حمزہ رُک جاتے ہیں اور سوالیہ نظروں سے لونڈی کی جانب یوں دیکھتے ہیں جیسے پوچھ رہے ہوں...... ''کیا ہے وہ انوکھی خبر جو تم مجھے سنانا چاہتی ہو!''

''آج آپ کا بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہِ صفاء کے پاس سے گزر رہا تھا کہ ابوالحکم [2] نے پہلے تو بے تحاشا فحش گالیاں دیں اور پھر ایک پتھر اُٹھا کر اُن کے سر پر دے مارا جس سے سر زخمی ہو گیا اور خون بہہ نکلا...... ہائے! اگر آپ خود دیکھ سکتے کہ آپ کے بھتیجے پر کیا بیتی......؟''

لونڈی افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے یہ کہتی ہے تو حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی رگِ حمیت جاگ اُٹھتی ہے آنکھیں انگارہ اور چہرہ غصے سے گلنار ہو جاتا ہے......سیدھے حرم پہنچتے ہیں...... کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ابوجہل دوسرے سردارانِ قریش کے ہمراہ بیٹھا ہے......قریب پہنچ کو پورے زور سے کمان اُس کے سر پر دے مارتے ہیں۔ سر پھٹ جاتا ہے اور خون کا فوارہ بہہ نکلتا ہے......حمزہ (رضی اللہ عنہ) پھر شدتِ جذبات سے پکار اُٹھتے ہیں۔

''ابوالحکم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے تو سن لے میں بھی اُسی کے دین پر ہوں مجھے بھی وہی گالی دے کے دیکھ......''

ابوجہل کو پٹتے دیکھ کر اُس کی حمایت میں بنی مخزوم کے کچھ لوگ آگے بڑھتے ہیں مگر ابوجہل اُنھیں روک کر کہتا ہے۔

''ابوعمارہ (رضی اللہ عنہ) کو چھوڑ دو میں نے اِس کے بھتیجے کو بہت بری گالیاں دی تھیں۔''

---

[1] ابوعمارہ رضی اللہ عنہ کنیت اور نام حمزہ رضی اللہ عنہ تھا۔ عبدالمطلب کے بیٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ اِس وجہ سے آپ دونوں رضائی بھائی بھی تھے۔ بعثت کے دوسرے سال مسلمان ہوئے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ وحشی بن حرب نے آپ شہید کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو یا چار سال بڑے تھے۔

[2] ابوالحکم ابوجہل کی کنیت تھی۔

Marfat.com

حمزہ (رضی اللہ عنہ) حرم سے نکل کر گھر پہنچے ہیں تو درِ ذہن پر شیطانی وسوسے دستک دینا شروع کر دیتے ہیں۔

"تو قریش کا سردار ہے...... تو نے حمیت میں آ کر یہ کیا کہہ دیا تو نے اُس شخص کی پیروی کی جو آبائی دین کو چھوڑ چکا ہے تو نے جو کام کیا ہے اُس سے کہیں بہتر تھا کہ تجھے موت آ جاتی"

حمزہ رضی اللہ عنہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی...... کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے...... خود بخود ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں اور یہ دعا لبوں پر مچلنے لگتی ہے۔

"اے خدا! اگر یہ صراطِ مستقیم ہے تو اِس کی تصدیق میرے دل میں ڈال دے ورنہ میرے لیے اِس سے فرار کی کوئی راہ نکال دے۔"

ساری رات تڑپ تڑپ کر گزاتے ہیں...... کبھی اپنی سرداری اور اُس کے خاک میں ملنے کا خیال آتا ہے...... تو کبھی اپنی اُس للکار اور عہد کا پاس جو انہوں نے حرم میں بھری بزم کیا تھا...... جیسے تیسے رات کٹتی ہے تو دربار آپ ﷺ کے پاس جا کر فرماتے ہیں۔

"بھتیجے!...... میں عجب اُلجھن میں پھنس گیا ہوں میں ایک ایسے معاملے میں پڑ گیا ہوں جس سے نکلنے کی کوئی صورت مجھے نظر نہیں آتی...... میرے جیسے آدمی کا ایسی چیز پر قائم رہنا۔ جس کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ وہ حق ہے یا باطل...... ایک شدید بات ہے......"

آپ ﷺ یہ سن کر چچا کو نصیحت کرتے ہیں...... خوفِ خدا یاد دلاتے ہیں...... دین حق کھول کر سامنے رکھتے ہیں اور ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے دِل کو نورِ ایمان سے منور کر دیتا ہے۔

ظالمانہ دستاویز

ابھی تین ہی روز گزرے ہیں اِس واقعہ کو......

کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) [1] بھی دعوتِ حق پر لبیک کہنے دارِ ارقم آ پہنچتے ہیں...... عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کے بعد مسلمان اپنے اندر بے پناہ توانائی محسوس کرنے لگتے ہیں، مکہ کے باسی اَب ذرا کھل کر دعوتِ حق کی

---

[1] اِن کی کنیت ابوحفصہ ہے۔ نبوت کے چھٹے سال دارِ ارقم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اِن سے قبل چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ اِسلام لائے تو جبرائیل نے آ کر حضور ﷺ سے فرمایا۔ "اے محمد ﷺ تمام آسمانوں والے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے بہت خوش ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ پہلے خلیفہ ہیں جو امیر المومنین کے لقب سے پکارے گئے۔ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولوۃ نے مدینہ ۲۳ ہجری میں آپ کو زخمی کیا اِسی زخم کی وجہ سے ۱۴ دن بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ اُس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ مدت خلافت دس سال چھ ماہ ہے۔ نماز جنازہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

Marfat.com

جانب آنے لگے ہیں۔ اطراف مکہ سے بھی لوگ آ کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ ادھر بادشاہ حبش نجاشی نے آپ ﷺ کی کھلم کھلا حمایت شروع کر دی ہے...... حبش سے قافلے مکہ آنے لگے ہیں تاکہ دعوتِ حق سے روشناس ہوا جا سکے......!

مکہ کے سردار جو یوں حالات کا پانسہ پلٹتے دیکھتے ہیں تو تلملا کر رہ جاتے ہیں...... ان کا کوئی حربہ بھی تو کامیاب نہیں ہو رہا...... ایک مرتبہ پھر سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں...... تاکہ دعوتِ حق کو ''بریک'' لگائی جا سکے!...... فیصلہ ہو جاتا ہے تو ایک خوفناک اور ظالمانہ دستاویز[1] لکھی جاتی ہے۔

''ہم اللہ کی قسم کھا کر عہد کرتے ہیں کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے نہ کر دیں اُس وقت تک ان سے میل جول، شادی بیاہ، اور خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھیں گے......''

اِس دستاویز کی قریش کے تمام خاندان تائید کرتے ہیں اور پھر اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیتے ہیں۔

ظلم کی سانس اکھڑتی ہے:

''یہ صریحاً ظالمانہ مقاطعہ ہے۔''

ہشام بن عمرو العامری[2]، شعب ابی طالب کی جانب سے آنے والی بچوں کے رونے اور بلکنے کی آوازوں کو سنتا ہے تو اُس کا دِل و دماغ اور ضمیر یہ متفقہ فیصلہ دے دیتا ہے۔! پھر وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے:

''آپ ﷺ کے ساتھ بنی ہاشم اور بنی المطلب ابی طالب میں محصور ہوئے آج تین سال ہونے کو ہیں...... نہ اُن سے کوئی غمی خوشی اور شادی بیاہ کا رشتہ رکھ سکتا ہے نہ خرید و فرخت کا تعلق...... کھانے پینے کی اشیا اِن تک پہنچانے کے سارا راستے مسدود......''

بھوک سے بلکنے والے بچوں کی صدائیں ایک مرتبہ پھر ہشام کے کانوں سے ٹکراتی ہیں تو وہ تڑپ اُٹھتا ہے...... بے چین ہو جاتا ہے...... اور شدید اضطراب کے عالم میں گھر کی دہلیز کو عبور کر کے دوڑتے زہیر بن ابی اُمیہ[3] کے پاس پہنچتا ہے...... زہیر سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

''اے زہیر! کیا تم اِس سے خوش ہو کر کھاؤ پیؤ شادی بیاہ کرو اور تمہارے ننہال کے لوگ بھوکے

[1] مقاطعہ کی یہ دستاویز منصور بن عکرمہ عبدری نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر کعبے میں لٹکائی خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بعد میں اِس ظالم کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

[2] یہ نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کے بھتیجے یعنی اُس کے ماں جائے بھائی کے بیٹے ہیں۔ یہ اِس موقع پر چوری چھپے صلہ رحمی کا بھی حق ادا کرتے رہے۔

[3] یہ بنی مخزوم کا رئیس تھا۔ یہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی اور حضور ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔

Marfat.com

مریں اُن سے خرید وفروخت کا مقاطعہ کیا جائے اور اُن سے شادی بیاہ کے رشتے توڑ لیے جائیں...... اللہ کی قسم! اگر یہ معاملہ ابوالحکم[1] ابن ہشام کے ماموؤں اور ننہال کا ہوتا اور تم نے اُسے ایسے معاہدے کی دعوت دی ہوتی تو وہ کبھی اس کی پروا نہ کرتا......''

یہ سن کر زہیر کہتا ہے۔

''ہشام میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں! اگر کوئی دوسرا میرا ساتھی بنتا تو میں اِس معاہدے کو ختم کیے بنا سکون سے نہ بیٹھتا!''

ہشام بولا:

''دوسرا ساتھی تو تمھیں مل گیا!''

''کون......؟''

زہیر استفسار کرتا ہے تو ہشام جواب دیتا ہے۔

''میں''......!

زہیر کو اِس مقصد کے لیے تیار کرنے کے بعد ہشام۔ مطعم بن[2] عدی، ابوالبختری عاص بن ہاشم[3] اور زمعہ بن[4] الاسود سے ملتا ہے اور اُنھیں بھی اپنا ہم نوا بناتا ہے...... پھر مل بیٹھتے ہیں...... اور اِس فیصلہ پر پہنچتے ہیں...... کہ بات کا آغاز ہشام کی جانب سے ہوگا!!! اگلے دِن جب سرداران قریش حرم میں جمع ہوتے ہیں تو پہلے ہشام سات مرتبہ طواف کرتا ہے اور پھر لوگوں کے قریب آ کر ایک عزم سے کہتا ہے۔

''اے مکہ کے باسیو!......

کیا یہ بات زیبا ہے کہ ہم کھائیں پییں پہنیں۔ اِس حال میں کہ بنی ہاشم ہلاک ہو رہے ہوں......؟ ...... نہ اُن سے کچھ خریدا جاتا ہے اور نہ اُن کے ہاتھ کچھ فروخت کیا جاتا ہے اللہ کی قسم!...... میں اُس وقت تک آرام سے نہ بیٹھوں گا جب تک اِس ظالمانہ مقاطعہ کی تحریر چاک نہ کر دوں......!''

ابوجہل تلملا اُٹھتا ہے اور چیخ چیخ کر کہنے لگتا ہے۔

''تم جھوٹے ہو!...... تم اُسے ہرگز نہیں پھاڑ سکتے۔''

---

[1] ابوجہل کی کنیت۔

[2] یہ بنی نوفل بن عبد مناف کا سردار تھا۔

[3] یہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ کا سردار تھا۔

[4] یہ بھی بنی اسد بن عبدالعزیٰ کا سرداروں میں سے تھا۔

Marfat.com

زمعہ کہتا ہے:

''واللہ......تم سے سے بڑھ کر جھوٹے ہو ہم تو اُس وقت بھی اِس دستاویز پر راضی نہ تھے جب یہ لکھی گئی تھی۔''

ابوالبختری تائیداً کہتا ہے:

''زمعہ نے سچ کہا۔ اِس دستاویز میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اُس پر ہم ہرگز راضی نہیں اور نہ اِس کا اِقرار کرتے ہیں!۔''

مطعم بن عدی کہتا ہے:

''تم دونوں سچے ہو...... اور جھوٹا وہ ہے۔ جو اِس کے سوا ہشام اِس کی ایک مرتبہ پھر تائید کرتا ہے......تو ابوجہل بدحواس ہو کر چلانے لگتا ہے۔''

''محسوس ہوتا ہے یہ ایک سازش ہے۔ جو رات کی تاریکی میں تیار کی گئی ہے۔''

انوکھی گواہی

ابوطالب معہ اپنے ساتھیوں کے حرم میں داخل ہوتے ہیں تو سردارانِ قریش میں ہونے والی گرما گرم بحث رُک جاتی ہے......سب کی نظریں آنے والوں کے چہروں پر جم جاتی ہیں......اہل محفل کے قریب پہنچتے ہی ابوطالب کہتے ہیں۔

''ہم تمہارے پاس ایک بات لائے ہیں اِس بات کا وہ جواب دو...... جو تمہارے نزدیک صحیح ہو۔''

سردارانِ قریش کہتے ہیں......

''ہاں کہو......وہ کیا بات ہے جو تم لائے ہو۔''

''میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہاری جانب سے لکھی جانے والی مقاطعہ کی دستاویز کی تحریر دیمک چاٹ گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا بھتیجا جھوٹ نہیں بولتا......اب تم وہ دستاویز منگوا کر دیکھو اگر میرے بھتیجے کی بات سچی ہے......تو قطع رحمی سے باز آجاؤ اور جو کچھ تم نے اُسے دستاویز میں لکھا ہے۔ ختم کر ڈالو......لیکن اگر وہ جھوٹا ہے تو میں اُسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ پھر تمہیں اختیار ہے۔ چاہے قتل کر دو یا زندہ رہنے دو۔''

سردارانِ قریش کے دِلوں کو یہ بات لگتی ہے۔ کہنے لگتے ہیں:

''ابوطالب آپ نے انصاف کی بات کی۔''

Marfat.com

کعبہ سے اُتار کر دستاویز کا معائنہ کیا جاتا ہے تو سب مبہوت رہ جاتے ہیں کہ مقاطعہ کی ظالمانہ تحریر کو واقعی دیمک چاٹ چکی تھی۔

حزن کا سال

موت کا فرشتہ اب حضرت محمد ﷺ کے شفیق چچا اور واحد سہارے ابوطالب کے سرہانے آ کھڑا ہوتا ہے۔

آہ...... آج وہ بسترِ مرگ پر ہے کہ جس نے کفار کی دشمنیوں کے رُخ موڑ دِیے تھے اور جس نے اپنے چہیتے اور لاڈلے بھتیجے کے ہر دکھ اور غم میں ساتھ دیا تھا...... سردارانِ قریش ابوطالب کی زندگی کی گھڑیاں قریب الاختتام دیکھتے ہیں تو عیادت کے لیے آ پہنچتے ہیں...... سردارانِ قریش کو قریب پا کر ابوطالب اپنی نقاہت بھری آواز میں پہلے تو قریش کی خوبیاں اور خصائل بیان کرتے ہیں...... پھر بات کا رُخ سردارانِ قریش کی جانب موڑتے ہوئے کہتے ہیں۔

''اے سردارانِ قریش!......

''خانہ کعبہ کی تعظیم ملحوظ رکھنا۔ اسی میں رب کی خوشنودی ہے۔ قطع رحمی زیادتی اور حق ماری نہ کرنا۔ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا۔ سائل کی حاجت روی کرنا۔ صداقت اور ادائے امانت کے پابند رہنا...... میں تمھیں محمد (ﷺ) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ زیادتی سے پیش نہ آنا کہ یہ قریش میں ''امین'' اور عرب میں ''صادق ترین'' آدمی ہے اور اِن تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے جو میں نے پہلے بیان کی ہیں...... وہ ایسی بات لایا ہے۔ جسے دِل مانتا ہے اور زبان لوگوں کی دشمنی کی وجہ سے انکار کرتی ہے...... مگر اللہ کی قسم! میں گویا آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے غریب کمزور اور اطراف وانواع کے لوگ تو آگے بڑھ کر اِس دعوت کو قبول کرتے ہوئے اِس کلمہ کی تصدیق کریں گے...... اِس کام کو آگے بڑھائیں گے...... اور محمد (ﷺ) اُنھیں ساتھ لے کر خطرات میں کود پڑے گا...... اور قریش کے سردار دم چھلے رہ جائیں گے۔''

سردارانِ قریش رخصت ہوتے ہیں تو ابوطالب اپنی اولاد کو اکٹھا کرتے ہیں اور اُنھیں مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

''اے میری اولاد...... جب تک محمد (ﷺ) کی بات سنو گے؛ ہمیشہ خیریت سے رہو گے۔''

نبی کریم (ﷺ) جب یہ سنتے ہیں تو حیرت سے پوچھتے ہیں۔

Marfat.com

"چچا جان! آپ اِن لوگوں کو تو نصیحت کرتے ہیں مگر خود اپنے آپ کو کیوں چھوڑ رہے ہیں۔"

"میں پسند نہیں کرتا کہ موت کے وقت گھبرا کر اکھڑ جانے والا اقرار پاؤں اور قریش یہ رائے قائم کریں کہ میں نے صحت کی حالت میں تو اس چیز کو اختیار نہ کیا۔ مگر موت کی گھبراہت میں اسے اختیار کیا۔"

ابوطالب کا یہ جواب سن کر حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ اقدس پر کرب کے آثار ہویدا ہو جاتے ہیں......

ابوطالب کے چل بسنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر ایک اور کوہ غم ٹوٹ پڑتا ہے......سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا...... کہ جس نے ہر آن رفاقت نبھائی تھی اور جس کے بارے میں بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ: "کانت له وزیرًا" تین روز بعد خالق حقیقی سے جا ملتی ہیں......

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

اوچھے ہتھکنڈے

ستم کی چکی پہلے ہی شدت سے چل رہی تھی......مگر ابوطالب کے چل بسنے کے بعد ظالموں کو کھل کر مخالفت کا موقع مل جاتا ہے......اَب تو دشمنانِ حق داعی حق ﷺ کے ساتھ دست درازی تک کرنے سے نہیں چوکتے......

وہ گلیوں اور محلوں میں دعوت سنانے نکلتے ہیں تو آوارہ لونڈوں کے غول پیچھے لگ جاتے ہیں۔ قرآن سناتے ہیں تو شور مچایا جاتا ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو تالیاں پیٹی جاتی ہیں۔ جسم اطہر پر غلاظت پھینکی جاتی ہے۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔

مگر آپ (ﷺ) برابر اپنے کام میں مگن...... لوگوں کو گمراہی کے گڑھوں سے نکالنے کی سعی میں مصروف ہیں...... یہ معاملہ دیکھ کر کفار زیادہ بھڑکتے ہیں......

ابولہب کی بیوی اُم جمیل ہاتھ میں پتھر اُٹھائے رسالت مآب ﷺ کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے تا کہ پتھر سے اُن کا کام تمام کر دے...... یوں ڈھونڈتے ڈھونڈتے حرم تک جا پہنچتی ہے...... نبی پاک ﷺ یہاں موجود ہیں مگر اُم جمیل کی نظر اتنی رسائی نہیں پاتی کہ وہ آپ (ﷺ) کو دیکھ سکے۔ وہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کھڑے دیکھ کر سارا غصہ اُن پر نکالتی ہے اور چیخ چیخ کر کہنے لگتی ہے۔

Marfat.com

''مُذَمَّمًا (۱) عَصَيْنَا وَاَمْرَ اَبَيْنَا وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا''

''ہم نے اِس کی نافرمانی کی اِس کی بات ماننے سے انکار کیا اور اِس کے دین سے بغض رکھا۔''

ایک اور موقع پر ابوجہل ہاتھ میں پتھر اُٹھائے اِسی مقصد کے لیے آگے بڑھتا ہے مگر خدا کے اِس فرستادہ نبی محمد ﷺ کے رعب سے کچھ یوں مرعوب ہوتا ہے کہ کچھ کرنے کے بجائے الٹے پاؤں پلٹ جاتا ہے......

قریش مکہ محفل جمائے بیٹھے ہیں اور موضوع جناب رسول کریم ﷺ کے گرد ہی گھوم رہا ہے۔

''ہم نے اِس شخص کے بارے میں جتنا درگزر اور برداشت سے کام لیا اس کی مثال نہیں ملتی۔''

اِسی لمحہ حضور ﷺ بھی آ پہنچتے ہیں۔ اہل محفل رسول کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر استفسار کرتے ہیں۔ کہ:

''کیا آپ ﷺ ایسا ہی کہتے ہیں؟''

نبی کریم ﷺ پوری اخلاقی جرأت اور حوصلہ سے جواب دیتے ہیں۔

''ہاں میں ایسا ہی کہتا ہوں۔''

نبی کریم ﷺ کی زبان سے جونہی یہ الفاظ نکلتے ہیں وہ ظالم بھیڑیوں کی مانند پل پڑتے ہیں۔ پیٹتے پیٹتے تھک جاتے ہیں تو آپ ﷺ مکمل مردانہ جرأت و وقار سے کام لے کر ستم گروں سے کہتے ہیں۔

''میں تمہارے لیے یہ پیغام لایا ہوں کہ تم ذبح (۲) ہو جانے والے ہو۔''

نبی کریم ﷺ حرم کا تین مرتبہ طواف کرتے ہیں..... حرم میں عقبہ بن ابی معیط (۳)، ابوجہل اور امیہ بن خلف بھی ہیں...... حضور اکرم ﷺ دوران طواف جب بھی ان کے پاس سے گزرتے ہیں اِن ظالموں کی زبانیں الفاظِ بد بکنے لگتی ہیں......

آخر کار صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۱) کفار مکہ کی اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ اُنھوں نے آپ کا نام بگاڑ کر مذمم کہنا شروع کر دیا مذمم کے معنی ہیں جس کی مذمت کی گئی ہو! خدا کے رسول ﷺ اِس کے جواب میں فرمایا کرتے۔ ''دیکھو مجھے قریش کی گالیاں اور لعنتوں سے کس طرح میرے رب نے بچالیا۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں۔ مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد ﷺ ہوں۔ (بخاری شریف)

(۲) یعنی جو ظلم کی چھری تم مجھ پر تیز کر رہے ہو وہ وقت آنے والا ہے جب اسلام کو عروج حاصل ہوگا اور اِس تیز چھری سے تمہیں خود ذبح ہونا پڑے گا۔

(۳) یہ بہت شقی القلب مشرک تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو بے انتہا اذیتیں دیں...... حضور ﷺ کے قتل کے منصوبے جب بنائے جا رہے تو یہ اُس خفیہ میٹنگ میں بھی شریک تھا۔ مشرکین کی ہر مرحلے پر مدد و اعانت کرتا رہا۔

Marfat.com

''بخدا تم بغیر اِس کے باز نہ آؤ گے کہ تم پر خدا کا عذاب ٹوٹ پڑے۔''

یہ کہہ کر نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حرم سے باہر نکل آتے ہیں اور ساتھیوں سے فرماتے ہیں۔

''تم لوگوں کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے دین کو غالب کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا اور یہ لوگ جنہیں تم دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے ہاتھوں ذبح کرائے گا۔''[1]

آپ ﷺ مکہ کے بازار سے گزر رہے ہیں...... مکہ کا ایک اوباش ترین شخص آگے بڑھ کر سر مبارک پر مٹی ڈال دیتا ہے آپ ﷺ اِسی حال میں گھر تشریف لے جاتے ہیں تو بیٹی آگے بڑھ کر سر دھوتی ہیں اور ساتھ ساتھ کفار کی اِسی دست درازی پر روتی بھی جاتی ہیں۔

''رو نہیں میری بیٹی! اللہ تیرے باپ کا حامی ہے۔''

کعبۃ اللہ کے پاس آپ ﷺ رب کائنات سے محوِ گفتگو ہیں...... پاس ہی ابو جہل مجلس جمائے بیٹھا ہے...... نبی پاک ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر اپنے حامیوں سے کہتا ہے۔

''تم میں سے کون ہے جو ایک روز قبل مرے ہوئے اُونٹ کی اوجھ اور آلائش لا کر اس شخص کی کمر پر سجدے کی حالت میں رکھ دے۔''

عقبہ بن ابی معیط اِس کام کا بیڑا اُٹھاتا ہے اور اُونٹ کی اُوجھ اور آلائش لا کر آپ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان اُس وقت رکھتا ہے جب وہ سجدے کی حالت میں جاتے ہیں...... اِس قدر بوجھ ہے کہ آپ ﷺ اُٹھ نہیں سکتے...... یہ منظر دیکھ کر شقی القلب ابو جہل خوشی سے دیوانہ ہو جاتا ہے اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتا ہے۔ اِس واقعہ کی اطلاع کوئی شخص آپ ﷺ کے گھر جا کر دے دیتا ہے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑی دوڑی آتی ہیں...... آپ ﷺ نماز ختم کر چکنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''اے اللہ...... قریش سے نمٹ لے اے اللہ...... قریش سے نمٹ لے اے اللہ...... قریش سے نمٹ لے۔''

رسولِ کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے کفار یہ الفاظ سنتے ہیں تو خوفزدہ[2] ہو جاتے ہیں کیونکہ اُنھیں یقین ہے کہ اب وہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

---

[1] یعنی یہ لوگ تمہارے ہاتھوں بہت جلد مفتوح ہو جائیں گے۔

[2] بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ بن ربیعہ، اُمیہ بن خلف، عتبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کا نام لے کر بددُعا دی۔

Marfat.com

Marfat.com

طائف کا مرحلہ

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَانِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(الاعراف: ۱۵۷)

''(اے حضرت محمد ﷺ)! فرما دیجیے! کہ اے اِنسانو! میں تم سب کی طرف اُس خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔''

Marfat.com

نئی راہیں

جب سردارانِ قریش جان جاتے ہیں کہ......

اُن کا کوئی بھی ہتھکنڈا کامیاب ثابت نہیں ہورہا......تو

ایک مرتبہ پھر دارالندوہ میں میٹنگ بلائی جاتی ہے...... اِس مرتبہ فیصلہ ہوتا ہے۔

''تشدد اور جھگڑا کرنے کی صورت میں بات مزید پھیل رہی ہے اور تجسّس پیدا ہورہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ (ﷺ) کی بات ہی نہ سنی جائے۔ جس گلی میں آپ (ﷺ) داخل ہوں لوگ اِدھر اُدھر کھسک جائیں۔''

یہ حربہ بڑا ہی کارگر ثابت ہوتا ہے...... اگلے روز آپ ﷺ سارا دن مکہ کی گلیوں میں دعوتِ حق کے لیے گھومتے رہتے ہیں......مگر کوئی بھی دعوت حق سننے کے لیے سامنے نہیں ہوتا...... یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ کو یقین ہوجاتا ہے کہ......مکہ کی زمین اب دعوتِ حق کے لیے بنجر ہوچکی ہے۔

چناں چہ فیصلہ فرماتے ہیں......

اب مکہ سے باہر نکل کر دعوتِ حق کا کام کرنا چاہیے۔

ظالموں کے بیچ

نبی کریم ﷺ اپنے غلام زید بن حارثہ کے ہمراہ جانبِ مشرق نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ راہ میں جو بھی قبیلہ آتا ہے۔ اُس کے سامنے اسلام کی حقانیت رکھتے جاتے ہیں۔ بالآخر پچاس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد طائف[1] کا سرسبز وشاداب علاقہ دکھائی دیتا ہے۔ یہاں آپ ﷺ پہلے بھی بغرضِ تجارت آچکے ہیں اور اِس مرتبہ اِن کے دِل کی یہ خواہش اُنھیں یہاں کھینچ لائی ہے کہ......

شاید زرخیز زمین کی طرح لوگوں کے دِل بھی دعوتِ حق کے کے بیج کے لیے زرخیز ثابت ہوں۔

---

[1] مکہ سے پچاس میل مشرق کی جانب سرسبز وشاداب علاقہ تھا، پانی کی سہولت بھی موجود تھی، کھیتیاں اور باغات اپنے جوبن پر تھے نسبتاً ٹھنڈا مقام تھا، خوشحالی کی وجہ سے لوگ لااُبالی ڈھب کے ہوگئے تھے، اور دنیا پرستی میں خوب مگن تھے؛ سودخوری وہاں عام تھی۔

Marfat.com

بنو ثقیف قبیلے کے تین سردار عبد یا لیل، مسعود اور حبیب[1] یہاں کے کرتا دھرتا متصور ہوتے ہیں اور سب سے قوی پوزیشنیں انہی کی ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کو یقین ہے کہ......

"اگر یہ تینوں سردار دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہیں تو پورا طائف مطیع ہو جائے گا......"

اسی ارمان کو دِل میں بسائے اِن سرداروں کے پاس پہنچتے ہیں اور دعوتِ حق کھول کھول کر اِن کے سامنے رکھتے ہیں...... یہ بھی فرماتے ہیں۔

"میں آپ لوگوں کے پاس اِس لیے آیا ہوں کہ آپ اِسلام کے کام میں میری مدد کریں اور میری قوم کے جو لوگ میری مخالفت کر رہے ہیں اُن کے مقابلے میں میری حمایت کریں......"

مگر یہ عقل کے اندھے اور مغرور، نورِ حق سے سینوں کو منور کرنے کے بجائے بپھر جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک کہتا ہے۔

"اگر اللہ نے تمھیں رسول بنایا ہے۔ تو میں کعبے کے پردے نوچ ڈالوں گا۔"

دوسرا بدبخت کہتا ہے۔

"ارے کیا اللہ کو تمہارے علاوہ رسالت کے لیے کوئی مناسب آدمی نہ مل سکا۔"

تیسرا دعوتِ حق کا جواب یوں دیتا ہے۔

"قسم اللہ کی! میں تم سے بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر بقول تمہارے تو خدا کا رسول ہے تو تم سے بات کرنا خلافِ ادب ہے اور اگر تو خدا کا نام لے کر (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتا ہے تو اِس قابل نہیں کہ تجھ سے بات کی جائے۔"

زہر میں بجھے الفاظ کے نشتر آپ ﷺ کے ارمانوں بھرے دِل کو مجروح کر دیتے ہیں...... نہایت شکستہ دِل کے ساتھ فرماتے ہیں۔

"خیر جو سلوک تم نے مجھ سے کیا، سو کیا لیکن یہ بات اپنے آپ تک ہی مخفی رکھنا......"[2]

مگر ظالم اِس بات پر اکتفا نہیں کرتے قوم کے لچے لفنگوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیتے ہیں کہ وہ اُنھیں بستی سے باہر نکال دیں۔

---

[1] یہ تینوں عمرو بن عوف کے لڑکے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے گھر سے دعوت کا آغاز اِس لیے کرنا مناسب سمجھا کہ اِن کے گھر میں قریش کی ایک عورت صفیہ بنت معمر جمحی موجود تھی۔

[2] یہ بات حضور ﷺ نے اِس لیے فرمائی کہ اگر قریش کو اِس بات کا علم ہو گیا تو وہ زیادہ جری ہو جائیں گے...... یا اِس نقطہ نظر سے کہ عوام اِن باتوں سے متاثر نہ ہو جائیں......

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے گرد طائف کے لونڈوں کا جم غفیر جمع ہو جاتا ہے۔ بات طعنوں اور گالیوں سے چل کر سنگ زنی پہ جا پہنچتی ہے۔ طائف والے سڑک کی دونوں اطراف کھڑے پتھر اُٹھا اُٹھا کر مار رہے ہیں...... جسم اطہر خون سے تر ہو گیا ہے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر بیٹھ جاتے ہیں تو پھر پکڑ کر اُٹھا دیے جاتے ہیں...... اب ظالموں نے پتھر گھٹنوں اور ٹخنوں پر تاک تاک کر مارنے شروع کر دیے ہیں...... تاکہ شدتِ درد ناقابلِ برداشت ہو جائے۔ پتھر برسانے کے ساتھ ساتھ وہ مغلظات بھی بکے جا رہے ہیں...... زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ برابر اِس کوشش میں ہیں کہ آپ ﷺ کی جانب پھینکے جانے والے پتھر اُن کے جسم پر رُک جائیں اور آقا ﷺ بچ جائیں...... مگر روکیں...... تو کس کس پتھر کو؟...... درندوں کا سیلاب چہار جانب موجود ہے۔ اِسی کوشش میں زید بن حارثہ کا اپنا سر بھی پھٹ جاتا ہے......

طائف کے لونڈے، آپ ﷺ کو شہر سے باہر ایک انگوروں کے باغ کے پاس چھوڑ آتے ہیں۔ آپ ﷺ اِسی باغ میں رب کائنات کے حضور سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر درد بھری آواز میں دُعا کرتے ہیں......

''اللّٰھُمَّ الیك اشکو ضعف قوتی وقلة حیلتی و ھوانی علی النّاس یا ارحم الراحمین انت ربی الی من تکلنی الیٰ بعید یَجْھمنی اوالیٰ عدو ملیکة امری ان لم یکن علی غَضْبُكَ فلا ابالی ولکن عافِیتك ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمت وصلح علیه امر الدنیا والاخرة من ان ینزل بی غَضب اویحل علی سخطك لك العبتی حتیٰ ترضیٰ ولا حول ولا قوة الا بك۔''

''اے اللہ اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترش رو کے یا اُس دشمن کے جو کام پر قدرت رکھتا ہے لیکن مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اِس کی کچھ پروانہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام اِس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے یا تیری ناراضگی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔''

Marfat.com

انگوروں کے باغ کے مالک عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ[1] بن ربیعہ نے بھی آپ ﷺ کا یہ حال دیکھ لیا ہے۔ اُن کی بھی رگِ حمیت پھڑکتی ہے، اپنے نصرانی غلام عداس کو پکارتے ہیں اور انگور کے خوشوں سے ایک طشتری بھر کر عداس کو کہتے ہیں کہ جا کر آپ ﷺ کو پیش کرے۔ عداس انگور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو آپ ﷺ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھ کر انگور تناول فرماتے ہیں...... عداس حیران رہ جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے۔

''خدا کی قسم! اِس ملک میں تو کوئی بھی ایسی بات نہیں کہتا۔''

آپ ﷺ اُس کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے دریافت فرماتے ہیں۔

''تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔''

عداس: ''میں عیسائی ہوں اور نینویٰ کا رہنے والا ہوں''

رسول کریم ﷺ: ''تم مردِ صالح یونس بن متیٰ کی بستی کے رہنے والے ہو۔''

عداس: ''خدا کی قسم! جب میں نے نینوا چھوڑا تھا تو اُس وقت وہاں دس آدمی بھی ایسے نہ تھے۔ جو یہ جانتے ہوں کہ متیٰ کون ہے۔ پھر آپ اُن کو کیسے جانتے ہیں؟''

رسول کریم ﷺ: ''وہ میرے بھائی ہیں...... وہ بھی نبی تھے میں بھی نبی ہوں۔''

عداس: ''بے شک آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

یہ کہہ کر عداس آگے بڑھتا ہے اور آپ ﷺ کا سر ہاتھ اور پاؤں چوم لیتا ہے...... دُور سے عتبہ اور شیبہ بھی اِس منظر کا نظارہ کر رہے ہیں۔ عداس کو یہ حرکت کرتے دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہنے لگتے ہیں۔

''لو یہ غلام بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا۔''

قریب آنے پر عداس سے پوچھتے ہیں...... کہ:

''تم نے یہ کیا حرکت کی......؟''

عداس جواب دیتا ہے:

''اِس سے بہتر کوئی شخص رُوئے زمین پر نہیں جو بات اِس نے بتائی ہے کوئی اور نہیں بتا سکتا۔''

مگر عتبہ اور شیبہ دونوں عداس کو ڈانٹ دیتے ہیں:

''خبردار...... جو تم نے اپنا دین چھوڑا۔''

لیکن عداس کے اندر جو انقلاب برپا ہو رہا ہے بھلا وہ اِس ڈانٹ ڈپٹ سے کیسے رُک سکتا ہے!

---

[1] یہ دونوں قریش کے سردار اور ربیعہ کے بیٹے تھے۔

Marfat.com

سنگلاخ زمین

نبی پاک ﷺ ''قرن الثعالب'' [1] کے مقام پر موجود ہیں...... ایک بدلی سر پر سایہ کیے ہوئے ہے اور شدت کی دھوپ سے بچانے کی کوشش کر رہی ہے۔

آپ ﷺ اِس کی جانب دیکھتے ہیں...... تو اُس میں سے جلیل القدر فرشتہ جبرائیل علیہ السلام برآمد ہوتا ہے اور پکار کر کہتا ہے...... بدلی سے نکل کر پہاڑوں کا فرشتہ آسامنے ظاہر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے۔

''اے محمد (ﷺ) اللہ نے آپ (ﷺ) کا قول قوم کے نام اور دعوت کا جواب سن لیا ہے......

میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں آپ (ﷺ) کے رب نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ چاہیں تو اِن دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور یہ ظالم اِن کے درمیان پس کے رہ جائیں۔''

مگر آپ ﷺ جواب دیتے ہیں:

''نہیں...... مجھے اُمید ہے کہ اللہ اِن کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے والے ہوں گے۔''

پھر یہاں سے آپ ﷺ سوئے مکہ روانہ ہو جاتے ہیں لیکن مکہ سے باہر ہی نخلہ کے مقام پر رُک جاتے ہیں...... انہیں اِس بات کا خدشہ ہے کہ طائف میں جو کچھ بیتی اُس کی خبر اہلِ مکہ کو ہو چکی ہوگی اور اب کفارِ مکہ کے عزائم پہلے سے زیادہ جارحانہ اور ظالمانہ ہوں گے...... پیش بندی کے طور پر معطم [2] بن عدی کے پاس پیغام بھیجتے ہیں۔ کہ:

''کیا تم مجھے پناہ دینے کے لیے تیار ہو۔ تاکہ میں اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں......''

معطم کہا مان [3] جاتا ہے اور یوں آپ ﷺ شہر مکہ میں ایک مرتبہ پھر آ جاتے ہیں اگلے روز صبح معطم کے بیٹے تلواروں کے سایے میں آپ ﷺ کو حرم لے جاتے ہیں۔ جہاں وہ حرم کا طواف کرتے ہیں...... لیکن...... آپ ﷺ کا دِل اَب مکہ سے اچاٹ ہو چکا ہے اور انہیں قوی یقین ہے کہ دین اسلام کی جڑیں اِس زمین پر اَب پھل پھول نہیں سکتیں۔

---

[1] اِس مقام کو ''قرن المنازل'' بھی کہتے ہیں یہ اہل نجد کی میقات ہے۔ جہاں سے اِن کو احرام باندھنا ہوتا ہے اور یہ مکہ سے اونٹ کی سواری پر ایک شبانہ روز کی مسافت پر واقع ہے۔ (س۔ع)

[2] یہ عدی بن نوفل کا بیٹا تھا۔ قریش کا نرم دل اور خدا ترس بزرگ تھا۔ شعب ابی طالب کے موقع پر اِس نے مقاطعہ کے خلاف تحریک اُٹھائی، یہ آخر وقت تک ایمان نہیں لایا۔

[3] حضور ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو اخنس بن شریق کے پاس بھیجا تھا، تاکہ وہ آپ ﷺ کو اپنی پناہ میں لے لے مگر اس نے کہا کہ میں تو حلیف ہوں اور حلیف، قریش کے اصل قبیلوں کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو سہیل بن عمرو کے پاس بھیجا اُس نے کہا بنی عامر بن لوئ بن کعب کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے معطم بن عدی کے پاس بھیجا جو بنی عبد مناف کی شاخ بنی نوفل میں سے تھا اُس نے پناہ دینے کا اعلان کیا۔

Marfat.com

Marfat.com

سفرنامہ معراج

Marfat.com

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ وَلَقَدْ
رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ
الْمَاْوٰی ○ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
طَغٰی ○ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ○

(النجم: ۱۱-۱۸)

نظر نے جو کچھ دیکھا دِل نے اُس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم اُس چیز پر اُس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟...... اور ایک مرتبہ پھر اُس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اُس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اُس وقت سدرۃ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا نگاہ نہ چندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی اور اُس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

Marfat.com

مبارک رات

رات کی گھنیری سیاہی چہار سو پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت محمد ﷺ حرم [1] کعبہ میں آرام فرما رہے ہیں...... اِسی لمحے جبرائیل علیہ السلام آ کر جگاتا ہے اور زم زم کے پاس لے جاتا ہے۔ وہاں آپ ﷺ کا سینہ شق کرنے کے بعد اُسے زم زم کے پانی سے دھوتا ہے۔ پھر علم، بردباری، دانائی اور ایمان ویقین اس میں بھر دیتا ہے اور انہیں ایک "براق" [2] پر بٹھا کر یثرب لے جاتا ہے۔ جہاں آپ ﷺ نماز ادا کرتے ہیں۔ اِس مقام پر جبرائیل کہتا ہے۔

"یہاں آپ (ﷺ) ہجرت کر کے آئیں گے۔"

دوسری منزل طورِ سینا ہے...... اِس مقام پر خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی تھی پھر اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اس مقام کا نام بیت اللحم ہے۔ یہاں سے بیت المقدس پہنچ کر براق کا سفر ختم ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں تو ماضی میں جتنے بھی انبیاء اِس روئے زمین پر تشریف لائے تھے؛ اُنھیں یہاں موجود پاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے پہنچتے ہی صفیں بندھ جاتی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیتے ہیں...... آپ ﷺ کی امامت میں تمام انبیائے کرام نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر جبرائیل آپ ﷺ کو آسمان کی جانب لے جاتے ہیں۔ [3] آسمان پر آپ ﷺ حیرت انگیز مناظر کا مشاہدہ کرتے ہیں...... یہی کہ...... کچھ لوگ اپنے بدن کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں...... پوچھا:

---

[1] بخاری و مسلم میں رقم ہے کہ اِسراء کا آغاز حضور ﷺ کی چچازاد بہن اُم ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے ہوا تھا...... جہاں آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے ہوئے تھے۔ طبقات ابن سعد میں واقدی کی روایت ہے کہ آغاز شعب ابی طالب سے ہوا تھا۔ بخاری و مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکان کی چھت کھول کر جبرائیل علیہ السلام اُترے اور آپ ﷺ کو لے کر گئے تھے لیکن دراصل اِن روایات میں تضاد نہیں اُم ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا۔ اُس گھر کی چھت کھول کر جبرائیل اُترے اور نیند ہی کی حالت میں مسجد حرام لے گئے۔ جہاں آپ ﷺ کو بیدار کیا گیا۔ (س۔ ع۔ مؤلف)

[2] براق سفید رنگ کا تھا۔ قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، برق جیسی رفتار تھی، ہر قدم حدِ نگاہ پر جا کر پڑتا تھا۔ اِسی مناسبت سے نام براق رکھا۔

[3] بیت المقدس سے آسمان تک کا سفر ایک نورانی سیڑھی کے ذریعے کیا جاتا ہے، جو خداوند کریم کے حکم سے اُس وقت بن گئی تھی۔

Marfat.com

''یہ کون ہیں؟''

کہا جاتا ہے:

''یہ دنیا میں دوسروں پر زبانِ طعن دراز کرتے تھے۔''

پھر ایسے لوگوں کو بھی دیکھتے ہیں جن کی زبانیں اور ہونٹ بار بار کاٹ دیے جاتے ہیں اور جب کٹ چکتے ہیں تو پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔

دریافت کیا:

''یہ کون......؟'' بتایا جاتا ہے۔

''یہ آپ کی اُمت کے وہ خطیب اور علما ہیں جو دوسرں کو تو لمبی چوڑی نصیحتیں کرتے تھے مگر خود اُس پر عمل نہیں کرتے تھے۔''

اِن کے قریب کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کے ناخن تانبے کے بنے ہوئے ہیں اور وہ اپنے منہ اور سینے کو اِن تانبے کے ناخنوں سے نوچ رہے ہیں۔

سوال کیا: ''یہ کون؟''

جواب دیا جاتا ہے:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرتے تھے اور اُن کی عزت پر حملے کرتے تھے۔''

پھر یہ منظر بھی دیکھتے ہیں...... کہ ایک چھوٹا سا پتھر ہے۔ جس سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ بیل اُسی پتھر میں جانا چاہتا ہے مگر جا نہیں سکتا۔

''یہ کیا ہے؟''

جواب ملتا ہے:

''یہ وہ شخص ہے جو بری بات منہ سے نکال کر شرمندہ ہوتا ہے مگر واپس لینے کی قدرت نہیں رکھتا۔''

اِنہی مناظر کو ملاحظہ کرتے کرتے آپ ﷺ مزید بلند درجات پر پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ کا مقام آجاتا ہے۔ یہاں جبرائیل رک جاتا ہے لیکن آپ ﷺ تنہا ہی آگے بڑھے چلے جاتے ہیں۔ سامنے بلند اور ہموار سطح ہے۔ یہاں خداوند عزوجل اپنے محبوب بندے اور پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ اور مزید علم سے نوازتے ہیں...... پھر مختلف مقامات پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں کرتے نبی کریم ﷺ اُسی طرح مکہ پلٹ آتے ہیں...... اور یہ سارا معاملہ ایک ہی رات میں طے پا جاتا ہے۔

''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر۔''

Marfat.com

تصدیق

شب کا سیاہ دامن تار ہوتا ہے تو سورج کی روشن کرنیں پورے عالم کو منور کرنا شروع کر دیتی ہیں......
آپ صبح ہی صبح پورے مکہ میں عجب خبر چہار جانب پھیلی ہوئی ہے کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے ہے تو کوئی اِسے انہونی بات قرار دے رہا ہے۔لوگ گلیوں بازاروں اور چوراہوں میں اُس موضوع پر گرما گرم بحث کر رہے ہیں۔

''چلو سیّدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس وہ آپ (ﷺ) کی رفاقت کا دم بھرتا ہے...... ہم اسے یہ عجیب وغریب دعویٰ بتائیں گے تو تعجب نہیں کہ وہ آپ (ﷺ) کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ آ ملے۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ملتے ہیں تو گروہ کا ایک فرد کہتا ہے۔

''ابوبکر (رضی اللہ عنہ)......لو دیکھو!......تمہارے محمد (ﷺ) اب تو یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ اُنھوں نے راتوں رات بیت المقدس کی سیر کی اور آسمانوں سے بھی ہو آئے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواباً فرماتے ہیں:

''اگر آپ (ﷺ) نے ایسا کہا ہے تو یہ بات یقیناً ٹھیک ہوگی میں تو اِس سے بھی زیادہ پر ایمان رکھتا ہوں کہ فرشتے اُن کے پاس آیا کرتے ہیں۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں...... کہ کوئی تمسخر اُڑا رہا ہے تو کوئی طعنے دے رہا ہے......اور کوئی پے در پے سوالات کے ذریعے آپ ﷺ کا امتحان لے رہا ہے۔

''اچھا بتلائیے تو!...... بیت المقدس کی تعمیر اور ہیئت کیسی ہے؟''

''پہاڑ کتنے فاصلے پر ہیں؟''

آپ (ﷺ) ہر سوال کا جواب بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ دے رہے ہیں۔ بیت المقدس کا پورا نقشہ کھینچ کر اہل قریش کے سامنے رکھ دیتے ہیں......لیکن اہل قریش آپ (ﷺ) کو زک کرنے کے لیے بہت پیچیدہ سوالات پر اُتر آتے ہیں۔

''دروازے کتنے تھے؟''

''کتنے طاق لگے ہوئے تھے؟''

یہ اس قدر پیچیدہ سوالات ہیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے سے کوئی فرد جواب نہیں دے سکتا............مگر

Marfat.com

رب کائنات اپنے بندے کو پریشان ہوتے دیکھتے ہیں تو بیت المقدس کا پورا نقشہ نظروں کے سامنے کر دیتے ہیں۔

آپ ﷺ بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ساری معلومات کفار مکہ کو پیش کر رہے ہیں۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ عالم دیکھ کر پکار اُٹھتے ہیں:

''اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ''

قریش اپنے پیچیدہ سوالات کے بھی صحیح جواب سنتے ہیں تو خاموش ہو جاتے ہیں پھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہو کر کہتے ہیں:

''کیا تم بھی اِس کی تصدیق کرتے ہو! کہ محمد (ﷺ) ایک رات میں بیت المقدس تک پہنچ گئے اور پھر واپس بھی پلٹ آئے۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں:

''ہاں! میں ایمان لاتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔''

کفار لاجواب ہو کر ایک مرتبہ پھر سلسلہ سوالات دراز کر دیتے ہیں۔ پوچھنے لگتے ہیں:

''محمد (ﷺ) یہ تو بتائیں کہ ہمارا فلاں قافلہ جو شام گیا تھا وہ اس وقت کہاں ہے؟''

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''فلاں قبیلے کے تجارتی مقام روحاء میں میرا گزر ہوا تھا، اُن کا اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ سب کے سب اُونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ میں اُن کے کجاووں کے پاس گیا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ وہاں موجود کوزے کا پانی میں نے پی لیا...... اِس کے بعد فلاں قبیلے کے تجارتی قافلے پر فلاں مقام پر ہمارا گزر ہوا جب میری سواری[1] قریب پہنچی تو اُونٹ دہشت سے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اُن اونٹوں میں ایک سرخ اونٹ بھی تھا۔ جو بے ہوش ہو کر گر پڑا...... اِس کے بعد فلاں قبیلے کے تجارتی قافلے سے فلاں فلاں مقام میں ہمارا گزر رہا۔ اِس قافلے کے آگے آگے خاکی رنگ کا اُونٹ تھا۔ یہ قافلہ عنقریب تمہارے پاس آنے والا ہے۔''

اہل قریش استفسار کرتے ہیں۔

''کب تلک......؟''

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] حضور ﷺ اُس وقت براق پر سوار تھے۔

Marfat.com

''بدھ کے روز تک مکہ پہنچ جائے گا۔''

آپ ﷺ جو ارشاد فرماتے ہیں۔ بعد کے شواہد اِس کی تصدیق کرتے ہیں۔ قافلے والے پہنچتے ہیں تو آپ ﷺ کے ارشادات کو درست قرار دیتے ہیں۔ جب اس محیر العقول سفر کی شہادت اِن ہی کی قوم کے افراد دے دیتے ہیں تو اہل قریش اِس پروپیگنڈے پہ اُتر آتے ہیں۔ کہ:

''محمد (ﷺ) تو جادوگر ہیں اور یہ ساری باتیں محض جادو کی غرض سے انہوں نے گھڑلی ہیں۔''

Marfat.com

Marfat.com

عقبہ میں

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم

وہ دانائے سُبل، ختم الرسُل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اقبالؔ

Marfat.com

امید کی کرنیں

11 بعد نبوت ......اور......موسم حج

رسولِ کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے فرض کی بجا آوری میں پہلے کی طرح اب بھی سرگرم عمل ہیں......لیکن اَب مقامی لوگوں کے بجائے اُن کا اصل ہدف وہ لوگ ہیں جو دوسری بستیوں سے مکہ حج کا مقصد لیے پہنچتے ہیں۔ دن کو تو کفار پیچھا نہیں چھوڑتے جہاں جاتے ہیں سایے کی طرح پیچھے لگ جاتے ہیں اور دعوت حق دینے لگتے ہیں تو شور مچا دیا جاتا ہے...... اِس لیے آپ ﷺ فیصلہ کرتے ہیں کہ:

''رات مکہ سے نکل کر باہر لوگوں سے رابطہ قائم کیا جائے۔''

جب رات کی سیاہی گھنیری ہو جاتی ہے......آکاش پر آفتاب کے بجائے ماہتاب اپنے چمکتے دمکتے ہم جولیوں کے ساتھ اپنا کھیل شروع کر دیتا ہے......تو آپ ﷺ چھپتے چھپاتے مکہ سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور منیٰ کی جانب چل پڑتے ہیں۔ عقبہ کے مقام پر پہنچتے ہیں تو کچھ لوگوں کی گفتگو کی آواز سنائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ آواز کی جانب بڑھتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں چھ[1] افراد موجود ہیں اور کسی مسئلے پر بحث کر رہے ہیں۔ قریب پہنچ کر آپ ﷺ پوچھتے ہیں۔

''مَنْ اَنْتُمْ''

''آپ کون ہیں۔''

جواب ملتا ہے......:

ہم یثرب سے آئے ہیں اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''کیا آپ لوگ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں گے میں آپ سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔''

اہل گروہ کہتے ہیں......

---

[1] چھے افراد یہ تھے۔ ا۔ ابوالہیثم بن تیہان۔ ۲۔ ابو امامہ سعد بن زرارہ ۳۔ عوف بن حارث۔ ۴۔ رافع بن مالک بن عملان ۵۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ ۶۔ صابر بن عبداللہ۔

Marfat.com

''کیوں نہیں......فرمائیے!''

یہ کہہ کر وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے سامنے خدا کی عظمت و کبریائی بیان کر کے اُن کی محبت کو خدا کے ساتھ گرماتے ہی اور بتوں سے نفرت دِلاتے ہیں۔ نیکیوں اور پاکیزگی کی تعلیم دے کر برائیوں اور گناہوں سے رُک جانے کو کہتے ہیں۔ اِسلام کی دعوت اُن کے سامنے رکھنے کے بعد خداوند کریم کا کلام قرآن مجید نہایت پرسوز آواز میں اُنھیں سناتے ہیں......قرآن مجید اور دعوت حق سن کر سب بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ایک دوسروں سے کہنے لگتا ہے۔

''بھائیو جان لو!...... یہ تو وہی نبی ہے جس کی آمد کے ڈراوے [1] یہودی تمہیں دیا کرتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم پر سبقت لے جائیں۔''

پھر پورے اطمینان اور حضوری قلب کے ساتھ دعوتِ حق قبول کر لیتے ہیں......اور خوشی خوشی یثرب پلٹ جاتے ہیں۔ یثرب پہنچتے ہی وہ دعوتِ حق کے سچے تبلیغی بن جاتے ہیں اور ہر ایک کو خوش خبری سناتے پھر رہے ہیں......کہ:

> ''وہ نبی جس کا تم کو انتظار تھا وہ تو آ گیا ہے۔ ہم نے اُس نبی کا کلام اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے اُن کا دیدار کیا۔ اُنہوں نے ہمارے سامنے اُس خدا کا کلام پڑھا جو زندہ رہنے والا ہے...... جو کچھ اُنہوں نے ہمارے سامنے رکھا...... خدا کی قسم...... اُس کے سامنے زندگی اور موت، ہیچ ہیں......''

یہ لوگ گلی گلی اور گھر گھر آپ ﷺ کی تعلیمات کا چرچا کرتے اور نبی کے آنے کی خوشخبری سناتے پھرتے ہیں نتیجتاً اگلے سال یثرب کے بارہ باشندے [2] مکہ حاضر ہوتے ہیں اور عقبہ کے ہی مقام پر آپ ﷺ سے ملاقات کرتے ہیں......آپ ﷺ پہلے کی طرح ان کے سامنے بھی دعوتِ حق رکھتے ہیں تو سبھی کھلے دِل سے اسے تسلیم کر لیتے ہیں اسی موقع پر آپ ﷺ دعوتِ حق قبول کرنے والوں سے حلف لیتے ہیں...... یہ کہ......

---

[1] اللہ تعالیٰ نے اِس گروہ کو اسلام کے لیے تیار کر دیا تھا۔ وہ اِس طرح کہ یہ یہودیوں کے ساتھ یثرب میں رہتے تھے اور یہودی اہل کتاب اور اہل علم والے تھے جبکہ یہ لوگ بت پرست اور مشرک تھے۔ اپنی بستیوں میں یہودیوں کو غلبہ حاصل تھا۔ جب ان میں کوئی جھگڑا ہوتا تو یہودی اِن سے کہتے۔ ''ابھی چند روز میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ جس کا زمانہ بہت قریب آچکا ہے۔ ہم اُس کی پیروی کریں گے اور اُس کے ساتھ رہ کر تمہیں عاد وارم کی طرح قتل کریں گے۔'' حضور ﷺ نے جب ان لوگوں کے سامنے دعوت رکھی تو فوراً اِن کے ذہنوں میں اہل یہود کی پیشین گوئیاں آ گئیں اور یوں یہ سبقت لے گئے۔ (ابن ہشام بحوالہ ابن اسحاق)

[2] ابوامامہ، عوف بن لحارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر، معاذ بن حرث، ذکوان بن عبدقیس، خالد بن مخلد، عبادہ بن صامت، عباس عبادہ، ابوالہیثم، عدتح بن ساعدہ۔ (بحوالہ رحمت للعالمین ﷺ)

Marfat.com

''أن لانشركَ باللّٰه شيئًا ولانسرِق ولانزني ولانقتُلَ اولادَنَا ولانأتي ببهتانٍ نفتريه أيدِينا وارجلنا ولا نَعصِيه في معروفٍ ونعطيه السمع والطاعة في العُسرِ واليُسرِ والمنشط والمكره وَاثَرةٍ عَلَيْنَا وان لاننازع الامر اهله وان نقولَ بالحقّ حَيث كنا لانخافُ لومةَ لائمٍ.''

''ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ چوری نہ کریں گے۔ نہ زنا کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گے اور یہ کہ...... کسی معروف میں آپ (ﷺ) کی نافرمانی نہیں کریں گے اور آپ (ﷺ) کا حکم سنیں گے اور مانیں گے۔ خواہ ہم خوشحال ہوں یا تنگ حال خواہ ہمیں وہ حکم گوار ہو یا ناگوار اور خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے اور ہم اَمر کے معاملہ میں اہل اَمر سے نزاع نہ کریں گے اور یہ کہ ہم جہاں اور جس حال میں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔''

عہد لے چکنے کے بعد آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''فان وفيتم فلكم الجنه ومن غشي من ذالك كان امره الى اللّٰه اِن شاء عذبه واِن شاء عفاعنهُ.''

''اگر تم نے اِس عہد کو وفا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر کسی نے ممنوع کاموں میں سے کسی کو اختیار کیا تو اُس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ چاہے تو عذاب دے، چاہے تو معاف کر دے۔''

ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر اہل یثرب واپس پلٹنے لگتے ہیں تو آپ ﷺ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (1) کو حکم دیتے ہیں...... کہ:

(1) یہ بزرگ اور اہل فضل صحابہ میں سے ہیں۔ پہلی ہجرت حبشہ میں پہلے قافلے کے ساتھ ہجرت فرمائی پھر بدر میں شریک و حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے بیعت عقبہ کے موقع پر مدینہ روانہ فرمایا تاکہ اہل ایمان کو قرآن کی تعلیم دیں سب سے پہلے اِنھوں نے ہی حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جمعہ قائم کیا۔ زمانہ جاہلیت میں نہایت آرام کی زندگی گزارتے تھے اور نہایت باریک لباس استعمال فرماتے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو دنیا سے بے نیاز ہو گئے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری جلد کھردری ہوگئی۔ مدینہ میں یہ انصار کے مکانوں پر جاتے اور اُنھیں دین کی دعوت دیتے۔ جب اسلام کی اشاعت ہوگئی تو حضور ﷺ سے بذریعہ خط و کتابت جمعہ قائم کرنے کی اجازت حاصل کی۔ بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر ستر افراد لے کر حاضر ہوئے اور مکہ میں مختصر عرصہ قیام فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کی ہجرت سے قبل ہی مدینہ لوٹ گئے، مدینہ میں سب سے پہلے پہنچے، جنگ اُحد میں شہادت پائی۔ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی عمر شہادت کے وقت چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ قرآن کی آیت۔ ''رجال صد قوا ماعاهدوا اللّٰه عليه'' (یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے معاہدے کو سچائی کے ساتھ پورا کیا) انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کے دار ارقم میں داخلہ کے بعد ایمان لائے۔

Marfat.com

''تم بھی اِن کے ہمراہ یثرب جاؤ اُنھیں قرآن سکھاؤ اور اِسلام کی تعلیم دو۔''

سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اِس قافلے کے ہمراہ یثرب جا پہنچتے ہیں...... اور خوب جانفشانی سے دعوت حق ایک ایک فرد تک پہنچاتے ہیں بالآخر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کوشش برگ و بار لاتی ہیں اور اسلام کا چرچا پورے یثرب میں ہو جاتا ہے۔ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بڑے حکیمانہ انداز سے دعوتِ حق سردارانِ یثرب کے سامنے رکھتے ہیں تو بنی عبدالاشہل کے دو سردار سعد بن معاذ [1] اور سیّد بن حضیر [2] مسلمان ہو جاتے ہیں۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی پورا قبیلہ ایک روز کے اندر اندر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اِس طرح کے تمام قبیلے بھی اسلام سے متاثر ہوتے ہیں۔ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کاوشوں کے نتیجے میں اگلے سال ۱۳ بعد نبوت تہتر مردوں اور دو عوتوں پر مشتمل ایک بہت بڑا قافلہ آپ ﷺ کو یثرب لانے کے لیے یثرب سے چل پڑتا ہے۔

عہد

چمکتے دمکتے ستاروں کی مدہم مدہم روشنی میں رسولِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ اپنے چچا سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عقبہ کے نشیبی مقام کی جانب لمبے لمبے قدم اُٹھاتے، بڑھے چلے جا رہے ہیں جونہی نشیب میں پہنچتے ہیں۔ ایک بہت بڑا قافلہ وہاں موجود پاتے ہیں...... یہ وہی لوگ ہیں جو آپ ﷺ کو ظلم و جبر کی بستی مکہ سے نکال کر پیار و الفت کی بستی یثرب لے جانا چاہتے ہیں...... سلام و دُعا کے بعد عباس رضی اللہ عنہ گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

''اے یثرب کے لوگو! تمھیں معلوم ہے کہ قریش محمد (ﷺ) کے جانی دشمن ہیں لیکن ہم حسب نسب اور شرف کی بنا پر اِن کی حفاظت کر رہے ہیں اور اِس وجہ سے یہ اپنی قوم کے اندر ایک محفوظ مقام رکھتے ہیں............ مگر محمد (ﷺ) سب کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانا چاہتے ہیں............ سوچ لو...... کہ یہ ایک بہت نازک اور مشکل کام ہے۔ محمد (ﷺ) سے عہد لینا سرخ و سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے ان کی ذمہ داری اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ تم پورے عرب کو

---

[1] انصاری ہیں۔ مدینہ میں عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کیا۔ اِن کے اسلام لانے کو دیکھ کر عبدالاشہل کے بیٹے اور خاندان والوں نے اسلام قبول کر لیا...... انصار کے تمام خاندانوں میں یہ پہلا خاندان تھا جو اِسلام لایا۔ حضور ﷺ نے اِن کو ''سیّد انصار'' کا خطاب دیا۔ یہ اپنی قوم میں بڑے بزرگ اور سردار تسلیم کیے جاتے تھے۔ غزوہ بدر اُحد میں شریک رہے۔ جنگ خندق میں کہنی کی اگلی جانب تیر لگا جس سے رگِ اکحل کٹ گئی اور اس زخم کی وجہ سے مہینہ بھر زندہ رہ کر شہید ہو گئے۔ جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ شہادت کے وقت اِن کی عمر ۳۷ سال تھی۔

[2] یہ بھی بنی عبدالاشہل کے سردار تھے جو سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

Marfat.com

اپنا دشمن بنا رہے ہو...... کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ تم اہل عرب کی عداوت کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکو لہٰذا سوچ سمجھ کر رائے قائم کرو۔ ورنہ یہی بہتر ہے کہ تم کچھ بھی نہ کرو۔"

اہل یثرب کہتے ہیں:

"سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ ہم نے آپ کی بات سن لی۔"

پھر آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کرتے ہیں:

"یارسول اللہ (ﷺ) کچھ آپ ارشاد فرمائیں......!"

آپ ﷺ قرآنِ پاک کی چند آیات اہل یثرب کے سامنے رکھتے ہیں۔ اسلام کی حقانیت اور اللہ عزوجل کی کبریائی بیان کرتے ہیں۔ پھر اہل یثرب سے بیعت لیتے ہیں کہ:

"تم میری اِسی طرح حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنے بال بچوں کی حفاظت کیا کرتے ہو......"

اہل یثرب سے براء بن معرور رضی اللہ عنہ [1] اُٹھ کر آگے بڑھتے ہیں اور آپ ﷺ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کرتے ہیں......

"جی ہاں! اُس خدا کی قسم کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ ہم آپ کی اس سے بھی زیادہ حفاظت کریں گے۔ جتنی خود، اپنی جان اور اپنی اولاد کی کرتے ہیں۔ پس یارسول اللہ (ﷺ) ہم سے عہد لے لیجیے، ہم جنگجو لوگ ہیں اور یہ بات ہمیں باپ دادا کے ورثہ میں ملی ہے۔"

سیّدنا ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ درمیان میں بات کاٹ کر استفسار کرتے ہیں۔

"یارسول اللہ (ﷺ)...... ہمارے اور دوسرے [2] لوگوں کے درمیان حلیفانہ تعلقات ہیں۔ جن کو ہم توڑ دینے والے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپ (ﷺ) کو غلبہ عطا ہو تو آپ (ﷺ) ہمیں چھوڑ کر اپنے قبیلے کے پاس واپس چلے جائیں۔"

آپ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

"نہیں...... اب تو خون کے ساتھ خون اور قبر کے ساتھ قبر [3] ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو جس سے تمہاری لڑائی اُس سے میری لڑائی۔ جس سے تمہاری صلح اُس سے میری صلح۔"

---

[1] خزرجی انصاری ہیں۔ حضور ﷺ کی ہجرت سے ایک ماہ قبل انتقال ہوا۔ آپ صحابہ میں سے پہلے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے لیے کوئی جائداد وقف کی۔ آپ نے اپنی ثلث جائداد حضور ﷺ کے لیے وصیتاً وقف کی لیکن حضور ﷺ نے کمال شفقت سے یہ جائداد ان کی اولاد کو لوٹا دی۔

[2] یعنی یہودیوں کے دوسرے قبائل۔

[3] یعنی زندگی اور موت کا ساتھ ہے۔

Marfat.com

''یا رسول اللہ! ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا؟'' یثرب والوں سے کسی نے پوچھا تو محمد ﷺ فرماتے ہیں:
''اِس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے۔''

یہ سنتے ہی سبھی اُٹھ کر آپ ﷺ کی جانب عہد کی غرض سے بڑھتے ہیں کہ اِسی گروہ کا سب سے کم سن اسد بن زُرارہ آپ ﷺ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور چیخ کر کہتا ہے:

''یثرب والو...... ٹھہر جاؤ......! ہم اُونٹ دوڑاتے ہوئے اِن کے پاس اِس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے نہیں آئے کہ ہم جانتے تھے یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج اِن کو نکال کر ساتھ لے جانا ہے اور تمام عرب کی دشمنی کو مول لینا ہے۔ اِس کے نتیجہ میں تمہارے نونہال قتل کیے جائیں گے اور تلواریں تمہارا خون پی جائیں گی۔ لٰہذا تم اپنے اندر اگر ان کو برداشت کرنے کی طاقت پاتے ہو تو اِن کا ہاتھ تھام لو اور تمہارا اُجر اللہ کے ذمے ہے لیکن اگر تمہیں اپنی زندگیوں کا ڈر ہے۔''

''تو پھر ابھی چھوڑ دو اور واضح طور پر عذر کر دو کیونکہ اس وقت کا عذر اللہ کے ہاں زیادہ قابلِ قبول ہوگا۔''

یہ سن کر سب بیک زبان کہتے ہیں:

''ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ...... اللہ کی قسم ہم اِس بات کو ہرگز نہ چھوڑیں گے اور نہ ان سے ہاتھ کھینچیں گے۔''

ایک شیطان پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھ کر چیخ چیخ کر مکہ والوں کو پکارتا ہے۔

''لوگو آؤ! دیکھو محمد (ﷺ) اور اُس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔''

آپ ﷺ یہ آواز سن کر فرماتے ہیں:

''تم اِس صدا کی پروا نہ کرو۔''

سیّدنا عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ شدت جذبات میں آ کر کہتے ہیں۔

''یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر آپ اجازت دیں تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھلا دیں۔''

لیکن آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''نہیں...... مجھے ابھی جنگ کی اجازت نہیں ہے۔''

Marfat.com

اے مکہ ! الوداع !!

Marfat.com

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ
ثِمَالَ الْیَتٰمٰی عِصْمَۃً لِلْاَرَامِلِ

وہ گورے مکھڑے والا، جس کے رُوئے زیبا کے واسطے سے ابرِ رحمت کی دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔
وہ یتیموں کا سہارا وہ بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست۔

(حضرت ابو طالب)

Marfat.com

الوداع

وَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيْمٍ مُنَاصِحٍ
وَنَاصِحَةٍ تَبْكِيْ بِدَمْعٍ وَتَنْدِبُ

(ابن ہشام)

''اور ہم نے کتنے خیر خواہ دوستوں اور کتنی خیر خواہ آنسو بہاتی چیختی چلاتی عورتوں کو چھوڑ دیا۔''

الوداع......!

اے مکہ......الوداع!

تجھے الوداع کہتے ہوئے...... ہمارے کلیجے ہیں کہ کٹے جا رہے ہیں......آنکھیں ہیں کہ ڈبڈبا گئی ہیں۔ ساری حسرتیں کرچیں کرچیں ہو کر بکھر گئی ہیں......اے مکہ!

لَا رَيْبَ......کہ تیری فصیلوں سے...... تیری گلیوں سے، تیرے ذروں سے، تیری دیواروں اور دروازوں سے ہمیں عشق ہے۔

اس لیے کہ......:

تو سیّدنا ابراہیم (علیہ السلام) وسیّدنا اسماعیل (علیہ السلام) کے پاکیزہ ہاتھوں سے بنا ہے......اس لیے بھی کہ تیرے دامن میں خدا کا گھر......کعبۃ اللہ......موجود ہے۔

اے مکہ......تجھ سے ہمیں پیار ہے۔

اس لیے کہ......! تیری گلیوں میں ہم پلے بڑھے، جوان ہوئے اور عقل وشعور کی وادی میں قدم رکھے...... تیرے سینے پر ایسے بھی مکیں موجود...... کہ اُن کی رگوں اور ہماری رگوں میں ایک ہی خاندان کا خون دوڑ رہا ہے......تیرے دامن میں ہم نے کاروبار کیے اور آشیاں تعمیر کیے......

اے مکہ!......تو ہمیں اس لیے بھی عزیز ہے کہ:

تیرے سینے پر ایک ہیرا رسالتمآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت چمکا اور اُس کی چکا چوند سے ظلمت کی سیاہیاں مٹنی شروع ہو گئیں...... تیری گلیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کھائے، طعنے سنے، ستم سہے......

لیکن...... اے مکہ!...... یہ منظر بھی تو صدیوں سے دیکھ رہا ہے...... تیرے سینے پر، تیرے بیٹوں نے دربارِ رحمان کے بجائے آستانہ شیطان پر جبین نیاز خم کی ہوئی ہے۔ تیری گود میں پلنے والے خدائے واحد کو

Marfat.com

چھوڑ کر شجر حجر، آفتاب، ماہتاب، ستاروں، دریاؤں، پہاڑوں، سانپوں اور بچھوؤں کے پرستار بن گئے ہیں۔ قانون صرف صاحب اقتدار و صاحب طاقت لوگوں کی اجارہ ہے۔ زیردستوں کی عصمت وعفت زبردستوں کے ہاتھ میں ہے......... زیردستوں کے گلشن شباب کی اچھوتی کلیوں کا رس زبردست بھنورا پن کر چوستے رہتے ہیں......... اور یوں اپنی ہوس کو تسکین بہم پہنچاتے ہیں۔ شرافت نام کو نہیں، غلاموں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔

اے مکہ!......تو دیکھ رہا ہے کہ:

ضلالت و جہالت، بدتمیزی و بے حیائی، ظلم وستم [1] اور استبداد نے یہاں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ شرم وحیا کو سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ عقل و اخلاق کے تمام آئین وقوانین بادِ احمر کے چھلکتے جام کی نظر ہو چکے ہیں۔ لال پری محبوب جان بن چکی ہے۔ چپہ چپہ پر ظلمت و جہالت کی تاریکیاں محورقص ہیں۔ حسن بے نقاب اور عشق بے حیا ہو چکا ہے جس کے طفیل نفس پرستی کچھ یوں بے لگام ہوئی ہے [2] کہ زنا جیسے

---

[1] مظلوموں پر ظلم وستم ڈھانے کے لیے معاشرے کو بڑی حکمت سے تیار کیا جاتا تھا۔ جاہلی دَور کا نامور شاعر زہیر ابن ابی سلمیٰ اس معاشرتی فساد کو بھڑکانے کی غرض سے کہتا ہے۔

''جو ہتھیار کی طاقت سے اپنا دفاع نہیں کرے گا۔ تباہ و برباد ہوگا، اور جو خود بڑھ کر لوگوں پر ظلم نہیں کرے گا۔ وہ بالآخر خود ظلم کا شکار ہوگا۔'' (ترجمہ اشعار)

[2] دورِ جاہلیت میں زنا اور نکاح کے مروّجہ طریقوں کا ذکر سیّد قطب رحمہ اللہ شہید نے اپنے مضمون ''رسول ﷺ کا طریقۂ انقلاب'' میں بخاری شریف کے حوالہ سے یوں کیا ہے۔ ''جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں ایک تو وہ صورت تھی جو آج کل لوگوں میں جاری ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے شخص کو اُس کی بیٹی یا اُس کی تولیت میں رہنے والی دوشیزہ کے لیے پیغام نکاح دیتا ہے اور اُس سے نکاح کر لیتا ہے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ مرد اپنی بیوی سے جبکہ وہ حیض سے پاک ہو چکی ہوتی۔ کہتا کہ فلاں آدمی کو بلا اور اُس سے پیٹ رکھوا، چنانچہ وہ خود اس سے الگ رہتا ہے اور اُس وقت تک اُسے نہیں چھوتا۔ جب تک اُس آدمی کے حمل کے آثار نہ ظاہر ہو جائیں۔ آثار ظاہر ہونے کے بعد خاوند اگر چاہتا ہے تو ہم بستری کر لیتا وہ یہ طریقہ اس لیے اختیار کرتا تا کہ اُسے اچھے نسب کا لڑکا ملے۔ نکاح کی اِس شکل کو استبضاع کہا جاتا تھا۔ نکاح کی تیسری صورت بھی تھی۔ مردوں کی ایک ٹولی جو دس سے کم ہوتی جمع ہو جاتی اور مل کر ایک عورت کے پاس جاتی اور اُسی سے مقاربت کرتی۔ جب اُسے حمل ٹھہر جاتا تو بچے کی ولادت پر چند راتیں گزر جانے کے بعد وہ اُن سب کو بلا بھیجتی۔ اِس طرح بلاوا ملنے پر کوئی شخص انکار نہ کرسکتا تھا۔ جب وہ اُس کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ عورت اُن سے کہتی تمہیں اپنی کارروائی کا نتیجہ معلوم ہو ہی چکا ہے۔ میں نے ایک بچہ جنا ہے۔ پھر وہ اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی یہ تیرا بیٹا ہے۔ اِس پر اُس بچے کا نام اُس شخص پر رکھ دیا جاتا اور لڑکا اُس کی طرف منسوب ہو جاتا اور وہ اِس نسب سے انکار نہ کرسکتا تھا...... نکاح کی چوتھی قسم یہ تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو جاتے اور مل کر ایک عورت کے پاس جاتے جس کے پاس جانے میں کسی کو رکاوٹ نہ ہوتی دراصل پیشہ ور فاحشہ عورتیں تھیں اور علامت کے طور پر اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کر لیتیں۔ جو شخص بھی اپنی حاجت پوری کرنا چاہتا۔ ان کے پاس چلا جاتا۔ ایسی عورتوں میں سے اگر کسی کو حمل ٹھہر جاتا تو وضع حمل کے بعد سارے لوگ اُس کے پاس جمع ہو جاتے اور ایک قیافہ شناس کو بلا لیتے وہ ان میں سے جس کی طرف لڑکے کو منسوب کرتا۔ وہ لڑکا اُس شخص کا قرار پاتا اور وہ اس سے انکار نہ کرسکتا تھا......

Marfat.com

قبیح فعل پر ندامت کے بجائے فخر محسوس کیا جا رہا ہے۔

اے مکہ!......تو دیکھ رہا ہے۔

لونڈیوں کو رقص و سرور سکھلا کر نوک پلک سے آراستہ کر کے بازاروں میں بٹھا دیا جاتا ہے اور جسم بیچنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ بساط ہستی کی نو وارد جیتی جاگتی معصوم بچیوں کا گلا گھونٹ کر پیوند خاک کر دیا جاتا ہے...... خون آشام تلواریں معمولی معمولی باتوں پر میانوں سے تڑپ کر نکلتی ہیں اور انسانوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیتی ہیں۔ بعض اوقات تو یہ خون ریزی ارض و ماہتاب کی بیسیوں گردشوں کے بعد بھی اختتام کو نہیں پہنچتی...... وہ کعبہ کہ جسے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام وسیّدنا اسماعیل علیہ السلام نے اِس واسطے تعمیر کیا تھا کہ اِس میں خدائے واحد کی کبریائی بیان کی جائے گی وہاں اب بے جان بے حس اور بے اختیار بتوں نے خدائے واحد کی جگہ سنبھال لی ہے اور بیت اللہ کو بیت الاصنام بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔

اے مکہ!...... پھر تو نے یہ بھی دیکھا!

عالمگیر گمراہیوں اور ہولناک تاریکیوں کی اِس شب تیرہ و تار میں ایک نور حضرت محمد ﷺ کی صورت چمکا تو تیری گلیوں میں ایک انقلاب آفرین صدا گونجی جس نے ظلم و بربریت کی فضاؤں کو لرزہ براندام کر دیا۔ اقلیم قلوب کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں اور حق و صداقت کے اِس ماہتاب درخشاں نے جہالت و باطل کی تاریکیوں کو برہنہ کر کے رکھ دیا......

اور......اے مکہ!

ہم نے اِس نورِ حق سے اپنے سینوں کو منور کیا...... اُس صراطِ مستقیم پر اپنے قافلے کو بڑھایا کہ جس پر چلنے کا حکم داعی حق نے دیا تھا......

لیکن......اے مکہ!

تیرے بیٹوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کی عقلوں پر پتھر پڑے ہیں۔ انہوں نے دعوت حق کو سنا تو جبینوں پر تیوریاں اُبھر آئیں...... اس لیے کہ اُن کی سرداریاں خطرے میں پڑ رہی تھیں...... وہ اپنے حلیفوں کو ہمراہ لے کر آگے بڑھے...... ہم پر اور ہمارے قائد حضرت محمد ﷺ پر ٹوٹ پڑے...... انہوں نے ہمیں کبھی پتھروں پر لٹایا...... تو کبھی دہکتے انگاروں پر، کبھی پانی میں غوطے دیے تو کبھی دار پر کھینچا...... کبھی ریت پر گھسیٹا تو کبھی نوکیلے پتھروں پر...... کبھی نیزوں کی انیسوں پر آزمایا تو کبھی تلواروں کی دھاروں پر......اور...... پھر۔

تیری گلیاں خون سے لالہ زار ہو گئیں۔ الغرض تیرا دامن ہمارے لیے تنگ کر دیا گیا...... ہمیں اجازت نہ

Marfat.com

دی گئی کہ تیرے ذروں پر اپنی جبین نیاز خداوند کریم کے حضور خم کر سکیں...... کوئی کان ایسا نہ رہا۔ جو دعوت حق کو سنے...... کوئی زبان ایسی نہ رہی جو کلمہ حق کے جواب میں لبیک کی صدا بلند کرے...... کوئی سینہ ایسا نہ رہا۔ جسے نورِ حق منور کر سکے......!

تو...... تیری آغوش میں ہمارا رہنا محال ہو گیا۔

اے مکہ!...... پھر تو نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے ساتھیوں سے یہ کہتے بھی سنا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ جَعَلَ لَکُمْ اِخْوَانًا وَدَارًا تَأْمِنُوْنَ بِھَا.

''اللہ نے تمہارے لیے ایسے بھائی اور ایسا شہر فراہم کر دیا ہے کہ جہاں تم امن سے رہ سکو۔''

گویا...... تیرے سینے پر بسنے والے ہمارے بھائی نہیں رہے اور تو...... ہمارے لیے امن کی جگہ نہ رہا...... اس لیے۔

اے مکہ!...... ہم تجھے الوداع کہتے ہیں۔

کبھی سیّدنا عامر بن ربیعۃ الغزی اور سیّدہ لیلیٰ بنت ابی خثمہ رضی اللہ عنہا کی صورت میں...... تو کبھی سیّدنا عمار بن یاسر اور سیّدنا بلال بن رباح کی صورت میں...... اور...... کبھی سیّدنا سعد بن ابی وقاص، سیّدنا عثمان بن عفان اور سیّدنا رقیہ بنت محمد کی صورت میں یا پھر کبھی سیّدنا عبداللہ بن جحش [1]، سیّدنا ابو احمد بن جحش [2]، سیّدہ زینب بن جحش، سیّدہ حمنہ بنت جحش [3]، سیّدہ ام حبیب بنت جحش اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اجمعین کی صورت میں۔

مکہ...... الوداع!

اے مکہ!...... الوداع...... الوداع!

سب چل دیے

اپنے باغ محبت کے شیریں ثمر سلمہ کو گود میں لیے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا [4] اونٹ پر کسے ہوئے کجاوے میں جا

[1] یہ سیّدنا عبداللہ بن جحش اسدی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے بھائی ہیں۔ حضور ﷺ کے دار ارقم میں آمد سے قبل اسلام قبول کیا۔ انہوں نے ہجرت حبش اور ہجرت مدینہ دونوں کی۔ غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔

[2] یہ امہات المومنین میں سے ہیں اِن کی والدہ کا نام سیّدہ امیہ تھا جو سیّدنا عبدالمطلب کی بیٹی تھی۔ اور حضور ﷺ کی پھوپھی...... یہ سیّدنا زید بن حارثہ...... حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام کی بیوی تھیں۔ پھر زید نے اِن کو طلاق دے دی اور حضور ﷺ نے ۵ ھ میں ان کو نکاح میں لے لیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد تمام ازواجات میں پہلے انتقال فرمایا۔ اِن کا پہلا نام ''برہ'' تھا۔ حضور ﷺ نے نام زینب رضی اللہ عنہا رکھا۔ ۲۰ ہجری مدینہ میں وفات پائی۔ اُس وقت عمر ۵۳ سال تھی۔

[3] یہ سیّدہ حمنہ رضی اللہ عنہا جحش کی بیٹی تھی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ پھر سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو بعد میں سیّدنا طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

[4] یہ اُم المومنین سیّدہ ہند بنت امیہ ہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ نکاح سے قبل سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا جب ۴ ہجری میں انتقال ہوا تو اِن کا نکاح حضور ﷺ سے ہوا۔ اِن کا انتقال ۵۹ ہجری میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وفات کے وقت اِن کی عمر ۸۴ سال تھی۔

Marfat.com

بیٹھیں تو سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ [1] نے اُونٹ کی مہار پکڑ لی...... اور دھیرے دھیرے مکہ کی گلیوں میں آگے بڑھنے لگتے ہیں...... دفعتاً اُن کے کانوں سے ایک کرخت آواز ٹکراتی ہے۔

''ابو سلمہ (رضی اللہ عنہ) ٹھہر جاؤ!''

سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے نظریں اُٹھا کر دیکھا تو بنی مغیرہ کے لوگوں کو رستہ روکے پایا اُن کے ہمراہ بنی الاسد کے لوگ بھی موجود ہیں۔

''کیا بات ہے؟''

سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں تو بنو مغیرہ والے اِس سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں۔

''کیا تم مکہ چھوڑے جا رہے ہو؟''

سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جواباً کہتے ہیں: ''ہاں''......!

رستہ روکنے والوں میں سے ایک اور کہتا ہے:

''تم اپنی ذات کے متعلق تو خود مختار ہو، جہاں چاہو رہو، جو دین چاہو اپناؤ لیکن ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے خاندان کی بی بی تمہارے ساتھ بے گھر ہو اور تم اسے ساتھ لیے شہر شہر کی خاک چھانتے پھرو۔''

بنی مغیرہ والے یہ فیصلہ سنا کر آگے بڑھتے ہیں اور اُونٹ کی مہار سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے چھین کر پلٹنے لگتے ہیں کہ بنی عبدالاسد کے لوگ بنی مغیرہ والوں کا رستہ روک کر کہتے ہیں:

''تم نے ہمارے آدمی سے لڑکی چھین لی۔ اب اِس پر تمہارا حق نہیں کہ تم ہمارا بچہ بھی ساتھ لے جاؤ۔ سیّدنا سلمہ رضی اللہ عنہ ہمارے خاندان کا بچہ ہے ہمارے ساتھ رہے گا۔''

یہ کہہ کر بنی عبدالاسد کے لوگ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود سے بچہ بھی چھین لے جاتے ہیں سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے دل سے ہوک سی اُٹھتی ہے......محوِ حیرت ہیں...... ششدر ہیں...... کیا کیا جائے......اور کیا نہ کیا جائے...... بوجھل قدموں سے اپنا رُخ یثرب کی جانب کر لیتے ہیں جیسے وہاں سے انہیں کوئی صدا بلند ہوتی ہوئی سنائی دے رہی ہو۔

''سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ! اگرچہ تیری بیوی اور تیرے بچے کو تجھ سے جدا کر دیا گیا اور اِس سے بڑھ کر تیری نظروں کے سامنے تیرے بچے کو اُس کی ماں سے بھی علیحدہ کر دیا گیا......لیکن سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تم یونہی یثرب چلے آؤ...... اِس راہ میں نقد جان بھی ہارنی پڑے تو یہ سودا مہنگا نہیں۔''

---

[1] سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عبدالاسد کے بیٹے مخزومی قرشی رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔ اِن کی والدہ ''برہ'' سیّدنا عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ تمام غزوات میں شریک رہے ۴ ہجری میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

آہ!...... کتنے ہیں جو بے گھر ہو رہے ہیں۔ سب کچھ چھوڑ کر سوئے یثرب بڑھے جا رہے ہیں...... لیکن کفار مکہ بھلا کب گوارا کر سکتے...... کہ یوں اہل ایمان بچ نکلیں...... سو رستے روکے جاتے ہیں...... اور ستم کی آندھی ایک مرتبہ پھر چلا دی جاتی ہے۔

یہ (سیّدنا) صہیب (رضی اللہ عنہ) ہیں...... ہجرت کے لیے نکلے ہیں مگر ستم گر رستہ روک لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

''صہیب (رضی اللہ عنہ) تم مکہ میں آئے تھے تو کنگال آئے تھے تم مکہ میں رہ کر مالدار ہوئے۔ اَب یہ چاہتے ہو کہ جان کے ساتھ مال و اسباب بھی بچا کر لے جاؤ...... بخدا ہم ایسا نہ ہونے دیں گے۔''

سیّدنا صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اگر میں تمہیں تمام مال و اسباب دے دوں تو کیا تم مجھے یہ شہر چھوڑ جانے دو گے۔''

ستم گرانِ مکہ کی رالیں ٹپکنے لگتی ہیں کہتے ہیں:

''ہاں......!''

اور یوں سیّدنا صہیب رضی اللہ عنہ مال و اسباب سے ہاتھ جھاڑ کر یثرب چل پڑتے ہیں۔ اُدھر رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کو خبر ملتی ہے تو پکار اُٹھتے ہیں:

''رَبِحَ صُهَيْبٌ رَبِحَ صُهَيْبٌ.''

''صہیب نفع میں رہے، صہیب نفع میں رہے۔''

یہ سیّدنا ہشام بن عاص ہیں [1] چلے ہیں جانب یثرب مگر صیاد کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ سیّدنا عیاش بن ابی ربیعہ [2] ہیں۔ ظالموں کے پنجے سے نکل کر ایک مرتبہ پھر پنجہ ستم میں آ پھنستے ہیں اور قید کر دیے جاتے ہیں۔

---

[1] یہ عاص بن وائل کے بیٹے ہیں مکہ میں اسلام قبول کیا۔ دوسری ہجرت حبش میں شریک تھے۔ ہجرت مدینہ نکلے تو والد نے پکڑ کر قید کر لیا۔ جنگ خندق کے بعد مدینہ آئے جنگ اجنادین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شہید ہوئے۔ اِن کا جسم میدان جنگ میں گھوڑوں تلے اِس قدر روندا گیا کہ گوشت جمع کر کے دفن کرنا پڑا ۱۳ھ کو شہادت ہوئی۔

[2] عیاش رضی اللہ عنہ نام۔ ابی ربیعہ بن المغیرہ والد کا نام۔ حضور ﷺ کے دار ارقم میں آنے سے قبل اسلام قبول کیا۔ ہجرت ثانیہ میں ملک حبش گئے۔ پھر مکہ آئے اور اصحابِ رسول ﷺ کے ساتھ مدینہ ہجرت کی لیکن قباء سے ابوجہل اور سیّدنا حارث بن ہشام کے اصرار کرنے پر واپس مکہ آئے مکہ میں انہیں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور قید کر دیا گیا۔ پھر یہاں سے رہا ہو کر مدینہ آئے تو رحلت رسول ﷺ تک یہیں رہے۔ پھر شام چلے گئے۔ وہاں سے مکہ آ گئے اور مکہ میں ہی انتقال فرمایا۔

Marfat.com

یہ سیّدنا عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ [1] ہیں...... یثرب چلنے لگتے ہیں کہ باپ سہیل بن عمرو رستہ روک لیتا ہے اور پکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیتا ہے...... رفتہ رفتہ مکہ اہلِ حق سے خالی ہوتا جاتا ہے اور پھر یہ وقت بھی آ پہنچا ہے کہ داعیِ حق حضرت محمد ﷺ کے علاوہ یا تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وسیّدنا علی رضی اللہ عنہ مکہ میں موجود ہیں...... یا پھر وہ کہ جنہیں پابند سلاسل کر کے مکہ میں رہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔

سنت الٰہی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ [2]

(البقرة: ١٥٥ تا ١٥٧)

''اور ہم تمہاری آزمائش کریں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اُسی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ ان پر نوازشیں ہوں گی۔ اُن کے پروردگار کی طرف سے اور رحمت بھی اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔''

اک ذرا حبیب کے گھر تک

تمازتِ آفتاب سے مکہ کی دھرتی جل رہی ہے۔

شدت کی اِس گرمی نے اِنسانوں کو گھروں میں یوں دبکنے پر مجبور کر دیا ہے کہ مکہ کی گلیاں سنسان ہو گئیں ہیں...... مگر رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اِس جھلسا دینے والی دوپہر میں اپنے رفیق خاص سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب بڑھے چلے جا رہے ہیں...... خلافِ معمول عین دوپہر گھر آنے پر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشویش زدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں:

---

[1] قدیم الاسلام صحابی تھے۔ ہجرت ثانیہ میں ملک حبش کو گئے۔ حبش سے مکہ آئے مدینہ جانا چاہتے تھے کہ والد نے گرفتار کر لیا اور بیڑیاں پہنا دیں...... پھر یہ مشرکین کے ساتھ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے۔ دِل سے وہ مخلص مسلمان تھے مگر ظاہری طور پر مشرکین کے ساتھ رہے۔ بدر کے میدان میں موقع ملتے ہی اسلامی فوج میں بھاگ کر شامل ہو گئے...... اُحد و خندق کے معرکوں میں حضور ﷺ کے ہم رکاب رہے۔ جنگ یمامہ میں بھی حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ ہی میں ۱۲ ہجری کو شہادت پائی۔ اُس وقت اِن کی عمر اڑتیس ۳۸ سال تھی۔

[2] یہاں یہ آیات مبارکہ درج کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ سنت الٰہی کی یاد دہانی ہو جائے۔

Marfat.com

''میرے ماں باپ محمد (ﷺ) پر قربان ضرور کوئی خاص بات ہے جس کی وجہ سے آپ اِس وقت تشریف لائے ہیں۔''

آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا [1] اور سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا [2] کو بھی وہاں موجود پاتے ہیں تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

''اَخْرِجْ عَنِّي مَنْ عِنْدَكَ.''

''جو لوگ تمہارے پاس ہیں انہیں ہٹا دو۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

''میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان اِس وقت صرف میری بیٹیاں ہی یہاں موجود ہیں اِن کے رہنے میں کوئی قباحت نہیں۔''

یہ سن کر آپ ﷺ فرماتے ہیں: [3]

''اِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِي فِي الْخُرُوْجِ وَالْهِجْرَةِ.''

''اللہ تعالیٰ نے نکل جانے اور ہجرت کر جانے کی مجھے اجازت دی ہے۔''

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں ہجرت سے قبل ۱۰ ہجری کو مکہ میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ ۱۸ ماہ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ حضور ﷺ کے ساتھ ۹ سال تک رہیں۔ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں ۱۷ رمضان کو وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

[2] سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ اِن کو ذات النطاقین بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ ہیں۔ مکہ میں اِسلام لائیں۔ اُس وقت صرف ستر (۷۰) آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ۷۳ھ میں تقریباً ایک سو سال کی عمر میں مکہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

[3] جب اہلِ ایمان ایک ایک کر کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کرنا چاہی مگر حضور ﷺ نے اپنے رفیق باوفا کو روک کر کہا: "لَا تَعْجَل لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَكَ صَاحِبًا!" (جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی ساتھی پیدا کر دے) یہ سن کر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ہو نہ ہو مجھے ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی رفاقت نصیب ہو گی۔ اِس مقصد کے لیے دو اونٹیاں خریدیں اور انہیں کھلا پلا کر تیار کیا اور پھر وہ ساعت سعید بھی آ پہنچی جب حضور ﷺ کو اذنِ خداوندی ملا۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ ... وَّاجْعَلْ
لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
(بنی اسرائیل)

(اور (اے نبی ﷺ) دعا کرو کہ اے میرے رب مجھے داخل کر سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی جگہ اور خارج کر سچائی کے ساتھ خارج ہونے کی جگہ سے اور کسی طاقت کو میرا مددگار بنا دے) رب کائنات کی جانب سے اجازت ملی تو حضور اکرم ﷺ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنانے چل پڑے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ اُنہیں بھی رفاقت کا شرف نصیب ہو رہا ہے تو خوشی سے پھولے نہ سمائے۔

Marfat.com

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دھڑکتے دِل کے ساتھ عرض کرتے ہیں:

''الصَّحبَۃُ یَا رَسُولَ اللّٰہ.''

''اے اللہ کے رسول (ﷺ) مجھے بھی صحبت ملے گی۔''

آپ ﷺ جواب دیتے ہیں:

''الصَّحبَۃُ''...

(ہاں تم بھی) ساتھ رہو گے۔

یہ خبر سنتے ہی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے جام خوشی کے آنسوؤں سے چھلک پڑتے ہیں۔ اپنے جذبات پر قابو پانے کے بعد عرض کرتے ہیں......

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ (ﷺ) میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جو میں نے اِسی مقصد کے لیے رکھی تھیں۔ اِن میں سے ایک آپ قبول فرمائیں۔''

''لیکن قیمتاً......!''

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے ہیں کہ کسی طرح ہدیتاً قبول فرمالیں مگر آپ ﷺ اونٹنی[1] قیمتاً ہی لیتے ہیں۔ پھر دونوں، عبداللہ بن اریقط[2] کے گھر کی جانب چل دیتے ہیں تاکہ اُسے اُجرت پر راستہ بتانے اور مخصوص وقت تک اونٹ چرانے کے لیے راضی کیا جاسکے...... یہ کام کر چکنے کے بعد آپ ﷺ پھر اپنے گھر لوٹ آتے ہیں۔

---

[1] ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں اونٹنیاں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیں تو دونوں میں سے جو بہتر تھی۔ اُسے آگے بڑھایا اور رسولِ خدا کی خدمت میں ہدیتاً پیش کرنا چاہا مگر حضور ﷺ نے فرمایا:...... اِنّی لَا أرْکَبُ بَعِیْرًا لَیْسَ لِی...... (میں ایسے اُونٹ پر نہیں بیٹھتا جو میرا نہ ہو) سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یہ آپ ﷺ کی نذر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا ولکن ما الثَّمنُ الَّذِی ابتَعتَھَا بِہٖ (نہیں [یہ نہیں ہوگا] لیکن تم نے اسے کتنے میں خریدا ہے؟) سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیمت خرید بتائی تو حضور ﷺ نے فرمایا: قَدْ أَخَذْتُھَا بِذٰلِکَ (میں نے اسے اسی قیمت میں لے لیا)۔ (حضور ﷺ نے جو اونٹنی قیمتاً خریدی اُس کا نام ''جدعا'' تھا۔)

[2] یہ شخص اگرچہ مشرک تھا مگر رسولِ خدا اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اِسے قابلِ اعتماد فرد گردانتے تھے اور اس نے پوری وفاداری سے یہ خدمت انجام دی حالانکہ قریش کو خبر دے کر بھاری رقم اور انعام حاصل کرسکتا تھا۔ طائف سے واپسی پر بھی حضور ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو ہی پناہ حاصل کرنے کی غرض سے معظم بن عدی کے پاس بھیجا تھا۔

Marfat.com

سازشیں

ابلیس ❶ خوش شکل کہن سال بوڑھے نجدی کا روپ دھارے اور موٹی چادر میں اپنے جسم کو لپیٹے دارالندوہ کے دروازے پر آ کھڑا ہوتا ہے...... اہل قریش ❷ کی نظریں اس کہن سال بوڑھے ابلیس کے چہرے پر پڑتی ہیں تو وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ پریشان بھی ہو جاتے ہیں۔ حیران اس لیے کہ...... اِس بوڑھے کو اِس خفیہ میٹنگ کی اطلاع کیسے ہوگئی؟ حالانکہ اس معاملے میں بہت راز داری سے کام لیا گیا تھا......اور پریشان اِس لیے ہوئے کہ...... یہ راز نہیں رہا......

''بڑے میاں تم کون ہو......؟''

خفیہ میٹنگ کرنے والوں میں سے ایک سوال کرتا ہے تو بوڑھا ابلیس جواب دیتا ہے۔

''میں نجد والوں میں سے ایک شیخ ہوں سنا تھا کہ تم لوگ ایک قرارداد کے مطابق جمع ہوئے ہو۔ میں بھی چلا آیا کہ کچھ کہوں .... کچھ سنوں .... رائے دہی اور خیر خواہی میں کوتاہی نہ برتوں......''

قریش یہ سن کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ انہیں ایک تجربہ کار گرگ باراں دیدہ کہن سال بوڑھے نجدی کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل رہا ہے۔ میٹنگ کا آغاز ہوتا ہے تو ایک کہتا ہے:

''تم لوگوں نے محمد (ﷺ) کا معاملہ دیکھ لیا اَب اُس کی روش ہمارے لیے ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ یہ معاملہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے ❸ ۔''

دوسرا تجویز پیش کرتا ہے:

''اِسے (نعوذ باللہ) لوہے کی بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈال دو اور سسک سسک کر مر جانے دو......''

---

❶ بروایت ابن ہشام۔

❷ اُس وقت دارالندوہ میں درج ذیل اشخاص موجود تھے۔ و بنوعبد شمس سے۔ (۱) شیبہ بن ربیعہ، (۲) عتبہ بن ربیعہ، (۳) ابوسفیان بن حرب...... و بنونوفل سے، (۴) طعیمہ بن عدی، (۵) جبیر بن مطعم، (۶) حارث بن عامر...... و بنو اسد بن عبدالعزی سے، (۷) ابوالبختری بن ہشام، (۸) زمعہ بن اسود، (۹) حکیم بن حزام...... و بنومخزوم سے، (۱۰) ابوجہل بن ہشام، بنوسہم سے، (۱۱) بنیہ بن حجاج، (۱۲) مبنہ بن حجاج...... و بنوجمع سے، (۱۳) امیہ بن خلف اور بنوعبدالدار سے، (۱۴) نصر بن حارث بن کلدہ۔

❸ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے: يَكِيدُونَ كَيْدًاo وَاَكِيدُ كَيْدًاo فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًاo (وہ تدبیریں کرتے ہیں اور خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ ان کو آہستگی اور نرمی سے چھوڑ دیجیے) اِس آیت مبارکہ کے ساتھ ساتھ اِن سرداروں کا انجام ملاحظہ ہو کہ تین سیّدنا ابوسفیان، سیّدنا جبیر بن معطم، سیّدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے علاوہ سبھی ایک ہی دن جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔

Marfat.com

مگر بوڑھا نجدی کہنے لگا:

''واللہ......تمہاری یہ تجویز ٹھیک نہیں۔ محمد (ﷺ) کے جانثار اپنے آقا کو چھڑانے کے لیے۔ جدوجہد کریں گے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی طاقت میں اضافہ کر کے تم پر ٹوٹ پڑیں......''

ایک تجویز اور میٹنگ میں رکھی جاتی ہے:

''محمد (ﷺ) کو مکہ سے نکال دیا جائے مکہ سے نکل جائے گا تو سکون ہو جائے گا ہماری سر دردی ختم ہو جائے گی۔ بعد میں وہ جہاں رہے۔ جیے یا مرے ہمیں اِس سے کیا سروکار[1] (خاکم بدہن)......''

لیکن اِس مرتبہ بھی بوڑھا نجدی تجویز ردّ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''کیا تم اُس کی شرینی گفتار، خوبی کلام اور لوگوں کے دِلوں پر اُس کی پیش کردہ چیز کا غلبہ نہیں دیکھتے......؟ واللہ اگر تم ایسا کر بیٹھے تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلے میں جائے گا اُس پر اپنے شیریں کلام سے ایسا غلبہ پائے گا کہ وہ سب اُس کے مطیع ہو جائیں گے۔ پھر ممکن ہے۔ وہ انہیں لے کر تم پر حملہ آور ہوں اور تمہاری حکومت چھین لے......اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم کوئی اور تجویز سوچو۔''

آخر ابوجہل دُور کی کوڑی لاتے ہوئے کہتا ہے:

''میری اِس سلسلے میں ایک تجویز ہے، بہتر یہی ہے کہ تم اِس پر متفق ہو جاؤ۔''

سبھی پوچھتے ہیں......

''ابوالحکم، بتاؤ تو......وہ کیا تجویز ہے۔ جو تم بتانا چاہتے ہو؟''

ابوجہل تجویز کی تفصیل بتاتے ہوئے کہتا ہے:

''ہر قبیلے سے ایک جوان مرد چن لو۔ اُن تمام کے ہاتھوں میں تلواریں تھما دو اور جب محمد (ﷺ) صبح کے وقت اُٹھیں تو وہ سبھی یک بارگی یوں حملہ آور ہوں جیسے ایک ہی وار کیا گیا ہو! اِس طرح خون تمام قبیلوں پر بٹ جائے گا اور محمد (ﷺ) کے خاندان والے بدلہ لینے کے قابل نہ ہوسکیں گے۔''

بوڑھا نجدی اِس تجویز کو سنتا ہے تو عش عش کر اُٹھتا ہے۔ باقی سبھی میٹنگ کے شرکا بھی اِس تجویز کی خوب

[1] محمد سلمان سلیمان منصور پوری نے اِس تجویز کو یوں نقل کیا ہے کہ ''ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر اسے یہاں سے نکال دیا جائے۔ ہماری جانب سے کہیں جائے کہیں رہے جیے یا مرے۔''

Marfat.com

تعریف کرتے ہیں...... ابوجہل کی یہ خونی تجویز فیصلہ کا روپ دھارتی ہے تو اُن افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے یہ کام سرانجام دینا ہے۔

اِدھر دارالندوہ میں آپ ﷺ کی قسمت کے بارے میں فیصلہ کیا جارہا ہے تو دوسری طرف خداوندکریم کی جانب سے آپ ﷺ کو قریش کی سازشوں سے مطلع کر دیا جاتا ہے۔ جبرائیل حاضر ہو کر آپ ﷺ کو رات گھر قیام کرنے سے منع کر جاتے ہیں۔

پیچ وتاب

آکاش کا دامن ننھے منے چمکتے دمکتے تاروں سے بھرا پڑا ہے۔ بے رونق سا چاند رات کی تاریکی پر اپنا ہلکا سا پرتو ڈال رہا ہے۔ گرم لُو کے جھونکے مکہ کے در و دیوار کو تھپکیاں دے رہے ہیں اور پورا مکہ نیند کے گہرے سمندر میں غوطہ زن ہے...... ایسے میں بارہ (۱۲) خون کے پیاسے[1] دارالندوہ سے نکلتے ہیں اور آپ ﷺ کے مکان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں...... جبکہ مکان کے اندر آپ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں۔

''تم میرے بستر پر میری حضرمی چادر اُوڑھ کر سو رہو اُن کی جانب سے کوئی ناپسندیدہ چیز تم تک نہ پہنچ سکے گی۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہدایات دینے کے بعد آپ ﷺ گھر کی دہلیز کو عبور کرتے ہوئے باہر نکلتے ہیں تو زبان پر قرآن مجید فرقان حمید کی آیات جاری ہو جاتی ہیں:

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

(یٰسٓ: ۱ تا ٤)

''یٰسٓ، حکمت والے قرآن کی قسم! تو اللہ کے بھیجے ہوؤں میں سے ہے اور سیدھے راستے پر ہے۔''

آپ ﷺ بڑھے چلے جارہے ہیں اور یہاں تک تلاوت کرتے جاتے ہیں کہ:

وَ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

(یٰسٓ: ۹)

''اور ہم نے ان کے آگے پیچھے ایک قسم کی روک بنا دی ہے اور اِن آنکھوں پر پردے ڈال دیے کہ وہ دیکھتے ہی نہیں۔''

خداوند عزوجل کی قدرت ملاحظہ ہو...... کہ جونہی آپ ﷺ تشنگانِ خون کے سامنے ہوتے ہیں۔ اُن

---

[1] قتل پر مامور کیے جانے والے بارہ افراد کے نام یہ ہیں: (۱) ابوجہل، (۲) حکم بن ابی العاص، (۳) عقبہ بن ابی معیط، (۴) نضر بن حارث، (۵) اُمیہ بن خلف، (۶) زمعہ بن الاسود، (۷) حارث بن قیس، (۸) طعیمہ بن عدی، (۹) ابولہب، (۱۰) اُبی بن خلف، (۱۱) بنیہ بن حجاج، (۱۲) منبہ بن حجاج۔

Marfat.com

کی بصارت رب کائنات کی جانب سے چھین لی جاتی ہے اور اُن کی آنکھیں اِس قابل نہیں رہتیں کہ آپ ﷺ کو دیکھ سکیں۔ رسولِ پاک صاحب لولاک ﷺ نے اپنی مٹھی مبارک میں خاک اُٹھا رکھی ہے اور محاصرین کے سروں پر ڈالتے جاتے ہیں۔

پھر وہاں سے اپنے رفیق خاص سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر پچھلی کھڑکی سے نکلتے ہیں اور جانب جنوب چل دیتے ہیں۔ شہر سے نکل کر جب مقامِ حزورہ پہ پہنچتے ہیں تو آپ ﷺ پلٹ کر بیت اللہ کی جانب رُخ کر لیتے ہیں۔ دل ڈوبتا محسوس ہوتا ہے...... بڑے دکھ اور حسرت سے فرماتے ہیں:

''اے مکہ!...... خدا کی قسم! تو مجھے خدا کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور خدا کو بھی اپنی زمین پر تو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تیرے باسی مجھے نہ نکالتے تو میں تجھے ہرگز خیر باد نہ کہتا۔''

اِدھر مکہ میں آپ ﷺ کے خون کے پیاسے بدستور گھر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں کہ ایک شخص ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے:

''اے اہل قریش کس کا انتظار ہے؟''

''محمد (ﷺ) کا......''

وہ جواب دیتے ہیں تو نوارد کہتا ہے:

''واللہ محمد (ﷺ) تو تمہارے سامنے سے نکل گئے ہیں اور حد یہ کہ تم سبھی کے سروں پر مٹی ڈالتے گئے...... تمہیں خبر نہ ہوئی؟...... ذرا اپنی حالتوں کو تو دیکھو۔''

یہ سن کر سبھی اپنے اپنے سروں پر ہاتھ مارنے لگتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سر خاک سے اَٹے پڑے ہیں اُنہیں نوارد کی بات سچ معلوم ہونے لگی ہے۔ تسلی کرنے کی غرض سے دیوار سے جھانک کر اندر سبز حضرمی چادر اُوڑھے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں:

''واللہ محمد (ﷺ) تو سو رہے ہیں...... اور اُن کی چادر اُن کے اوپر ہے۔

دُور مشرقی جانب سے آسمان نیلگوں ہونا شروع ہو گیا ہے۔ تشنگانِ خون اب اپنے پروگرام کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے بے قرار ہیں............ اسی اثنا میں سونے والا چادر منہ سے اتار کر چارپائی سے اُتر پڑتا ہے............ اہل قریش آپ ﷺ کے بجائے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو بستر سے اُٹھتے دیکھتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

محمد (ﷺ) کہاں گئے......؟...... کیسے گئے......؟

بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں...... کہ شکار آج بھی ہاتھ سے نکل گیا......! سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریب جا کر پوچھتے ہیں:

''بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟''

''مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں۔ میں اُن پر کوئی نگراں تو نہیں۔ تم نے اُنہیں نکالا تو وہ چلے گئے۔''

قریش یہ سن کر جھنجھلا جاتے ہیں...... اپنی خفت مٹانے کے لیے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو نشانہ ستم بنا لیتے ہیں۔ مار پیٹ سے فارغ ہوتے ہیں تو کعبہ میں لے جا کر بند کر دیتے ہیں...... لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مسلسل لاعلمی کا اظہار کیا جاتا ہے تو مجبوراً سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیتے ہیں...... سارے منصوبے پر پانی پھرتے دیکھ کر ابوجہل کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے...... اپنے ہمراہیوں کو لے کر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب چل دیتا ہے اور جا دروازے میں کھڑا ہوتا ہے...... سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا ابوجہل کو دروازے میں کھڑا دیکھتی ہیں تو قریب آ جاتی ہیں...... ابوجہل سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھتا ہے:

''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی...... تیرا باپ کہاں ہے؟''

سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں:

''واللہ! میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں۔''

یہ سن کر شقی القلب ابوجہل ننھی اسماء (رضی اللہ عنہا) کے چہرے پر اِس قدر زور سے تھپڑ رسید کرتا ہے کہ کان کی بالی ٹوٹ کر دُور جا گرتی ہے۔

ننھا منا قافلہ

رات کی گھنیری سیاہی میں چاند اور ستارے دونوں بے رونق ہو چکے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے شب بھر جاگتے رہنے کے بعد انہیں بھی نیند کی جھپکیاں آ رہی ہوں۔ ہوا کی تھپکیاں بدستور ویسے ہی ہیں...... رسول کریم حضرت محمد ﷺ اپنے رفیق سفر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رفتہ رفتہ مکہ کی گلیوں سے دُور ہوتے جا رہے ہیں...... تین میل کی مسافت اور پھر رستہ بھی دشوار گزار کچھ اور آگے بڑھتے ہیں تو سر توڑ چڑھائی کا مرحلہ آ جاتا ہے، سنگلاخ زمین اور نوکیلے پتھر ہیں کہ جن سے آپ ﷺ بار بار ٹھوکر کھائے جا رہے ہیں پاؤں مبارک زخمی ہو گئے ہیں...... سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا ﷺ کی یہ تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ آگے بڑھ کر اُنہیں کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں...... غارِ ثور پر پہنچ کر رُک جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں کچھ عرصہ کے

Marfat.com

لیے قیام طے ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن اریقط کو بھی یہی ہدایت کی گئی تھی کہ مکہ والوں کی نظروں سے بچ کر اونٹنیوں کے ہمراہ یہیں آ جانا...... سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو باہر ٹھہرا کر خود غار کا اندر سے جائزہ لیتے ہیں۔ گرد و غبار سے غار اَٹا پڑا ہے اور جا بجا کیڑے مکوڑوں نے اپنے بل بنا رکھے ہیں۔ غار کو صاف کرنے کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر تمام روزن بند کر دیتے ہیں لیکن ایک سوراخ ایسا بھی ہے جو اِن کی نظروں سے بچ رہا ہے۔ اِس کام سے فارغ ہو کر باہر نکلتے ہیں اور آپ ﷺ سے عرض کرتے ہیں:

"یارسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ پر قربان اندر تشریف لے آئیں......"

آپ ﷺ غار میں داخل ہو جاتے ہیں بدن تھکن سے چور ہے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ محبت و عقیدت سے آپ ﷺ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیتے ہیں تاکہ ان کے محبوب آرام کر سکیں...... دفعتاً سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اُس سوراخ پر جا پڑتی ہے۔ جو پہلے نظروں سے اوجھل رہا تھا۔ اپنا پاؤں سرکا کر اُس سوراخ پر رکھ دیتے ہیں کہ مبادا کوئی موذی کیڑا نکل کر ان کے محبوب کو گزند نہ پہنچائے...... اِتفاق کی بات ملاحظہ ہو کہ اِس سوراخ میں موجود ایک سانپ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ڈس جاتا ہے۔ زہر نے اپنا اثر دکھلانا شروع کر دیا ہے۔ درد کی شدت نا قابل برداشت ہو گئی ہے مگر ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیتے ہیں اور اُف تک نہیں کرتے کہ کہیں آپ ﷺ کی نیند اُچاٹ نہ ہو جائے......لیکن لاکھ ضبط کے باوجود آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر آپ ﷺ کے رُخ انور پر جا پڑتے ہیں آپ ﷺ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ماجرا دریافت کرتے ہیں تو مجبوراً سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنانا پڑتا ہے۔ آپ ﷺ یہ سن کر اپنا لعاب دہن سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زخم پر لگا دیتے ہیں۔ تاثیر لعاب دہن سے زہر کا سارا اثر کافور ہو جاتا ہے۔

نوخیز سیّدنا عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ [1] شام ڈھلے غار میں آ کر آپ ﷺ اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں رات گزارتے اور صبح منہ اندھیرے مکہ واپس پلٹ جاتے ہیں اور پتا لگاتے ہیں کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں جو کچھ بھی خبریں ملتی ہیں۔ آ کر آپ ﷺ سے عرض کرتے ہیں...... سیّدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ [2] کچھ رات گئے بکریاں چراتے چراتے اِدھر لے آتے ہیں اور دونوں رفقا دودھ پی لیتے ہیں جبکہ ننھی سیّدہ

---

[1] یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ خلافت ابوبکر میں ۱۱ شوال میں وفات پائی یہ قدیم الاسلام صحابہ میں سے ہیں۔

[2] مکہ میں طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ مسلمان ہوتے ہی سیّدنا عامر رضی اللہ عنہ کے آقا نے بے انتہا تشدد کیا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ بدر اور اُحد کی لڑائیوں میں شرکت کی۔ ۴ ہجری بیئر معونہ میں ۴۰ سال کی عمر میں سابق آقا طفیل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضور ﷺ کو واقع بیئر معونہ پر سخت صدمہ ہوا اور ۴۰ دن تک قاتلانِ بیئر معونہ کو بددعا دیتے رہے۔

Marfat.com

اسماء رضی اللہ عنہا روزانہ شام گھر سے کھانا پکا کر ننھے ننھے ہاتھوں میں اُٹھائے کفارِ مکہ سے چھپتے چھپاتے غار میں لے آتیں۔

اِدھر قریش مکہ کا ایک ایک کونا چھان مارتے ہیں...... اُن راہوں پر بھی سوار دوڑاتے ہیں جو یثرب کو جاتے ہیں......مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ آخر تھک ہار کر کرز بن علقمہ کے پاس جاتے ہیں...... کرز بن علقمہ پاؤں کے نشانات کے ذریعے مفروروں کو ڈھونڈنے میں مہارت رکھتا ہے۔ اسے مجبور کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کو تلاش کرنے میں مدد کرے...... کرز بن علقمہ اسی فن کے ماہر اپنے ایک اور ساتھی کو ہمراہ لے کر قریش مکہ کے ساتھ آپ ﷺ کی جستجو میں نکل کھڑا ہوتا ہے...... آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے...... کتنے نازک لمحات ہیں یہ...... رسولِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار اندر موجود ہیں اور خون کے پیاسے سر پر پہنچ چکے ہیں...... مگر اُدھر خداوند کریم اپنے محبوب بندوں کی حفاظت کا یوں انتظام فرماتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ غار کے دہانے پر مکڑی حکم خدا سے جالا تن دیتی ہے...... کرز بن علقمہ یہاں پہنچ کر کہتا ہے:

"اب کچھ پتا نہیں چل رہا جانے والے اِس کے بعد کہاں گئے۔"

شک گزرتا ہے کہ کہیں غار میں نہ ہوں مگر جو دہانے پر نظر پڑتی ہے تو وہاں مکڑی نے جالا تن رکھا ہے۔ مکڑی کے جالے کو دیکھ کر وہ اپنے اِس خیال کو جھٹک دیتا ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہے۔ مکڑی اتنی جلدی جالا تن سکے...... قریش میں سے ایک کرز بن علقمہ سے کہتا ہے:

"کیوں نہ غار میں چل کر دیکھ لیا جائے۔"

مگر دوسرا جواب دیتا ہے:

"ارے یہاں کیا پاؤ گے اِس غار پر تو مکڑی کا جالا محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہوا ہے۔"

غار کے اندر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسوں کی گفتگو سن رہے ہیں۔ دِل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں...... آپ ﷺ اپنے رفیق باوفا کو یوں پریشان دیکھتے ہیں تو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

"گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

چناں چہ یہی ہوتا ہے اور کفار باہر ہی سے بحث و مباحثہ کے بعد واپس پلٹ جاتے ہیں۔ رسول

Marfat.com

کریم ﷺ اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں تین راتیں اور بسر کرتے ہیں۔ چوتھے روز شام ڈھلے عبداللہ بن اریقط رضی اللہ عنہ اونٹوں کو لیے حسب وعدہ پہنچ جاتا ہے اور یوں یہ ننھا قافلہ ایک مرتبہ پھر سوئے یثرب چل پڑتا ہے۔ ①

کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے؟

''سراقہ ② سنو تو......''

سیّدنا سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کے لوگوں میں بیٹھا دیکھ کر ایک نوارد نے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

سراقہ نوارد کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے:

''ابھی میں نے ساحل پر کچھ آدمی جاتے دیکھے میرا خیال ہے۔ وہ محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھی ہیں۔''

سراقہ یہ سنتا ہے تو چونک اُٹھتا ہے اور جی ہی جی میں کہتا ہے:

''کتنی اہم بات اِس نے یونہی سرِ محفل کہہ دی۔''

سراقہ کو یقین ہو چکا ہے کہ ساحل پہ دیکھے جانے والے لوگ حضرت محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی ہی ہیں۔ دِل ہی دِل میں خوش ہوتا ہے کہ عنقریب وہ سو اونٹوں کا مالک بن جائے گا۔ کل ہی تو اہل قریش میں سے ایک آدمی نے آکر اِطلاع دی تھی کہ:

''جو محمد (ﷺ) کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا سو (۱۰۰) اونٹوں کا حق دار ٹھہرے گا۔''

اب یہ سنہری موقع سراقہ کسی طور پر ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتا تھا۔ چناں چہ چپکے سے محفل سے یوں اُٹھ آتا ہے اور کسی کو شک بھی نہیں گزرتا۔ خود سر پہ رکھے، نیزہ تانے بدن پر ہتھیار سجائے اپنی گھوڑی پر سراقہ ہوا سے باتیں کرتا جا رہا ہے۔ دفعتاً اُس کی نظر آپ ﷺ اور اُن کے ساتھیوں پر پڑتی ہے۔ دِل میں خیال جنم لیتا ہے۔

---

① جب عبداللہ بن اریقط اونٹنیاں لے کر پہنچا تو ٹھیک اُسی وقت سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بھی زادِ راہ ایک تھیلے میں لیے پہنچ گئیں مگر اِن کو باندھنے کے لیے کوئی چیز ساتھ لانے کا خیال نہ رہا۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا نطاق (کمر باندھنے والا کپڑا) پھاڑ کر دو حصے کیے اور ایک حصے سے توشہ باندھ کر کجاوے کے ساتھ لٹکایا۔ اِسی وجہ سے سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین بھی کہا جاتا ہے۔

② نام سراقہ۔ ابوسفیان کنیت، والد کا نام مالک بن جعشم، لیکن سراقہ بن جعشم کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ حنین اور طائف کے معرکوں سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں مقام جعرانہ پر سیّدنا سراقہ نے مل کر اسلام قبول کیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۴ھ کو وفات پائی۔

Marfat.com

''لو میں کامیاب ہو گیا۔''

دفعتاً گھوڑی زور سے ٹھوکر کھا کر گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑتی ہے اور سراقہ بھی دُور جا گرتا ہے۔

وہ خود اُٹھتا...... گھوڑی کو اُٹھاتا ہے...... سوار ہو کر پھر چل پڑتا...... آپ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اللہ سے لو لگائے آگے بڑھے چلے جا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو دشمن جان کے قریب پہنچنے کی اطلاع دی جاتی ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''الٰہی ہمیں اِس کے شر سے محفوظ رکھ۔''

اِدھر یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلتے ہیں اُدھر سراقہ کی گھوڑی کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ سراقہ ایک جھٹکے سے زمین پر جا پڑتا ہے۔ اِسی لمحے درِ ذہن پر یہ حقیقت دستک دیتی ہے کہ:

خدا...... جس کی حفاظت کرے اُس پر غالب آنا محال ہے۔

پھر وہیں سے پکار کر کہتا ہے:

''صاحبو! میں سراقہ بن جعشم ہوں مجھے اتنی مہلت دو کہ میں تم سے بات کر سکوں...... واللہ! میں کوئی دغا نہ کروں گا اور نہ میری جانب سے کوئی ایسی بات پہنچے گی جو تم کو پسند نہ ہو۔''

یہ سن کر آپ ﷺ اپنے ساتھی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

قُلْ لَهٗ مَا تبتغي منا.

''اُس سے کہو وہ کیا چاہتا ہے۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بات سراقہ سے کہتے ہیں تو وہ درخواست کرتا ہے کہ:

''مجھے امان کی تحریر لکھ دی جائے۔''

آپ ﷺ کے ارشاد پر سیّدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ خط امان لکھ دیتے ہیں۔ سراقہ جب واپس پلٹنے لگتا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

كيف بك اذا السبت سواري كسرىٰ.

''سراقہ تیرا کیا حال ہو گا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔''

سراقہ یہ سن کر چکرا جاتا ہے اور حیرت سے استفسار کرتا ہے:

اکسرٰی فارس.

''کیا ایران کا کسریٰ؟''

Marfat.com

آپ ﷺ اثبات میں جواب دیتے ہیں مگر اِس موقع پر یہ بات سن کر سراقہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکے گا۔ (۱)

میں آپ (ﷺ) سے ضرور ملوں گا

''اُمِ معبد (۲)، اُمِ معبد۔''

سیّدہ عاتکہ بنت خالد رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کو یوں پکارتے سنتی ہے، تو اُس کی جانب یوں دیکھتی ہے جیسے پوچھ رہی ہو:

''کیا بات ہے۔''

ابو معبد کہتے ہیں:

''معبد کی ماں! میں حیران ہوں کہ یہ دودھ کا بھرا ہوا برتن کہاں سے آ گیا؟''

سیّدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر کہتی ہے:

''ایک بہت ہی بابرکت شخص کا گزر یہاں (۳) سے ہوا مجھ سے اُنہوں نے کھانے کے لیے کچھ مانگا مگر چونکہ (۴) کچھ نہ تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔ اگر کوئی چیز موجود ہوتی تو واللہ میں خود حاضر کر دیتی۔''

اُس بابرکت شخص نے جو اس نحیف بکری کو خیمے کے کونے میں کھڑے دیکھا تو پوچھا:

''یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟''

میں نے کہا:

''یہ بےچاری اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔''

انہوں نے پھر کہا:

''اگر اجازت ہو تو ہم اِسے دوہ لیں...... مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ چناں چہ میں نے کہا اگر آپ کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیجیے۔ میری جانب سے اجازت پا کر اُس مقدس شخص نے برتن منگوایا اور بکری کو دوہنا شروع کر دیا۔ میں حیران ہوگئی کہ یہ سوکھی سڑی بکری جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی ہے اور پہلے کبھی بھی چند گھونٹوں سے زائد دودھ نہیں دیا آج برتن بھرے جا رہی تھی...... سب سیر ہو گئے اور یہ دودھ بچ رہا جو میں نے تمہاری خاطر رکھ چھوڑا۔''

---

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیے گئے تو انہوں نے سیّدنا سراقہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنا دیے اور یوں حضور ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔

(۲) عاتکہ بنت خالد نام ام معبد کنیت، پختہ عمر کی باعفت عورت تھی۔ لوگوں کی میزبانی کر کے خوشی محسوس کرتی تھی۔

(۳) یہ واقعہ قدید کے علاقے کا ہے۔

(۴) جس زمانے میں حضور ﷺ کا گزر اس علاقے سے ہوا پورا علاقہ بری طرح قحط سے متاثر تھا۔

Marfat.com

یہ داستان سن کر سیّدنا ابو معبد رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے:

''کہیں یہ وہی صاحب قریش تو نہیں کہ جس کی مجھے تلاش ہے۔ ذرا تم اُس کی توصیف تو کرو۔''

سیّدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا سیّدنا ابو معبد رضی اللہ عنہ کا تجسس دیکھ کو یوں گویا ہوتی ہے:

''ظاہر الوضائة ابلج الوجه حسن الخلق، لَمْ تعبه ثجلة وَلَم تزر به صلعة وسيمٌ تسيمٌ فى عينيه وعج... وفى اشعاره وطف وفى صوته صحل وفى عنقه سطح احور اكحل ازج اقرن شديد سواد الشعار اذ اصمت علاه الوقار وان تكلم علاه اليها اجمل النّاس وابهاہم من بعيد وَاحسنه واحلاه من قريب حلو المنطق... فصل: لا تزر ولا ہذركان منطقه خزرات، نظم يتحدرن ربعةٌ لا يقحمه عين من قصر ولا يشناء من طول غصن غصنين فهو انضر الثلثة منظراً واحسنهم قدراً اله رفقاء يحفون به اذا قال استمعوا القوله واذا امر تبادروا اِلىٰ امره. محفود، محشود لا عابس ولا متغذ.''

''حسن و جمال میں نمایاں، چہرہ روشن اخلاق پاکیزہ، بدن نہ بھاری نہ نحیف خوبصورت اور خوش اندام، آنکھوں میں گہری سیاہی اور پلکیں لمبی۔ آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک سرمگین چشم، باریک و پیوستہ آبرو، گھنگھریالے بال، خاموش ہوتے تو وقار نمایاں ہو جاتا۔ گویا دِلی وابستگی لیے ہوئے...... دُور سے دیکھنے میں خوبصورت و دلفریب۔ قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین شیریں کلام، واضح الفاظ۔ کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرا تمام گفتگو موتیوں کی لڑی میں پروئی ہوئی میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہ آتے نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی...... زیبندہ نہال کی تازہ شاخ زیبندہ منظر والا قدر، رفیق ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہتے۔ جب وہ کچھ کہتے تو چپ چاپ سنتے۔ حکم وہ دیتے تو تعمیل کو جھپٹتے۔ مخدوم، مطاع، نہ ترش رو نہ درشت کلام۔'' [1]

سیّدنا ابو معبد رضی اللہ عنہ جو یہ صفات سنتے ہیں تو پکار اُٹھتے ہیں:

''قسم خدا کی! یہ تو وہی صاحب قریش [2] ہیں۔ جس کا ذکر ہم سنتے رہے ہیں۔ اگر میں اُن سے ملتا تو ساتھ دینے کی درخواست کرتا اور اب میری کوشش ہوگی کہ میں اُنہیں ضرور ملوں [3]۔''

---

1. بحوالہ رحمت اللعالمین جلد اوّل۔
2. مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں حضور ﷺ کو لوگ ''صاحب قریش'' کہتے تھے۔
3. بعد میں ابو معبد مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اُم معبد میں مسلمان ہوئیں اور انہوں نے ہجرت کی اور خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ بروایت عبدالملک بن وہب۔

Marfat.com

سراپا منتظر یثرب

Marfat.com

وَاللّٰه اکرمنا بہ وَہَدی بہ
انصارَہ فی کلّ ساعِۃ مَشۡھَد

''اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ شرف عطا فرمایا اور آپ کے ذریعے سے ہر موقع پر انصار مدینہ کی ہدایت فرمائی۔''

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

انتظار

یثرب سراپا انتظار ہے۔

مگر وہ نہیں پہنچ پا رہے کہ جن کا انتظار ہے۔ آج بھی شدت کی دھوپ نا قابل برداشت حد تک شدید ہو گئی ہے۔ یثرب کے باسی سر راہ ہمہ چشم بیٹھے ہیں اور چشم ظاہر بین کو دیدہ انوار سے منور کرنے کے منتظر ہیں......

جس دن سے ہوا کے دوش پر سفر کرتی یہ خبر اہل یثرب کے کانوں میں پہنچ کر رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ مکہ کو خیر باد کہہ کر جادۂ منزل کی منازل طے کر رہے ہیں اُس روز سے یثرب کی گلیوں میں عجب ہلچل مچی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے یثرب کے پیکر میں کوئی نئی رُوح داخل ہو رہی ہے...... یوں لگتا ہے کہ اِس چمن کے پھولوں پر نیا نکھار آ رہا ہے...... پر مسرت چمکتے دمکتے چہرے چہار سو پھیلے ہوئے ہیں۔ گلیوں محلوں اور بازاروں میں اِس بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ کہ:

''وہ آ رہے ہیں......جن کا مدتوں سے انتظار ہے۔ وہ آ رہے ہیں...... جو یثرب اور اہل یثرب کی قسمت بدلنے والے ہیں۔ وہ آ رہے ہیں...... جو ہمارے اور تمہارے نئے رہبر بننے والے ہیں۔ وہ آ رہے ہیں...... جو ہمارے معاشرے کو تحت الثریٰ سے نکال کر اوج ثریا پر لا کھڑا کریں گے۔ ہاں ہمارے نبی محمد (ﷺ) آ رہے ہیں...... ہمارے رسول محمد (ﷺ) آ رہے ہیں۔''

مگر جوں جوں انتظار کی گھڑیاں طویل تر ہوتی جاتی ہیں آتش شوق بھی فزوں تر ہوتی جاتی ہے۔

آج بھی انتظار کا یہی عالم ہے...... تڑکے تڑکے ہی یثرب کے باسی حسب سابق اپنے محبوب قائد ﷺ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر کھڑے ہوئے ہیں...... آفتاب نصف النہار پر ہے اور تمازت آفتاب سے رُخ زمین جل رہا ہے...... انتظار کرنے والوں کے لیے یہ شدت کی دھوپ اب نا قابل برداشت ہو جاتی ہے۔ حسرت زدہ ہو کر واپس پلٹ پڑتے ہیں...... لیکن ابھی گھروں میں پہنچ ہی پاتے ہیں کہ قلعے سے ایک یہودی کا یہ آوازہ بلند ہوتا سنائی دیتا ہے۔

''یثرب والو! سن لو...... تمہیں جن کا انتظار ہے وہ آ گئے۔''

لمحہ بھر میں یہ مژدہ جاں فزا یثرب میں چہار جانب پھیل جاتا ہے۔ شہر کے دیوار و در تکبیر کے نعروں سے لرز جاتے ہیں۔ انصار ہتھیار سجا سجا کر بے تابانہ شہر سے باہر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ اوّلین قیام یثرب سے باہر قبا کے مقام پر کرتے ہیں یہاں میزبانی کا شرف کلثوم بن ہدام کو نصیب ہوتا ہے۔ پروانے جوق در جوق شمع حق کے گرد جمع ہو رہے ہیں...... وہ نظریں جو مدتوں سے دیدار کو ترس رہی تھیں لذتِ دیدار سے محظوظ ہو کر قدموں میں بچھی بچھی جا رہی ہیں...... دل ہیں کہ خوشی سے پھولا نہیں سماتے حضرت محمد ﷺ کا دِل بھی خوشی سے معمور ہے...... آخر خوشی کیوں نہ ہو! کہ آج اپنے ہاتھوں سے لگی کھیتی لہلہاتی نظر آ رہی ہے...... مگر مسرت کے یہ لمحات بھی حضرت محمد ﷺ کو اپنے مشن سے غافل نہیں کر سکتے۔ عقیدت بھرے سینوں کو ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال کر رہے ہیں۔ ستم پر ستم سہہ کر مکہ چھوڑنے والے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم میں سے سیّدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ [1]...... سیّدنا مقداد رضی اللہ عنہ [2]...... سیّدنا خباب رضی اللہ عنہ...... سیّدنا سہیل رضی اللہ عنہ [3]...... سیّدنا صفوان رضی اللہ عنہ [4]، سیّدنا عیاض رضی اللہ عنہ [5]، سیّدنا عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ [6]، سیّدنا وہب بن سعد رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ [7] اور سیّدنا عمیر بن عوف رضی اللہ عنہ [8] بھی یہاں موجود ہیں۔

---

[1] اسم گرامی عامر، والد کا نام عبداللہ بن الجراح تھا لیکن آپ اپنی کنیت اور اپنے دادا کے لقب سے ابوعبیدہ بن الجراح مشہور تھے۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم میں بڑے علم و فضل والے تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''ہر اُمت کا امین گزرا ہے اور ابوعبیدہ بن الجراح اس امت کے امین ہیں۔'' عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ملک حبش ہجرت کی بدر کے بعد اُحد اور تمام دوسری جنگوں میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ اُحد میں خود کے لوہے کی کڑیاں حضور ﷺ کے رخسار مبارک میں چبھ گئی تھیں تو آپ نے اپنے دانتوں کے زور سے نکالیں اور اس کامیاب کوشش میں ابوعبیدہ کے سامنے کے دانت بھی شہید ہو گئے۔ غزوہ اُحد میں اپنے باپ عبداللہ کو اس لیے قتل کیا کہ وہ مشرک تھا اور کفار مکہ کی فوج میں شامل ہو کر آیا تھا۔ ملک فلسطین میں قریہ عمواس میں جو مابین بیت المقدس و رملہ ہے۔ مرض طاعون سے ۱۸ ہجری کو وفات پائی۔

[2] اِن کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ ہے۔ قدر الاسلام اور جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تھے اور اُن اوّلین اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے حبش کی جانب ہجرت کی ۳۳ ہجری میں جب عمر ستر (۷۰) سال تھی ایک سیلاب کی وجہ سے واصل بحق ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

[3] یہ وہب کے بیٹے اور قدیم الاسلام صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حبش ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں۔ جب مکہ میں اسلام نے کچھ تقویت پائی تو مکہ تشریف لائے انہوں نے مدینہ بھی ہجرت کی۔ معرکہ بدر میں شریک رہے۔ ۹ ہجری کو مدینہ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ حضور اکرم ﷺ نے خود پڑھائی۔

[4] یہ حضرت سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ معرکہ بدر میں شرکت فرمائی اور وہاں طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اختتام معرکہ سے قبل ہی آپ کا قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

[5] عیاض بن زہیر بھی قدیم الاسلام صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے بھی ملک حبش ہجرت کی تھی بدر میں شریک رہے۔ ۳۰ ہجری کو ملک شام میں انتقال ہوا۔

[6] سابقین اسلام میں سے ہیں حبش ہجرت کرنے والوں میں اِن کا بھی شمار ہے۔ بدر اور بعد کے تمام دوسرے معرکوں میں شریک رہے۔ ۱۲ ہجری کو یمامہ کی جنگ میں شہادت پائی۔ اُس وقت عمر ۴۱ سال تھی۔

[7] قدیم الاسلام ہیں۔ ہجرت حبش میں شریک تھے۔ ابوسعد کنیت ہے۔ بدر اُحد خندق اور بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں ۳۰ ہجری کو انتقال ہوا۔

[8] یہ سہیل بن عمر العامری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ معرکہ بدر میں شریک رہے۔ ایام خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ اِن کی نماز جنازہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

Marfat.com

جبکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے فرض کی بجا آوری کے بعد یہیں پہنچ جاتے ہیں۔اب آپ ﷺ یہاں مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں...... کہ اہل قبا جب درِ خدا پر جھکنا چاہیں تو خانہ خدا میں جمع ہو سکیں۔سیّدنا کلثوم بن ہدام رضی اللہ عنہ مسجد کے لیے زمین پیش کرتے ہیں۔یہیں آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالتے ہیں۔تعمیر مسجد میں خود بھی مزدوروں کی طرح مشقت کر رہے ہیں۔بھاری بھاری پتھر اُٹھاتے ہیں تو جسم مبارک خم ہو جاتا ہے۔عقیدت منداپنے آقا کو یوں دیکھتے ہیں تو دیوانہ وار آگے لپکتے ہیں۔اور کہتے ہیں:

''ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! آپ ﷺ چھوڑ دیں ہم اُٹھالیں گے......''

آپ ﷺ اِن کا دِل نہیں توڑنا چاہتے۔ان کی درخواست قبول کرتے ہیں۔

لیکن اپنے فرض سے بھی کوتاہی نہیں برتنا چاہتے۔چناں چہ اُسی وزن کا کوئی اور پتھر اٹھا کر تعمیر مسجد میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تعمیر مسجد میں مصروف جانثاروں کی تھکن دُور کرنے کے لیے حمدیہ اشعار پڑھتے جا رہے ہیں اور آپ ﷺ ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملا رہے ہیں:

افلح مَنْ یعالجُ المساجِدا ویقرء القران قائماً وّقاعدا ولا یُبِیتُ اللیل عنه راقدًا۔

''وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا ہے۔ (عبادت کے لیے)''

چودہ (۱۴) روز قیام کے بعد جمعہ کے روز مقدس قافلہ جانب یثرب بڑھنا پھر شروع کر دیتا ہے۔ابھی بنی سالم کے گھروں تک پہنچتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔نماز جمعہ یہیں ادا کی جاتی ہے۔نماز سے فارغ ہو کر پھر آپ ﷺ اپنے جانثاروں کے ہمراہ روانہ ہو جاتے ہیں...... دو رویہ عقیدت مندوں کی صفیں بندھی ہیں اور تحمید و تقدیس کے کلمات بلند ہو رہے ہیں...... ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورا شہر اُمڈ آیا ہے۔پھر...... یثرب کی دھرتی کے ذرّے آگے بڑھتے آپ ﷺ کے قدموں کو چوم لیتے ہیں اور یثرب ''مدینۃ النبی[1]'' کا روپ دھار لیتا ہے تو تکبیر کے نعروں سے پورا شہر لرز جاتا ہے...... عفت مآب پردہ نشیں مستورات مکانات کی چھتوں پر کھڑی ہیں اور آپ ﷺ کے استقبال میں ترانہ سنج ہیں:

[1] حضور اکرم ﷺ کے یثرب تشریف لانے کے بعد یثرب کا نام مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر پڑ گیا جو بعد میں مختصر ہو کر صرف ''مدینہ'' رہ گیا۔

Marfat.com

طَلَعَ البدْرُ علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعیٰ لِلّٰہ داعِ
اَیُّھَا المبعوثُ فِیْنَا
جئت بالامرِ المطَاعِ

''چودھویں کا چاند طلوع ہوا کوہ وداع کی گھاٹیوں سے،ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دُعا مانگنے والے دعا مانگیں اے ہمارے مبعوث ہونے والے تو وہ مرتبہ لے کر آیا ہے جو ہمارے لیے واجب احترام ہے۔''

آپ ﷺ بڑھتے بڑھتے جب بنی نجار کے محلے میں پہنچتے ہیں تو ننھی منی بچیاں تتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے یہ گنگنانے لگتی ہیں:

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمّدًا من جار

''ہم خاندانِ نجار کی لڑکیاں ہیں۔کیا ہی اچھے ہمسائے ہیں محمد(ﷺ)''

سرداران قبائل کی نگاہیں آپ ﷺ کے قدموں میں بچھی بچھی جا رہی ہیں۔کبھی ایک حاضر ہوتا ہے اور اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کرتا ہے۔

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہمارے پاس تشریف فرما ہوں۔''

تو کبھی دوسرا...... ہر ایک کی خواہش یہی ہے کہ آپ ﷺ کا قیام اُس کے ہاں ہو مگر آپ ﷺ تو اونٹنی پر سوار حکم خدا سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

خلوا سَبِیْلَھَا فَاِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ.

''اِس کا رستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ مامور ہے۔''

راہ چھوڑ دی جاتی ہے اور اونٹنی کی مہار بھی...... وہ خود بخود اہل یثرب کے دلوں کے شہنشاہ حضرت محمد ﷺ کو اُٹھائے قدم بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ بنی سالم بن عوف کا قبیلہ آتا ہے......نہیں رُکتی...... بنی بیاضہ کا قبیلہ آتا ہے۔آگے بڑھی چلی جاتی ہے...... بنی ساعدہ والوں کا احاطہ آیا تو بھی اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ بالآخر بنی عدی بن نجار والوں کے اِحاطے میں داخل ہو جاتی ہے۔ چلتی چلتی بالآخر سیّدنا ابو ایوب

Marfat.com

انصاری رضی اللہ عنہ[1] کے مکان کے سامنے بیٹھ جاتی ہے۔ آپ ﷺ اُترتے نہیں کہ شاید اونٹنی پھر اُٹھنا چاہے...... اور ایسا ہی ہوتا ہے اونٹنی اُٹھتی ہے...... تو بنی نجار والوں کے دِلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔

اب نہ جانے کہاں رُکے...... لیکن اونٹنی چند قدم آگے بڑھ کر پھر پیچھے ہٹتی ہے اور سابقہ جگہ پر جا بیٹھتی ہے۔ پھر گردن نیچے رکھ دیتی ہے۔ آپ ﷺ اونٹنی سے اترتے ہیں اور فرماتے ہیں:

هٰذا المنزل ان شاء الله.

''ان شاء اللہ یہی منزل قیام ہے۔''

سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

''میرا مکان قریب ترین ہے۔ اگر اجازت ہو تو آپ (ﷺ) کا سامان اپنے ہاں رکھوں۔''

آپ ﷺ اجازت دے دیتے ہیں اور سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ خوشی خوشی سامان اُٹھا کر اپنے مکان میں لے جاتے ہیں۔

سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنے محبوب قائد کو گھر کی نچلی منزل رہائش کے لیے پیش کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ وہاں مقیم ہو جاتے ہیں۔

ایثار

رسولِ کریم حضرت محمد ﷺ کو جو یوں محنت و مشقت کرتے دیکھتے ہیں تو جانثار جوش سے پکار اُٹھتے ہیں:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ.

''ایسی حالت میں کہ نبی کام میں لگے ہوں ہم بیٹھے رہیں تو ہمارا یہ آرام گمراہ کن ہوگا۔''

یہ کہہ کر وہ خود بھی کام میں بڑے جوش و جذبہ سے ہاتھ بٹانے لگتے ہیں...... قباء کے بعد آپ ﷺ مدینہ والوں کے لیے مسجد بنا رہے ہیں۔ مسجد کے لیے یہ زمین سہل[2] اور سہیل[3] نامی دو یتیم بچوں سے قیمتاً حاصل کی گئی ہے۔ اِس قطعہ اراضی کا کچھ علاقہ زیرِ کاشت تھا، کچھ پر مشرکین کی پرانی قبریں تھیں اور کچھ خرابے کی زمین تھی۔ خرابے کی زمین کو ہموار کر دیا گیا۔ کھجور کے درخت کاٹ کر علیحدہ رکھ دیے گئے اور جب زمین

---

1. سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام محاربات میں شریک رہتے۔ افواج کی حفاظت کرتے ہوئے قسطنطنیہ میں ۵۱ ہجری کو وفات پائی۔ آپ کی قبر قسطنطنیہ کی چار دیواری کے قریب ہے۔
2. حضرت سہل بن رافع خزرجی رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔
3. سہیل بن رافع خزرجی انصاری بدر اُحد خندق اور بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔ یہ سہل کے بھائی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رحلت فرمائی۔

Marfat.com

صاف اور ہموار ہو گئی تو آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر مسجد کا سنگ بنیاد رکھ دیا...... اور اب گیلی مٹی سے کچی اینٹیں بنائی جا رہی ہیں...... اینٹوں کو گارے سے جوڑا جا رہا ہے۔ دیواریں بلند ہوتی ہیں تو کھجور کے کٹے ہوئے درختوں کو بطور ستون استعمال کیا جاتا ہے۔ کھجور ہی کے پتوں سے چھت بنا دی جاتی ہے...... ہر فرد جان توڑ محنت کر رہا ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ یہ رجز پڑھے جا رہے ہیں:

لَا يَسْتَوِی مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا يَدْأَبُ فِيهَا قَائِمًا وَقَاعِدًا وَمَنْ يُرٰى عَنِ الْعِبَادِ حَائِدًا.

"جو شخص مسجد کی تعمیر کرتا ہے۔ اس میں قیام وقعود کرتا ہے اور جو گرد وغبار سے کتراتا ہے دونوں برابر نہیں۔"

ان کے علاوہ جب دیگر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم یہ رجز پڑھتے ہیں تو آپ ﷺ بھی ساتھ شامل ہو جاتے ہیں:

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه.

"زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ یا اللہ! انصار ومہاجرین پر رحم فرمائیو۔"

اور یوں...... مدینہ کی اولین مسجد تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے مبریٰ اور اسلام کی سادگی کی تصویر ہے، یہی وہ مسجد ہے کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِی خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ وَهُوَا حَقُّ الْمَسَاجِدِ اَنْ يُزَارَ وَاَنْ يُرْكَبَ اِلَيْهِ الرَّوَاحِلِ بَعْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام.

"میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد تمام انبیا کی مساجد کی خاتم ہے۔ یہ مسجد حرام کے بعد تمام مساجد میں اِس بات کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اِس کی زیارت کی جائے اور اِس کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کیا جائے۔"

اِسی مسجد کے بارے میں آپ ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"صَلٰوةٌ فِی مَسْجِدِی هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَام."

"میری مسجد میں نماز ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے۔ دوسری مساجد کے اعتبار سے بجز مسجد حرام کے۔"

اور یہی وہ مسجد ہے کہ جہاں آپ ﷺ کو اب امامت کے فرائض منصبی ادا کرنے ہیں...... اور قوم کی رہنمائی کے بھی...... اور یہیں پر مسلمانوں کو معاشرتی اور ثقافتی مسائل سے آگاہ کیا جانا ہے...... باالفاظ دیگر یہ

Marfat.com

مسجد معاشرتی اور ثقافتی مرکز بھی ہے۔

مسجد میں طالبانِ حق کے لیے بھی انتظام کیا گیا ہے شمالی جانب چبوترہ بنا کر صفہ کا مدرسہ بنا دیا گیا ہے۔ یہاں وہ بے گھر آباد ہیں جن کا کوئی معاشی سہارا نہیں اور وہ تعلیمات نبوی سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں...... یا وہ کہ جو باہر سے تعلیم دین کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔

مسجد کی تعمیر کے بعد دو جہانوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کی رہائش گاہ کی تعمیر کا مرحلہ آتا ہے۔ مسجد کے احاطے میں ہی جانب مشرق کچی اینٹوں اور گارے کی مدد سے دیواریں بنائی جاتی ہیں اور اوپر کھجور کے پتے ڈال کر چھت بنا دی جاتی ہے دروازوں پر کمبل ڈال دیے جاتے ہیں۔ تا کہ پردہ رہے.......... یہ ہے کاشانہ نبوت کہ جس میں آپ ﷺ سیّدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے منتقل ہو کر آجاتے ہیں.......... کچی اینٹوں گارے اور کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی مسجد اور اپنی اقامت گاہ کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّة.

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغ کا ٹکڑا ہے۔"

تعمیر مسجد سے فارغ ہو کر آپ ﷺ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (1) کے مکان پر مہاجرین و انصار کو طلب فرماتے ہیں۔ سبھی جمع ہو چکتے ہیں تو انصار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

"یہ مہاجرین اب تمہارے ہی بھائی ہیں۔"

پھر دو دو اشخاص کو بلاتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں:

تَآخَوْا فِي اللهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ.

"اللہ کی راہ میں دو دو شخص بھائی بھائی بن جاؤ۔"

پھر وہ کہ جن کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہیں۔ محض دینی رشتہ کی بنا پر بھائی بھائی بن جاتے ہیں...... مکہ والے اپنے خون کے رشتوں، گھر بار، مال و اسباب الغرض سب کچھ تج کر مدینہ آئے...... اگرچہ اہل مدینہ عدیم النظیر مہمان نوازی (2) کا ثبوت دے رہے ہیں لیکن آپ ﷺ کے سامنے اِس مسئلے کو مستقل بنیادوں پر حل کرنا ہے۔ چناں چہ یوں مواخات کرا دی جاتی ہے تو ایمان افروز مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ انصار کا یہ

---

(1) اِن کی کنیت ابو حمزہ تھی۔ قبیلہ خزرج سے متعلق تھے۔ حضور ﷺ کے خادم خاص تھے۔ حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ان کی عمر ۱۰ سال تھی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بصرہ میں قیام کیا تا کہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھائیں۔ ۹۱ ہجری میں بصرہ میں ہی انتقال فرمایا۔ اِن کی اولاد کی تعداد ایک سو سے زائد ہے جبکہ اِن کی عمر ۱۰۳ سال بیان کی جاتی ہے۔

(2) انصار نے اپنے گھروں کو مہاجرین کے لیے مہمان خانہ عام بنا دیا تھا۔

Marfat.com

حال یہ ہے کہ وہ اپنے مال مساکین باغات اور کھیت نصف نصف تقسیم کر کے اپنے مہاجر بھائیوں کو دے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تو اِس بات پر بھی تیار ہو گئے ہیں کہ دو (۲) بیویوں میں سے ایک کو طلاق [1] دے کر اپنے مکی بھائی کے نکاح میں دے دیں۔ تصویر کا دوسرا رُخ بھی دیدنی ہے۔

مہاجرین کہتے ہیں:

''ہمیں یہ اشیا دینے کے بجائے بازار کا راستہ دِکھلا دیجیے ہم محنت و مزدوری کے ذریعہ پیٹ پالنا چاہتے ہیں۔'' [2]

کتنی عظیم مثالیں ہیں یہ...... ایثار، محبت اور قربانی کی...... اللہ اللہ!

---

[1] سیّدنا سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ انہوں نے سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایک کو طلاق دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیں مگر سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کمال احسان مندی کے ساتھ انکار کر دیا۔

[2] حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ نے جب سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ایک ایک چیز کا جائزہ دے کر نصف لے لینے کی درخواست کی تو اُنہوں نے کہا۔ خدا یہ سب آپ کو مبارک کرے مجھ کو صرف بازار کا راستہ بتا دیجیے۔

Marfat.com

بدر کی وادی میں

Marfat.com

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ○ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ○

(البينة: ۱۔۳)

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے وہ باز نہ آنے والے تھے۔ جب تک اُن کے پاس دلیل روشن نہ آجائے (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک ایسا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوں۔''

Marfat.com

نئی سازشیں

''تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اُس سے لڑو۔ یا وہاں سے نکال باہر کرو۔ ورنہ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ ہم تم سب پر یکبارگی حملہ کر دیں گے تمہارے جوانوں کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔''

عبداللہ بن ابی [1] کو قریش مکہ کی جانب سے یہ پیغام موصول ہوتا ہے تو اُس کے اندر دھکنے والی حسد کینے اور منافقت کی آتش فزوں تر ہو جاتی ہے۔ اُس کی نظروں کے سامنے ایک مرتبہ پھر وہ منظر گھوم جاتا ہے۔ جب اہل مدینہ اُس کے سر پر سرداری کا تاج رکھنے والے تھے اور کوئی فرد ایسا نہ تھا جسے اس کی ذات پر اختلاف ہو مگر رسالت مآب حضرت محمد ﷺ نے جس روز سے مدینہ میں قدم رکھے اُس کی قوم کے لوگ بھی آپ کی پیروی اختیار کرنے لگے اور یوں سرداری کے سارے خواب ادھورے رہ گئے۔ آغاز میں تو وہ یہ سمجھا کہ مکہ سے اُجڑ پجڑ کر آنے والے مہاجرین بھی اس کی سرداری میں آجائیں گے...... مگر وہ تو اپنے علاوہ اہل مدینہ کے لیے بھی سردار ہمراہ لائے تھے...... مدینہ کے لوگ آپ ﷺ کے قریب ہوتے چلے گئے اور پھر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ آپ ﷺ سیاسی قوت کے مالک بن گئے۔ پورے مدینہ کو ایک سیاسی پلیٹ فارم پر مہاجرین یہودیوں اور انصار کے درمیان معاہدہ امن کے تحت متحد کر دیا......

اِسی لیے تو اُسے کھل کر مخالفت کرنے کا موقع نہیں مل رہا...... اب جو قریش مکہ کا یہ پیغام موصول ہوتا ہے تو اُسے کچھ نہ کچھ کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔

خط لے کر یہودیوں کے پاس جاتا ہے اور اُنہیں اشتعال دلاتا ہے کہ:

''دیکھو ابھی سے کچھ کر لو ورنہ اہل قریش ہم پر یلغار کر دیں گے۔''

عبداللہ بن اُبی کی یہ چال کامیاب ہوتی نظر آتی ہے۔ یہودی آپ ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ اسلحہ جمع کیا جاتا ہے کہ اِدھر آپ ﷺ کو بھی اِس بات کی خبر ہو جاتی ہے۔ خود یہودیوں کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اُنہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں:

''اے اہل مدینہ!...... قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم اُن کی دھمکیوں میں آ گئے تو

---

[1] عبداللہ نام اور اُبی بن سلول کا بیٹا تھا۔ یہ رئیس المنافقین ہے اِس کے بیٹے کا نام بھی سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اور اُن کا شمار زبردست صاحب فضیلت اصحاب رضی اللہ عنہم رسول ﷺ میں ہوتا ہے۔

Marfat.com

تمہارا بہت نقصان ہوگا اِس لیے تم اُن کی بات سننے سے انکار کر دو...... کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے بھائیوں اور فرزندوں کو قتل کرو گے لیکن اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑتا ہے تو یہ غیروں کا معاملہ ہے۔''

آپ ﷺ کی اِس دل نشیں تقریر کو سن کر سبھی منتشر ہو جاتے ہیں اور عبداللہ بن اُبی کا منصوبہ خاک میں مل جاتا ہے...... لیکن وہ مطمئن ہو کر نہیں بیٹھا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک نیا حربہ آزماتا ہے......

آپ ﷺ پر عجیب وغریب سوالات کیے جانے لگتے ہیں۔ کٹ حجتیوں، اعتراضات، الزامات اور مذاق کے نہایت اوچھے طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ دعوتِ حق کے بارے میں لوگوں کے اذہان کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حتی کہ مسلمانوں کو باہم لڑانے کی سازشیں [1] ہوتی ہیں۔ منافقین یہ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو صدائے نجات لگا کر اہل مدینہ کو خواب غفلت سے جگا دیا، ایک مرتبہ پھر ذلت و گمراہی میں گر جائیں۔ تا کہ یہودیوں کی فوقیت و برتری تسلیم کرائی جا سکے۔

اِدھر مدینہ کے منافقین اور یہود اگر اِس جدوجہد میں مصروف ہیں تو اُدھر مکہ میں اہل قریش بھی چین سے نہیں بیٹھے ہوئے...... اُنہیں ہر لمحہ اِس بات کا ملال ہے کہ آپ ﷺ اُن کے ہاتھوں سے بچ نکلے...... چناں چہ طرح طرح کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں...... لیکن آپ ﷺ کا خدا تو بہت باخبر ہے...... اور وہ سینوں میں پنہاں رازوں تک کو جانتا ہے...... اس لیے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت محمد ﷺ بھی یہودیوں اور منافقین کی سازشوں اور اہل قریش کے منصوبوں سے ہر لمحہ آگاہ رہتے ہیں۔

---

[1] ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ ''شاس بن قیس'' بہت بوڑھا اور کفر کا سرگروہ تھا مسلمانوں سے سخت کینہ وحسد رکھتا تھا۔ ایک روز اصحابِ رسول ﷺ کی مجلس سے اُس کا گزر ہوا جس میں اوس وخزرج کے لوگ مل بیٹھے گفتگو کر رہے تھے...... جاہلیت کے زمانہ میں اوس وخزرج کے درمیان سخت وعداوت تھی، لیکن اب جو اسلام کی برکت سے اِن میں محبت والفت اور خوشگواری کے تعلقات دیکھے تو حسد سے جل گیا اور کہا۔ بنی قیلہ کے سردار اِن جگہوں میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ واللہ اِن سرداروں کے اِس مقام پر اجتماع سے ہمیں چین تو نہ آئے گا...... یہود کے ایک کم سن نوجوان کو حکم دیا کہ ذرا اِن کی طرف توجہ کر اِن سے مل بیٹھ جنگ بعاث اور اس سے پہلے کے واقعات کا تذکرہ اِن سے کیا کر اور انہیں وہ اشعار سنا جو انہوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں کہے تھے (جنگ بعاث وہ جنگ ہے جس میں اوس وخزرج ایک دوسرے سے لڑے تھے) اُس یہودی نوجوان نے ایسا ہی کیا تو اُسی وقت اِن لوگوں میں تو تو میں میں ہونے لگی۔ فخر ومباہات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں قبیلوں میں ایک ایک شخص حملے کے لیے نیم استادہ ہو گیا اور ایک دوسرے سے اُلجھنے لگا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے مقابل سے کہا: ''اگر تم چاہو تو جنگ کی ابتداء ابھی سے کر دیں...... دوسرے نے کہا تمہارے مقابلے کے لیے سیاہ پتھریلا مقام (الحرہ) ہم نے منتخب کیا۔'' اور اس کے ساتھ ہی ہتھیار لاؤ ہتھیار لاؤ کا شور مچ گیا۔ وہ سب کے سب میدانِ جنگ کی طرف نکل کھڑے ہوئے مگر حضور ﷺ کو اس واقعے کا علم ہو گیا اور آپ ﷺ نے اِسے رفع دفع کر دیا......

Marfat.com

جو ہوا، درست ہوا

رسولِ پاک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے حوالے ایک تحریر کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''اِس تحریر کو دو (۲) دن سفر کرنے کے بعد پڑھنا اور اِس میں جو حکم دیا گیا ہے۔ اُس پر عمل پیرا ہونا۔ ہمراہیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا کہ وہ تمہارے ساتھ لازماً چلیں۔''

آپ ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ایک مختصر (1) قافلے کے ہمراہ بتائی ہوئی سمت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ دو (۲) دن مسلسل چلنے کے بعد اپنے محبوب قائد کا لکھا ہوا فرمان کھولتے ہیں تو یہ تحریر ملتی ہے:

''اِذَا نَظَرتَ فِی کِتَابِی هٰذَا فَامضِ حَتّٰی تَنزِلَ نَخلَةَ بَینَ مَکَّةَ وَالطَّائِفِ فَتَرَصَّدَ بِهَا قُرَیشًا وَتَعلَمَ لَنَا مِن اَخبَارِهِم .....''

''جو تم میری اِس تحریر کو پڑھو تو یہاں تک آگے چلتے جاؤ کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ آ جائے۔ وہاں رہ کر قریش کی کارروائیوں پر نظر رکھو اور اُن کی خبروں سے مجھے مطلع کرو۔''

سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ یہ تحریر پڑھ کر پکار اُٹھتے ہیں:

''بسرو چشم۔''

پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے اللہ کے رسول (ﷺ) نے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ جاؤں وہاں سے قریش کے حالات کی نگرانی کروں اور اُن کی خبروں کی اطلاع آپ (ﷺ) کو پہنچاتا رہوں۔ تم میں سے کسی کو مجبور کرنے سے مجھے رسول اللہ (ﷺ) نے منع فرمایا ہے...... جسے شہادت سے محبت ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو اِسے ناپسند کرتا ہے وہ یہیں سے لوٹ جائے۔''

یہ کہہ چکنے کے بعد سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سوئے منزل رُخ موڑ کر چل پڑتے ہیں۔ ہمراہیوں میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنے سے ہچکچا رہا ہو۔ سبھی جانب نخلہ بڑھے چلے جا

---

(1) سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ درج ذیل افراد روانہ کیے گئے: (۱) سیّدنا ابو حذیفہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ، (۲) سیّدنا خالد بن بکیران رضی اللہ عنہ، (۳) سیّدنا عکاشہ بن محصن بن حرثان رضی اللہ عنہ، (۴) سیّدنا عتبہ بن غزوان بن جابر رضی اللہ عنہ، (۵) سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، (۶) سیّدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، (۷) سیّدنا واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، (۸) سیّدنا سہیل بن بیضار رضی اللہ عنہ اس طرح سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو شامل کر کے کل نو ہوئے۔ یہ سبھی افراد مہاجر تھے (بحران) فرع نامی معدن پر یہ قافلہ پہنچا تو سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اونٹ کھو گیا۔ جسے وہ دونوں اپنے پیچھے لا رہے تھے۔ چناں چہ وہ ان کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور یوں سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں باقی چھ (۶) افراد نخلہ جا کر اُترے۔

Marfat.com

رہے ہیں...... قافلہ نخلہ پہنچتا ہے تو پڑاؤ ڈال دیا جاتا ہے۔

قریش مکہ مدت سے مسلمانوں کے وجود کو قرطاس ہستی سے مٹانے کی سعی میں مصروف ہیں۔ اہل مدینہ پر شب خون مارنے کا سلسلہ قریش کی جانب سے شروع کیا جا چکا ہے۔ کچھ عرصہ قبل (اسلام قبول کرنے سے پہلے) سیّدنا کرز بن جابر الفہری رضی اللہ عنہ [1] نے مدینہ کی چراگاہ پر لٹیروں کی طرح حملہ کیا اور مویشیوں کے علاوہ اونٹوں کی ایک بڑی تعداد ہنکا کر مکہ لے گیا...... اِسی طرح مختلف مواقع پر اہل قریش کی یہ کوشش رہی کہ حضرت محمد ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کو بے خبری میں جا لیں لیکن وہ ہر لمحہ اور ہر آن اِنہیں چوکس پاتے، قریش کی انہی کارروائیوں کا پتا چلانے کے لیے سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نخلہ کی وادی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔

اِسی اثنا میں قریش کا ایک قافلہ بھی نخلہ کی وادی میں آ داخل ہوتا ہے۔ دونوں قافلوں میں تصادم ہوتا ہے تو عمرو بن الحضرمی نامی کافر سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھی سیّدنا واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کمان سے نکلے ہوئے تیر کا نشانہ بن کر واصل جہنم ہو جاتا ہے۔ جبکہ عثمان بن عبداللہ اور الحکم بن کیسان [2] کو قیدی بنا لیا جاتا ہے لیکن نوفل بن عبداللہ وہاں سے بچ نکل کر مکہ کی جانب بھاگ کھڑا ہوتا ہے...... جونہی یہ مکہ پہنچتا ہے کہرام مچ جاتا ہے۔ کفار کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے...... چونکہ یہ وقوعہ ماہِ حرام [3] میں پیش آیا ہے۔ اِس لیے اہل قریش یہ کہتے پھرتے ہیں۔

''محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں نے ماہِ حرام کو بھی حلال کر دیا۔ ماہ حرام میں خون ریزی کی اور لوگوں کو قیدی بنا لیا۔''

---

[1] سیّدنا کرز رضی اللہ عنہ نام۔ باپ کا نام جابر بن جبل۔ قبول اسلام سے قبل اسلام کے سخت دشمن تھے۔ مدینہ پر پہلی مرتبہ انہوں نے ہی شب خون مارا تھا۔ اِس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد اسلام قبول کر لیا۔ فتح مکہ میں حضور ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ سیّدنا کرز رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستہ میں تھے۔ اتفاق سے یہ دستے سے علیحدہ ہو کر اپنے ایک ساتھی سیّدنا جیش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرے راستے پر پہنچ گئے یہاں کچھ مشرکین ملے جنھوں نے سیّدنا جیش رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ سیّدنا کرز رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور مشرکین پر حملہ کر دیا۔ اِس جدوجہد میں یہ بھی شہید ہو گئے۔

[2] یہ ابوجہل کے والد مغیرہ کے غلام تھے۔ اِس موقع پر گرفتار ہوئے پھر رہا کر دیا گیا تو اِنھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ قبول اسلام کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہو گئے اور بیرِ معونہ کے واقعہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

[3] یہ وقوعہ بقول مہاجرین کے تیس جمادی الثانی اور بقول قریش کے یکم رجب کو پیش آیا۔ ۲۹ جمادی الثانی کو مہاجرین نے ہلال رجب نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ قریش کا قول ہے کہ انہوں نے ۲۹ کو چاند دیکھا تھا۔ اس لیے لڑائی کا دِن رجب میں ہے...... اصل صورت حال یہ ہے کہ ۲۹ جمادی الثانی کو چاند نظر آ گیا تھا لیکن مہاجرین نہ دیکھ سکے۔ اِس طرح یہ وقوعہ ماہ حرام میں پیش آیا۔

Marfat.com

یہود بھی اِس واقعہ کو خوب اُچھالتے ہیں اور عجب عجب توضیحات کرتے ہیں۔ یہود اس واقعہ کو آپ ﷺ کے خلاف فال کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

''چونکہ عمرو بن الحضرمی کو سیّدنا واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔ اس لیے عمرو سے واضح ہے کہ ''عمرت الحرب''، یعنی جنگ لمبی ہوگی، حضرمی سے واضح ہے کہ ''حضرت الحرب''، یعنی جنگ سر پر آ گئی اور واقد سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ''وقدت الحرب''، یعنی جنگ کا شعلہ بھڑک اُٹھا۔''

اِدھر جب سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی قافلے کے اونٹوں، مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو وہ اِس کارروائی پر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَا أَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ.''

''میں نے تمہیں ماہ حرام میں کسی جنگ کا تو حکم نہیں دیا تھا۔''

لیکن ربّ ذوالجلال اپنے برگزیدہ پیغمبر آپ ﷺ کو کہتے ہیں آپ کفار کے پروپیگنڈے کا جواب اس طرح دیجیے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ... قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ... وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ...

(البقرة:۲۱۷)

''لوگ آپ سے ماہِ حرام (میں جنگ کرنے) کے متعلق دریافت کرتے ہیں...... تو کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا گناہ ہے (لیکن) اللہ کی راہ سے روکنا اور اُس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اِس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک اِس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اللہ کے دین سے پھیرنے کے لیے ایذائیں دینا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

ان آیات کے نزول کے بعد سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا خوف و ہراس جاتا رہتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اِس بات کی اُمید رکھیں کہ جو کچھ ہوا وہ جہاد تھا اور ہمیں اِس کے متعلق مجاہدین کا سا ثواب ملے گا......''

Marfat.com

اسی لمحہ رب کائنات کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور یہ آیات نازل ہوتی ہیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○

(البقرۃ: ۲۱۸)

"بے شک! جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی وہ لوگ اللہ کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اللہ بڑا مغفرت اور رحم کرنے والا ہے۔"

رب کائنات کی رحمت کا یہ عالم دیکھ کر سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب میں یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیتے ہیں:

"تَعُدُّوْنَ قَتْلًا فِی الْحَرَامِ عَظِیْمَۃً
وَأَعْظَمُ مِنْهُ لَوْ یَرَی الرُّشْدَ رَاشِدُ
صُدُوْدُکُمْ عَمَّا یَقُوْلُ مُحَمَّدٌ
وَکُفْرٌ بِهٖ وَاللّٰهُ رَبِّیْ شَاہِدُ
وَاِخْرَاجُکُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللّٰهِ أَہْلَهٗ
لِئَلَّا یُرَی لِلّٰهِ فِی الْبَیْتِ سَاجِدُ
فَاِنَّا وَاِنْ عَیَّرْتُمُوْنَا بِقَتْلِهٖ
وَأَرْجَفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ وَحَاسِدُ
سَقَیْنَا مِنِ ابْنِ الْحَضْرَمِیِّ رِمَاحَنَا
بِنَخْلَۃَ لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدُ
دَمًا وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانُ بَیْنَنَا
یُنَازِعُهٗ غُلٌّ مِنَ الْقِدِّ عَارِدُ

"تم لوگ ماہِ حرام کے قتل کو بڑا گناہ ثابت کر رہے ہو...... حالانکہ اگر سیدھے طریقے سے دیکھو تو اس سے بڑے گناہ حسب ذیل ہیں۔ حضرت محمد (ﷺ) کی تعلیمات سے مخالفت اور آپ (ﷺ) سے تم لوگوں کا انکار خدا یہ سب کچھ دیکھتا ہے اور اس کا گواہ ہے اور اللہ کے گھر سے اس کے رہنے والوں کو تمہارا (اس لیے) نکالنا کہ اللہ کے گھر میں اللہ کو سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے اگر تم ہم پر اس کے قتل کا عیب لگاؤ اور باغی و حاسد لوگ اگرچہ اسلام میں بے چینی

Marfat.com

پیدا کرنا چاہیں۔ بے شک ابن الحضرمی کے خون سے اپنے تیروں کو مقام نخلہ میں ہم نے سیراب کیا۔ تب واقد نے جنگ کی آگ بھڑکائی...... عثمان بن عبداللہ ہمارے پاس ہے خون آلود تسمے نے اُسے جکڑ رکھا ہے۔"

ایک خواب

"خیریت تو ہے عاتکہ تم نے مجھے بلوا[1] بھیجا؟"

سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے گھر کی دہلیز عبور کرتے ہی اپنی پریشان...... بہن سیّدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا...... تو وہ کہنے لگی:

"بھائی جان! بخدا میں نے آج شب پریشان کر دینے والا خواب دیکھا مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر اس سے کوئی برا اور مصیبت کا وقت نہ آئے۔ اس لیے میں جو کچھ آپ کو بتاؤں گی براہِ مہربانی اسے اپنے ہی تک رکھیے گا؟......"

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ......: "ہاں ہاں بتلاؤ تو...... آخر تم نے کیا خواب دیکھا......؟"

سیّدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا......: "بھیا! میں نے اونٹ پر سوار ایک شخص دیکھا۔ وہ سوار وادی ابطح میں آ کھڑا ہوا پھر چیخنے چلانے لگا...... سنو اے بے وفاؤ اپنے جدا ہونے کی جگہ تین روز کے اندر اندر جنگ کے لیے چل پڑو...... لوگوں کا ایک جم غفیر اُس کے گرد جمع ہو گیا۔ وہ اِس ہجوم کے ہمراہ مسجد میں داخل ہو گیا اور اونٹ اُسے لیے خانہ کعبہ کے اوپر نمودار ہوا وہ پھر پہلے کی طرح چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ سنو اے غدارو! اپنے بچھڑنے والے مقام کی جانب تین دن کے اندر اندر جنگ کے لیے چل پڑو۔ پھر اُونٹ اُسے اُٹھائے اُٹھائے بوقبیس پر نمودار ہوا۔ اِس مرتبہ بھی وہ اِسی طرح چلایا۔ اِس کے بعد ایک چٹان لے کر اُس نے اوپر سے لڑھکا دی چٹان لڑھکتی لڑھکتی پہاڑ کے دامن میں پہنچی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مکہ کے گھروں میں کوئی گھر اور احاطہ ایسا نہ رہا کہ جہاں چٹان کا ٹکڑا نہ گیا ہو۔"

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ......: "واللہ! یہ تو ایک اہم خواب ہے مگر دیکھ تو اِسے چھپا اور کسی سے بیان نہ کر۔"

[1] یہ واقعہ سیرت ابن ہشام سے لیا گیا ہے۔ ابن اسحاق کے حوالے سے ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مجھے ایک شخص نے جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا عکرمہ سے اُنہوں نے سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور یزید بن رومان نے عروہ بن الزبیر کی روایت سنائی کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم کے مکہ آنے سے تین روز قبل یہ خواب دیکھا تھا۔

Marfat.com

یہ کہہ کر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکل پڑتے ہیں گلی میں ہی ولید بن ربیعہ سے ملاقات ہو جاتی ہے......سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے رہا نہیں جاتا اور ولید کو ایک جانب لے جا کر سارا قصہ سنا دیتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں:

"دیکھو ولید! یہ بات کسی اور سے نہ کرنا......"

لیکن یہ بات عاتکہ کے گھر سے اِس ہدایت کے ساتھ چلی کہ کسی دوسرے کو خبر نہ ہو، صبح تک پورے مکہ میں یوں پھیل جاتی ہے "جیسے جنگل میں آگ"......شب کی ردائے سیاہ پر جب صبح کا اُجالا غالب آنے لگتا ہے تو سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کعبہ کی جانب چل پڑتے ہیں۔ طواف کعبہ سے فارغ ہو کر قریب ہی مجلس جمائے ابو جہل کے پاس جا بیٹھتے ہیں......ابو جہل، سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی کہنے لگتا ہے:

"اے ابوالفضل! تم میں یہ نئی نبیہ کب سے پیدا ہوئی؟"

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ......کیا مطلب؟

ابو جہل......"اجی وہی خواب جو عاتکہ نے دیکھا۔"

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ......"آخر اُس نے کیا دیکھا؟"

ابو جہل......"ابوالفضل سنو! کیا تمہارے لیے اتنی بات کافی نہ تھی کہ تمہارے ایک مرد نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اب تو تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگی ہیں...... عاتکہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اُسے تین روز کے اندر اندر جنگ کے لیے نکل پڑنے کو کہا گیا ہے...... ہم بھی تین روز انتظار کرتے ہیں جو وہ کہہ رہی ہے......اگر بات سچی نکلی تو تین روز میں کچھ ہو جائے گا اور اگر سچ نہ نکلا تو تمہارے متعلق ایک نوشتہ لکھ چھوڑیں گے کہ تم لوگ حرم میں سب سے جھوٹے خاندان کے ہو۔"

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ......"لیکن عاتکہ نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا۔"

یہ کہہ کر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ حرم سے باہر نکل آتے ہیں لیکن شام کا دھندلکا پھیلنے تک بنی عبدالمطلب کی ایک ایک عورت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کو طعنے دیتی ہے۔ وہ آ آ کر کہتی ہیں:

"کیا تم نے گوارا کر لیا کہ وہ بدکار خبیث تمہارے مردوں پر نکتہ چینی کرتے کرتے عورتوں تک پہنچ جائے......؟ تم سنتے رہے اور جو کچھ تم نے سنا اُس پر تمہیں کچھ غیرت نہ آئی......؟"

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں:

"واللہ! میں نے اُسے کوئی تفصیلی جواب نہیں دیا۔ خدا کی قسم! اگر اُس نے دوبارہ بات کی تو ضرور میں تمہاری طرف سے اُس کا پورا تدارک کروں گا۔"

Marfat.com

اور اب تیسرا روز بھی آ پہنچا ہے۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اضطراب کے عالم میں پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اُنہیں دُکھ اور پشیمانی ہے کہ اُنہوں نے مناسب موقع کھو دیا اور ناحق عورتوں کے طعنے سننے پڑے۔ دِل ہی دل میں فیصلہ کرتے ہیں کہ مسجد چلتا ہوں اگر ابو جہل مل گیا اور اُس نے کچھ بات کی تو ساری کسریں نکال دوں گا، پھر مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن دُبلا پتلا تیز مزاج اور تیز نظر ابو جہل معاملہ بھانپ کر فوراً دروازے سے باہر نکل جاتا ہے...... دفعتاً اِسی لمحے ایک ایسی صدا بلند ہوتی ہے کہ پورا مکہ تڑپ اُٹھتا ہے۔ سبھی بھاگم بھاگ صدا لگانے والے کے پاس پہنچتے ہیں۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ابو جہل بھی آنکھ مچولی چھوڑ کر صدا لگانے والے کے پاس پہنچ جاتے ہیں...... عجب منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایک سوار ہے کہ جس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اُونٹ کے کان کٹے ہوئے اور ناک چیری ہوئی ہے جن سے خون کے فوارے بہے جا رہے ہیں۔ اونٹ پر کجاوا اُلٹا پڑا ہے اور [1] وہ روایتی نذیر بن کر دہائی دے رہا ہے۔

"اے قریش کے لوگو!...... تمہارے سامان والے اونٹ...... تمہارے سامان والے اونٹ...... محمد (ﷺ) اور اُس کے ساتھی گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ اپنے اُس مال کو بچاؤ جو ابو سفیان کے ساتھ ہے۔ اُمید نہیں کہ وہ تمہیں مل جائے گا۔ فریاد...... فریاد۔"

اِس مروجہ ڈرامائی انداز نے مکہ میں سخت ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ مکہ کے باسی غصے کے عالم میں اپنے جسموں کو نوچ رہے ہیں...... کچھ ہی عرصہ قبل جب مدینہ پر حملہ کی تجویز آئی تھی تو یہ طے پایا تھا کہ ابھی سے تیاری شروع کر دی جائے۔ اسی لیے مکہ کا کوئی فرد ایسا نہ رہا جس نے کچھ نہ کچھ مال دے کر اِس قافلے کے ساتھ نہ بھیجا ہو! حتیٰ کہ غیر تاجر عورتوں نے اپنے زیورات اور اندوختے تک لا لا کر دیے تھے۔ مدعا یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ سرمایہ لگا کر زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کیا جائے اور پھر بھرپور تیاری کر کے مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے............ مگر جونہی یہ خبر پہنچتی ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی اِس تجارتی قافلے کی گھات میں ہیں تو انہیں شک گزرتا ہے کہ آپ ﷺ کو شاید اِن کی تیاریوں کا علم ہو چکا ہے اور یہ اندیشہ بھی ہوتا ہے کہ کہیں اِس قافلے کا حال الحضرمی کے قافلے کا سا نہ ہو! یہی وجہ ہے کہ جب غصے جوش اور غضب کے عالم میں گھروں میں پہنچ کر واپس پلٹتے ہیں تو جسموں پر ہتھیار سجے ہوتے ہیں اور زبانیں پکار رہی ہوتی ہیں:

"کیا محمد (ﷺ) اور اُس کے ساتھیوں نے اِس قافلے کو بھی الحضرمی کے قافلے کی طرح سمجھ رکھا ہے۔ بخدا یہ بات اُن پر جلد واضح ہو جائے گی کہ ایسا نہیں ہوسکتا......"

[1] اطلاع ضمضم بن عمرو الغفاری نے مکہ آ کر دی تھی۔

Marfat.com

کوچ

''یارسول اللہ (ﷺ) آپ کو جو مناسب معلوم ہو بتلایئے اور وہی کیجیے۔''[1]

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پر جوش تقاریر کے بعد سیّدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ وہ مزید کہہ رہے ہیں:

''یارسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور ہم آپ کے ساتھ وہ بات نہ کریں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ٥

(المائدة: ٢٤)

''آپ (ﷺ) اپنے پروردگار کے ساتھ جائیں اور دونوں مل کر جنگ کریں۔ ہم تو بلاشبہ یہیں بیٹھنے والے ہیں۔''

بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ کا پروردگار دونوں چلیں لڑیں۔ ہم بھی ساتھ دیں گے قسم ہے اُس ذات اقدس کی کہ جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اگر آپ (ﷺ) برک الغماد[2] تک بھی چلیں گے تو ہم ہمراہ چلیں گے۔''

سیّدنا مقداد رضی اللہ عنہ کی ولولہ انگیز تقریر اور جذبات کی آپ ﷺ بے حد قدر افزائی کرتے ہیں۔ پھر مہاجرین سے انصار کی جانب رُخ انور پھیر کر فرماتے ہیں:

''اَشِيْرُوْ عَلَیَّ اَيُّهَا النَّاسُ.''[3]

''اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔''

اب جو آپ ﷺ ایک مرتبہ پھر مشورہ طلب فرماتے ہیں تو انصار سمجھ جاتے ہیں کہ رُوئے سخن اُن کی جانب ہے۔ سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اُٹھ کر عرض کرتے ہیں:

''شاید...... حضور (ﷺ) کا ارشاد ہماری طرف ہے۔''

---

1. ابن ہشام۔
2. برک الغماد ملک حبش کا ایک مقام ہے۔ اِس سے مراد دور افتادہ مقام ہے۔
3. انصار سے مشورہ لینے کی وجہ ابن ہشام نے یہ تحریر کی ہے کہ انصار نے مقام عقبہ پر جب بیعت کی تھی تو کہا تھا کہ ہم آپ کی ذمہ داری سے اُس وقت تک بری ہیں جب تک آپ ہماری بستیوں میں نہ پہنچ جائیں۔ جب آپ ہمارے پاس پہنچیں گے تو آپ ہماری ذمہ داری میں ہوں گے۔ ہم آپ ﷺ کی حفاظت ہر اُس چیز سے کریں گے جس سے ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اِس لیے رسول اللہ ﷺ کا خیال تھا کہ کہیں انصار یہ نہ سمجھتے ہوں کہ آپ ﷺ کی امداد اُن پر اُسی صورت میں لازم ہے جب کوئی دشمن مدینہ پر حملہ کر دے اور اُن پر لازم نہیں کہ آپ ﷺ انہیں بستیوں سے نکال کر کسی دشمن کے مقابلہ میں لے جائیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی جانب سے مثبت میں جواب پا کر سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''یا رسول اللہ (ﷺ) ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی اور شہادت دی کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ ہم آپ سے عہد کر چکے ہیں کہ آپ کی فرماں برداری اور اطاعت کریں گے اس لیے اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ جہاں بھی چلیں گے ہم آپ کے ہمراہ ہوں گے...... اُس رب کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ کے ساتھ ہمارے سامنے سمندر بھی آ جائیں تو اُن میں بھی کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو پیچھے ہٹے ہمیں اِس سے ڈر نہیں کہ ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا ہم اُس جنگ کے لیے بھی مضبوط اور مکمل ارادے کے ساتھ تیار ہیں اور وہ کارنامے دکھائیں گے جن سے حضور ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی۔''

آپ ﷺ جب اپنے جانثاروں کے یہ جذبات دیکھتے ہیں تو چہرہ اقدس پر اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ فرطِ نشاط سے فرمانے لگتے ہیں:

سِيرُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّ اللهَ قَدْ وَعَدَنِي إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَاللهِ لَكَأَنِّي الْآنَ أَنْظُرُ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ.

''چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ[1] فرمایا ہے۔ واللہ بلاشبہ میں اُن کے بچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔''

مٹھی بھر مجاہدین کا یہ قافلہ نئے عزم ولولے اور ایک شان سے آگے بڑھتا بڑھتا مقامِ بدر کے قریب جا پڑاؤ ڈالتا ہے۔ اِس بے شجر وادی میں جنوبی پہاڑ کے عقب میں اہلِ قریش کا ایک بہت بڑا لشکر بھی پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ مکہ کے جگر[2] پارے بشمل ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، اُمیہ بن خلف، طیمہ بن عدی، ابوالبختری، عاص بن ہشام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، نضر بن حارث، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو العاص لشکر میں موجود ہیں۔ مکہ کے اِن سرتاج سرداروں کے علاوہ نامور پہلوان اور کار آزمودہ بہادر بھی موجود ہیں۔ تین سو (۳۰۰) گھوڑوں اور سات سو (۷۰۰) اونٹوں پر سوار ہو کر یہ عساکر یہاں تک پہنچے ہیں۔ زرّہ بکتر زیبِ تن کیے اور سر پر خود رکھے فوج کا ہر فرد یوں محسوس ہوتا ہے جیسے لوہے میں ڈوبا ہوا ہے۔

[1] یعنی یا تو ٹکراؤ ابوسفیان کے تجارتی قافلے سے ہوگا یا ابو جہل کے فوجی گروہ سے اور ایسا نہیں ہوگا کہ دونوں گروہ مل جائیں اور اُن سے مقابلہ ہو۔

[2] حضور ﷺ کو جب سردارانِ قریش کے نام بتائے گئے جو اپنی فوج کے ہمراہ آئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ مکہ نے تمہارے مقابلے کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں۔

Marfat.com

چمکتی تلواریں میانوں میں بند کمر سے لٹکی ہیں۔ نیزے، تیر کمان ڈھالیں الغرض ہر قسم کے عمدہ ہتھیار اِن کے پاس موجود ہیں...... فوجیوں کا دِل لبھانے کے لیے بہترین ناچنے والیاں اور خوش گلو لونڈیاں بھی ہمراہ ہیں اور بکثرت شراب بھی۔

اگرچہ اس فوجی قافلے کو یہ خبر ہو چکی ہے کہ ابوسفیان اپنے سامان کے ساتھ مکہ پہنچ چکا ہے اور یہ پیغام بھی موصول ہو چکا ہے کہ ''ہم بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں اب جنگ ضروری نہیں''، مگر ابوجہل کا موقف یہ ہے کہ جب تک بدر تک نہ پہنچ جائیں واپس نہیں پلٹیں گے بدر میں تین راتیں بسر کی جائیں گی۔ اُونٹ ذبح کیے جائیں گے اور کھائے جائیں گے۔ شراب کے دَور چلیں گے لونڈیاں ناچیں گی تب واپس پلٹیں گے۔ اِس طرح بدر میں اکٹھا ہونے سے شہرت پھیلے گی اور قریش کا رُعب چھا جائے گا۔

اللہ کی مدد کا مژدہ

صدیوں سے آفتاب مشرق سے طلوع ہو کر قرطاس عالم کا مطالعہ کرتے ہوئے مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ ماہتاب اور کرۂ ارض ایک دوسرے کے گرد عرصہ دراز سے یونہی گھومے جا رہے ہیں۔ مدتوں سے تارے رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں جھلملا جھلملا کر ارض عالم کے حادثات کو پڑھ رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اِس لگائے ہوئے چمن میں کتنی ہی خزاؤں نے جنم لیا اور نہ جانے کتنی بہاروں نے اپنے رنگ جمائے۔ طرح طرح کے انقلاب آئے اور تہذیب و تمدن کے کئی چولے بدلے لیکن آج کا چمکتا دمکتا آگ برساتا سورج عجب منظر دیکھ رہا ہے۔ پہاڑوں کے پتھر حیران اور زمین کے تپتے ذرّے ششدر ہیں۔ ہوائیں حیرت سے رُک سی گئی ہیں۔ چشم فلک بھی وا ہے اور نظارہ کر رہی ہے کہ رسالت مآب حضرت محمد ﷺ اپنے تین سو تیرہ (۳۱۳) مجاہدوں کو شمال میں واقع ''عدوۃ الدنیا'' نامی پہاڑ کی جانب سے وادی بدر میں داخل کر رہے ہیں۔ کھلی فضا میں جلتی ہوئی ریتلی زمین پر پانی کے ایک کنویں کے پاس ٹھہر جاتے ہیں۔ پھر اپنے ایک جانثار صحابی کے مشورے پر کچھ اور آگے بڑھ کر اُن تمام گڑھوں پر قبضہ کر لیتے ہیں جو غالباً بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ تاکہ دشمنانِ خدا اِن پانی کے گڑھوں سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

مجاہدین اِسلام پہاڑوں کے سے عزم، جوشِ ایمانی اور تشنگی شہادت کے ہتھیار سنبھالے ہوئے ہیں۔ اِس مختصر قافلے کی بے سروسامانی بھی دیدنی ہے۔ پورے لشکر میں صرف آٹھ تلواریں، چھے یا سات بکتر، جنگلی لکڑی کے ترشے ہوئے تیر...... یہ ہے کل سامانِ حرب کہ جو مٹھی بھر مجاہدین لے کر قریش کے لشکر جرار سے ٹکرانے نکلے ہیں اور اِس عالم میں یہاں تک پہنچے ہیں کہ سواری کے لیے صرف دو [1] گھوڑے اور ستر اونٹ

---

[1] پورے لشکر اسلامی کے پاس صرف دو گھوڑے تھے جن میں سے ایک پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کے والد ابومرثد رضی اللہ عنہ سوار ہے۔

Marfat.com

ہیں۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے جسم تھکن سے چور اور پاؤں میں چھالے پڑ چکے ہیں۔ جانثار کھجور کی شاخوں اور پتوں سے ایک چھوٹی سی جھونپڑی تیار کرتے ہیں اور آ کر اِس خستہ حال لشکر کے سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ سے عرض کرتے ہیں۔

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اِس جھونپڑی میں تشریف رکھیے۔''

اُدھر ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میدانِ بدر میں پڑاؤ ڈال چکے ہیں تو وہ بھی اپنی فوج کو شام کا دھندلکا پھیلنے سے قبل ہی جنوب میں واقع "عدوۃ القصوىٰ" نامی پہاڑ کی جانب سے گزار کر بڑے طنطنے اور کروفر کے ساتھ میدان بدر میں داخل کر دیتا ہے۔ قریش مکہ کی فوج مجاہدین کے قافلے سے تقریباً دو (۲) میل کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب کر کے پڑاؤ ڈال دیتی ہے۔ آہ!...... چشم فلک کو کتنا کرب انگیز منظر دیکھنا پڑ رہا ہے۔ دشمنانِ خدا آرام دِہ خیموں کے اندر سایے میں ہیں لیکن مجاہدین اسلام آگ برستے آسمان کے نیچے اور مسلمانوں کے سالارِ اعظم ﷺ کو ٹہنیوں اور پتوں کی جھونپڑی میں رہنا پڑ رہا ہے۔

آ کاش کہ جہاں سے دِن بھر سورج زمین پر شعلے برساتا رہا اب گھنگور گھٹاؤں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ رات کی تاریکی نے اپنے پر پھیلا لیے ہیں۔ چندا کی دلفریب روشنی اور جھلمل جھلمل کرتے ستارے بادلوں میں کہیں کھو گئے ہیں۔ مجاہدین اسلام دن بھر کی تھکن دور کرنے کے لیے آرام وسکون کی نیند سو رہے ہیں...... لیکن کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنی ہوئی جھونپڑی میں مجاہدین کے سالارِ اعظم ﷺ خداوند کریم سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ دفعتاً بادل گرجتے ہیں۔ بوندا باندی رفتہ رفتہ بارش کا روپ دھار لیتی ہے اور پل بھر میں مجاہدین کے قبضے میں موجود گڑھے پانی سے جل تھل ہو جاتے ہیں بارش برستے برستے رُک جاتی ہے مگر آپ ﷺ دربارِ خدا سے مسلسل رابطہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ ہاتھ بلند ہیں اور دُعا فرما رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا قُرَيْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخُيَلَائِهَا وَفَخْرِهَا تُحَادُكَ وَتُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ. اَللّٰهُمَّ فَنَصْرَكَ الَّذِيْ وَعَدْتَنِيْ اَللّٰهُمَّ اَحِنْهُمُ الْغَدَاةَ.

''الٰہی! یہ قریش اپنے غرور کے ساتھ آئے ہیں، تیری مخالفت کرتے ہوئے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہوئے۔ الٰہی اُس مدد کا طالب ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا...... الٰہی آج ہی صبح ان کو ہلاک کر دے۔''

پھر دُعا کرتے کرتے وہ وقت بھی قریب آ جاتا ہے کہ دُور افق کے مشرقی جانب سے رات کی سیاہی اپنا دامن کھسکانا اور آسمان کی نیلاہٹ اپنا اثر جمانا شروع کر دیتی ہے...... لشکر اسلام اپنی صفیں سیدھی کر چکا ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی جاتی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مجاہدین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب تک کفار کی جانب سے پیش قدمی نہ ہو ہرگز حملہ نہ کرنا اگر کفار تمہاری جانب بڑھنے لگیں تو اُن کو روکنے کے لیے تیرا برساؤ اگر وہ نہ رکیں اور آگے بڑھتے رہیں تو جم کر لڑو۔ خبردار کوئی گھبرائے نہیں اور نہ ہی کوئی منہ پھیرے [1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو! جب تمہارا معاملہ کافروں سے ہو تو تم اُن کی طرف پیٹھ نہ پھیرو۔ سوائے اس حالت کے کہ ایسا پیٹھ پھیرنے میں کوئی لڑائی کا ہنر ہو۔ یا پیچھے رہ جانے والی جماعت اپنی جماعت سے ملنا چاہتی ہو۔ پیٹھ پھیرنا اللہ کے غضب کی طرف پلٹنا ہے اور ایسے پلٹنے والے کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جو بہت ہی بری جگہ ہے [2]...... اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے...... اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم مراد کو پہنچو [3]...... اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے وقت یوں صف باندھتے ہیں۔ جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو [4]، [5]۔......''

آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوتے ہیں تو ہاتھ میں ایک تیر اُٹھا لیتے ہیں اور مجاہدین کی صفیں درست کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ صفیں درست ہو جاتی ہیں تو وہ اپنی جھونپڑی کی جانب چل پڑتے ہیں اور رب العالمین کے آگے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلِكَ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ الْیَوْمَ لَا تُعْبُدُ.

''خداوندا! اگر یہ چند جانیں آج ختم ہو گئیں تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔''

اسی لمحے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کو یوں رب العالمین کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتے دیکھتے ہیں تو آگے بڑھ کر عرض کرتے ہیں:

''بس کیجیے اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اللہ نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ ضرور پورا

---

[1] ابونعیم عبدالرحمٰن بن غسل حمزہ بن ابی اُسید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن جب ہم نے قریش کے مقابلہ میں صفیں قائم کیں اور اُنہوں نے ہمارے مقابلے میں صفیں قائم کیں تو فرمایا: جب وہ لوگ تمہارے قریب آ جائیں تو تیر مارنا۔ (بخاری شریف)

[2] سورۃ الانفال آیت نمبر: ۱۵۔

[3] سورۃ الانفال آیت نمبر: ۴۵۔

[4] سورۃ الصف آیت نمبر: ۴۔

[5] کوکبہ غزوہ بدر۔

Marfat.com

ہوگا۔“

آپ ﷺ کی دُعا عرش پر جا کر رحمت خداوندی کو جوش دِلا دیتی ہے اسی لمحے جبرائیل آ حاضر ہوتے ہیں ایک جنبش کے بعد آپ ﷺ اپنے رفیق باوفا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سناتے ہیں:

أَبْشِرْ يَا اَبَابَكْرٍ اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ. هٰذَا جِبْرِيْلُ آخِذاً بِعِنَانِ فَرَسٍ يَقُوْدُهُ عَلَى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ يعنى الغبار.

”اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی ہے یہ جبرائیل ہے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اسے کھینچ رہا ہے اور اس کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے۔“

کامرانیاں قدم چھوتی ہیں

قریش مکہ کی فوج بڑھتے بڑھتے قریب آ جاتی ہے تو قریش کا معروف سردار عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے ہمراہ اپنی فوج کی صف سے الگ ہو کر آگے بڑھتا ہے اور بڑے زعم سے مبارزت طلب کرتا ہے۔ مجاہدین کے قافلے سے تین جوان مرد انصار سیّدنا عوف بن حارث رضی اللہ عنہ [1]، سیّدنا معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ [2] آگے بڑھتے ہیں۔

تو عتبہ بن ربیعہ پوچھتا ہے۔

”تم کون ہو؟......“

انصار اپنا نام بتلاتے ہیں تو عتبہ بن ربیعہ اور اُس کے ساتھی کہنے لگتے ہیں:

”ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں۔“

اور وہیں سے عتبہ بن ربیعہ پکارتا ہے۔

”اے محمد (ﷺ) ہماری قوم میں سے ایسے لوگ بھیج جو ہمارے ہمسر ہوں۔“

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سیّدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو اشارہ کرتے ہیں۔ یہ تینوں مجاہدینِ اِسلام میدان میں قدم رکھتے ہیں تو تلواریں تڑپ کر بلند

---

[1] انہوں نے عقبہ اوّل و دوم میں شرکت فرمائی۔ یہ سیّدنا معوذ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ جنہوں نے ابوجہل کو بدر کے مقام پر جہنم واصل کرنے میں اہم رول ادا کیا کے بھائی تھے۔

[2] عقبہ سوم میں اسلام لائے۔ بدر کے علاوہ اُحد خندق اور تمام دوسرے معرکوں میں شریک رہے۔ عمرۃ القضاء میں بھی حضور ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ معرکہ موتہ میں سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد آپ نے بھی فوج کی سپہ سالاری کرتے ہوئے شہادت پائی۔

Marfat.com

ہوتی ہیں اور باہم ٹکرا جاتی ہیں تلواروں کی جھنکار آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے چقا چق کا روپ دھار لیتی ہے......
سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا شیبہ سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ولید سے اور سیّدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ کا عتبہ سے تیغ زنی کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ بڑھ بڑھ کر حملے ہو رہے ہیں پینترے بدل بدل کر وار روکے جا رہے ہیں۔

نیزے سوا نیزے پر موجود سورج کی کرنیں مچلتی تڑپتی بلند ہوتی تلواروں پر پڑتی ہیں تو آنکھیں تلواروں کی چمک سے چندھیا جاتی ہیں۔ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ برق کی سی تیز رفتاری سے شیبہ پر ایسا کاری وار کرتے ہیں کہ وہ خاک وخون میں غلطان ہو جاتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر لشکر اِسلامی تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھتا ہے۔ ابھی نعروں کی گونج ختم نہیں ہو پاتی کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے مدمقابل ولید کو جہنم واصل کر دیتے ہیں لیکن سیّدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان زبردست معرکہ جاری ہے۔ دونوں شمشیر زنی کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ پلٹ پلٹ کر وار کیے اور روکے جا رہے ہیں۔

لڑتے لڑتے دونوں ایک دوسرے کو بٹھا دیتے ہیں اور تھکاوٹ سے یہ حالت ہو چکی ہے کہ دونوں تقریباً ناقابل حرکت ہو چکے ہیں.......... عتبہ اسی لمحے مکاری سے سیّدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ایک کاری وار کرتا ہے۔ جس سے سیّدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی رگ کٹ جاتی ہے۔ اتنے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر آگے بڑھتے ہیں........ تلواریں چمکتی ہیں اور عتبہ موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے۔ تین ممتاز اور معزز سرداروں کے یوں مارے جانے پر کفار کی فوج میں صف ماتم بچھ جاتی ہے...... اسلامی لشکر کے فرحت وتشکر کے فلک شگاف نعروں سے بدر کی وادی گونج اُٹھتی ہے.......... لشکر کفار غیظ وغضب کے عالم میں آگے بڑھتا ہے پیش قدمی کے ساتھ ساتھ تیروں کی بارش بھی شروع کر دیتا ہے۔ ایک سنسناتا ہوا تیر اسلامی لشکر کے مجاہد مہجع [1] بن صالح رضی اللہ عنہ کو جا لگتا ہے۔ یہی اسلامی فوج کے پہلے شہید ہیں۔ جو آپ ﷺ سے "سید الشھداء" کا لقب پاتے ہیں.......... اور تیر آ کر سیّدنا حارثہ [2] بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیتا ہے۔

اب دونوں فوجوں کے درمیان دست بدست لڑائی شروع ہو چکی ہے قریشی فوج کا بوکراش جو سرتاپا لوہے کے لباس میں چھپا ہوا ہے اور صرف دو آنکھیں ہیں جو نظر آ رہی ہیں۔ اپنے زعم طاقت وشجاعت میں

[1] سیّدنا مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ مہاجر صحابہ میں سے ہیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ طرفین کے صفوں میں لڑائی شروع ہونے کے بعد جب آپ ایک گڑھے سے پانی پی رہے تھے دشمن کی صفوں سے ایک مہلک تیر جو عامر بن الحضرمی کی کمان سے نکلا تھا ان کے حلق میں آ کر لگا اور یہ وہیں شہید ہو گئے۔

[2] یہ انصار صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ بدر میں شرکت فرمائی اور شہادت بھی اسی غزوہ میں نصیب ہوئی۔ ان کو لشکر کفار کے خالد ابن اعلم نے شہید کیا تھا۔

Marfat.com

آگے بڑھ کر سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو للکارتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پے در پے حملے شروع کر دیتا ہے۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار پہلے ہی کفار کی تلواروں سے ٹکرا ٹکرا کر کند ہو چکی ہے۔ اب پینترے بدل بدل کر بوکراش کے واروں سے اپنے آپ کو بچا رہے ہیں۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں نیزہ تھام لیتے ہیں اور پھرتی سے دیوہیکل بوکراش کی آنکھوں میں ایسا جھونکتے ہیں کہ کھوپڑی تک چکنا چور ہو جاتی ہے...... سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ نیزہ کھینچ کر نکالنا چاہتے ہیں...... لیکن نکل نہیں پا رہا۔ بوکراش کی لاش پر چڑھ جاتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے پورا زور لگا دیتے ہیں۔ تب جا کر کہیں نیزہ نکلتا ہے۔

سیّدنا عمیر [1] بن الحمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے۔ دفعتاً اُن کے ذہن میں خیال آیا کہ......

''میرے اور جنت کے درمیان فاصلہ صرف شہادت کا ہے۔''

کھجوریں پھینک کر آتشِ جنگ میں کود پڑے تھے۔ اب وہ بھی بے پناہ جوش و جذبے سے اپنی تلوار کے جوہر دکھا رہے ہیں...... کئی کفار اُن کی تلوار کی کاٹ سے گھائل ہو چکے ہیں...... سیّدنا عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ یونہی لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کر جاتے ہیں۔

اِدھر سیّدنا عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ سے پوچھ رہے ہیں:

''اے میرے آقا! یہ تو بتلایئے کہ اللہ کو اپنے بندے کی کون سی ادا زیادہ پسند ہے۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''جب وہ بے زرہ ہو کر اپنا ہاتھ دشمن کے لہو میں ڈبو دے۔''

سیّدنا عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہیں تو اپنی زرہ اتار پھینکتے ہیں اور تلوار ہاتھ میں لے کر دشمنانِ خدا پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یونہی لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے ہیں۔

دشمنِ اسلام عبداللہ بن عمیر اپنے حقیقی بھائی سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلامی فوج کا پرچم اُٹھائے دیکھتا ہے تو ظالم آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے بھائی کو خون میں نہلا دے مگر سیّدنا مصعب رضی اللہ عنہ پھرتی سے پانسہ پلٹے ہیں اور عبداللہ کو مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔

---

[1] حارثہ، سراقہ انصاری کے بیٹے ہیں اور اِن کی والدہ کا نام ربیع ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور اسی میں شہادت پائی۔ یہ پہلے انصاری ہیں جو اُس روز شہید ہوئے۔

Marfat.com

میدانِ جنگ عجب منظر پیش کر رہا ہے۔ اِنسانی جسم گاجر مولی کی طرح کٹے جا رہے ہیں۔ کندھے سروں کے بوجھ سے آزاد ہو کر گھوڑوں کے سموں تلے روندے جا رہے ہیں۔ خون کے فوارے پھوٹ کر بدر کی وادی کو لالہ زار کر رہے ہیں۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ، تیغ و تبر کی چقاچق، برچھیوں اور نیزوں کی جھنجھناہٹ، تیروں کی فشافش، گھوڑوں کی ٹاپوں کی ٹپاٹپ، ہوا کی سنسناہٹ، مجاہدین اسلام کی جانب سے ''احد[1] احد'' کے فلک شگاف نعروں کے علاوہ مرنے اور زخمی ہونے والوں کی کرب انگیز چیخوں سے پتھروں کے دِل بھی دہل رہے ہیں۔

اِسلامی فوج کے سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔

''اُس ذات کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ آج جو شخص اِن لوگوں سے قتال کرے گا اور صبر سے ثواب سمجھ کر شہید ہو جائے گا۔ آگے بڑھتا ہوا ہو گا پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو گا تو اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔''

پھر آپ ﷺ ہاتھ میں کنکریاں اُٹھا لیتے ہیں اور کفار کی جانب پھینکتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شاهت الوجوه'' ''(اُن کے) چہرے بگڑ جائیں۔''

اُدھر خداوند کریم کی غیبی امداد بھی آ پہنچتی ہے۔ جانثارانِ اسلام ایک نئے ولولے جوش اور جذبے سے مزید شدت سے حملہ آور ہو جاتے ہیں اور دشمن کو بوکھلا کر رکھ دیتے ہیں۔

سیّدنا عکاشہ[2] بن محض رضی اللہ عنہ کی تلوار لڑتے لڑتے ٹوٹ جاتی ہے، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو وہ سیّدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ کو ایک لکڑی عنایت فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''قَاتِلْ بِهٰذَا يَا عَكَاشَةُ.''

''اے سیّدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ تم اِسی سے جنگ کرو۔''

سیّدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ وہ لکڑی لے کر آگے بڑھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ لکڑی نے تلوار کا روپ دھار

---

[1] ابن ہشام نے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ بدر کے روز اصحاب رسول ﷺ کا شعار ''احد احد'' تھا۔

[2] یہ محض اسدی کے بیٹے تھے۔ جو بنی اُمیہ کے حلیف تھے۔ جنگ بدر کے بعد کے معرکوں میں بھی شریک رہے۔ یہ بڑے فضل والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد سے ۱۱ھ میں لڑتے ہوئے طلیحہ کے ہاتھوں شہید ہوئے اُس وقت اِن کی عمر ۴۵ سال تھی۔ ابن اسحاق کی روایت ابن ہشام نے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سیّدنا عکاشہ بن محض رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ستر ہزار چودھویں رات کے چاند کی صورت والے جنت میں داخل ہوں گے تو عکاشہ نے عرض کی تھی یا رسول اللہ ﷺ، اللہ سے دعا کیجیے مجھے بھی ان میں سے کر دے آپ ﷺ نے فرمایا: تم انہی میں سے ہو یا یہ فرمایا: یا اللہ انہی میں سے کر دے۔

Marfat.com

لیا ہے۔ وہ اس تلوار سے ہی دشمنانِ اسلام پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

ابو جہل اپنے بے شمار حواریوں کے درمیان اس طرح گھرا ہوا ہے جیسے درختوں کے درمیان کوئی درخت لپٹا ہوا ہو اور وہ یہ رجز پڑھے جا رہا ہے:

''تَنْقِمُ الْحَربُ العَوانُ مِنِّی بَازِلُ عَامَیْنِ
حَدِیْثٌ مِنِّی لِمِثْلِ هٰذَا وَلَدَتْنِی اُمِّی

''جن لوگوں میں بار بار معرکے ہوتے رہے ہیں ایسی جنگیں بھی مجھ سے انتقام نہیں لے سکتیں۔ میں اُونٹ کا دو سالہ پٹھا اور تیز دانتوں والا ہوں میری ماں نے مجھے ایسے ہی کاموں کے لیے جنا ہے۔''

مسلمان ''احد احد'' کا نعرہ لگاتے ہوئے اُس پر یلغار کر رہے ہیں مگر ابو جہل کے محافظ آگے نہیں بڑھنے دے رہے...... سیّدنا عبدالرحمٰن [1] بن عوف رضی اللہ عنہ کے اردگرد معوذ [2] اور معاذ [3] جا کھڑے ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔

''ابو جہل کہاں ہے۔''

غالباً اُنھوں نے پہلے ابو جہل کو نہیں دیکھا ہوا...... سیّدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک سے پوچھتے ہیں۔

''برادر زادے ابو جہل کو کیا کرو گے؟''

ان نوجوان مجاہدوں میں سے ایک کہتا ہے:

''میں نے خدا سے عہد کر رکھا ہے کہ ابو جہل کو جہاں دیکھوں گا قتل کر دوں گا یا خود لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔''

سیّدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جذبوں اور ولولوں کا یہ عالم دیکھتے ہیں تو دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے بتا دیتے ہیں۔

---

[1] ان کی کنیت ''ابو محمد'' تھی۔ جبکہ اصل نام عبد عمرو تھا۔ اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ واقعہ فیل کے بعد دسویں سال پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کے دار ارقم میں آنے سے قبل ہی اسلام قبول کیا۔ حبش ہجرت کرنے والوں میں شامل رہے اور ہجرت مدینہ میں بھی شریک تھے۔ بدر، اُحد اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی حضور ﷺ کے ہم رکاب رہے۔ فتح مکہ سے بعد حجۃ الوداع تک جس قدر مہمات آئیں اُن میں بھی شریک رہے۔ خلیفہ اوّل سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مخلص مشیروں میں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی آپ کو صاحب الرائے تسلیم کیا جاتا تھا۔ عہد عثمان رضی اللہ عنہ لے ۷۵ سال کی عمر میں ۳۱ ہجری کو وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

[2] یہ حارث ابن رفاعہ کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ کا نام عفراء ہے۔ بدر میں قتال کیا اور وہیں شہادت پائی۔

[3] یہ سیّدنا معوذ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں یہ اور سیّدنا رافع بن مالک رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے انصار میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ غزوہ بدر کے علاوہ دوسرے غزوات میں بھی شرکت کی۔ بعض کہتے ہیں کہ بدر میں اِن کو جو زخم آئے اُن کی وجہ سے مدینہ میں انتقال فرمایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے۔

Marfat.com

"وہ رہا......ابو جہل"

دونوں باز کی طرح جھپٹ کر آگے بڑھتے ہیں۔ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ محافظوں کو چیرتے ابو جہل تک پہنچ کر اُس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ تلوار چمک کر بلند ہوتی ہے اور ابو جہل کی ٹانگ کی آدھی پنڈلی اُڑ جاتی ہے۔ خون فوارے کی صورت پھوٹ بہتا ہے اور دھڑام سے زمین پر آ گرتا ہے۔ اِدھر ابو جہل کے بیٹے سیّدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ [1] نے بھی اپنے باپ کو خطرے میں گھرا دیکھ لیا ہے۔ وہ پشت سے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور اِس شدت سے تلوار کا وار کرتا ہے کہ اِن کا بازو کٹ جاتا ہے مگر بازو کی تھوڑی سی کھال بچ رہتی ہے۔ جس سے کٹا ہوا بازو لٹکنے لگتا ہے۔ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ پلٹ کر عکرمہ پر حملہ آور ہو جاتے ہیں مگر وہ پھرتی سے نکل جاتا ہے۔ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ کٹا ہوا بازو لڑنے نہیں دے رہا چناں چہ پاؤں کے نیچے رکھ کر بالکل علیحدہ کر دیتے ہیں۔

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے ابو جہل پر حملہ آور ہونے تک سیّدنا معوذ رضی اللہ عنہ بھی ابو جہل تک جا پہنچتے ہیں اور پے در پے وار کرتے ہیں مگر ابو جہل کے محافظین کی تلواریں یکبارگی اُٹھتی ہیں اور سیّدنا معوذ رضی اللہ عنہ شہادت کا جام نوش کر جاتے ہیں۔ لشکرِ کفار کے بڑے بڑے سردار جہنم واصل ہو چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر کفار کے پاؤں میدان سے اکھڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اہلِ ایمان ایک مرتبہ پھر بھرپور حملہ کرتے ہیں تو لشکرِ کفار بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ کفار کو بھاگتے دیکھ کر مجاہدین اسلام بھگوڑوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یوں نمازِ ظہر تک کفار کے بہت بڑے لشکر پر مجاہدین فتح پا لیتے ہیں۔ اور رب العالمین کا شکر بجا لاتے ہیں۔

اے گڑھے والو

میدانِ بدر کفار کی لاشوں سے اٹا پڑا ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [2] ایک ایک لاش کو غور سے دیکھتے جاتے ہیں۔ انہیں ابو جہل کی لاش کی تلاش ہے کہ رسولِ کریم حضرت محمد ﷺ اِس دشمنِ خدا کی موت کی خبر سننے کے منتظر ہیں۔ لاشوں کو الٹتے پھلانگتے بالآخر وہ ابو جہل کی ڈھونڈ ہی لیتے ہیں......مگر ملعون ابو جہل ابھی تک زندہ ہے......فرشِ خاک پر پڑا

[1] یہ عمرو بن ہشام (ابو جہل) کا بیٹا ہے۔ انہیں اور ان کے باپ کو حضور ﷺ سے بڑی عداوت تھی۔ فتح مکہ کے دِن مکہ سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد اِن کی بیوی اُم حکیم بنت حارث اِن کے پاس پہنچ گئیں اور ان کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو مہاجر سوار کہہ کر خوش آمدید کہا ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے جنگ یرموک میں ۱۱ھ میں ۶۲ سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔

[2] سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی تھے۔ آپ نے ملک حبش ہجرت کی، بیت المقدس کی زیارت کا بھی شرف نصیب ہوا بدر، اُحد اور بعد کے تمام معرکوں اور بیعت رضوان میں بھی شرکت کی۔ حضور ﷺ کے خاص خادم رہے۔ ۳۲ ہجری میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ وفات کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی تدفین ہوئی۔

Marfat.com

ہے...... پیر کٹے ہوئے...... جسم پر بے شمار زخم...... خون کے فوارے پھوٹے ہوئے ہیں...... اور وہ شدت درد سے تڑپ رہا ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قریب جاتے ہیں اور ابوجہل کے سینے پر پاؤں رکھ دیتے ہیں۔ ابوجہل کہ جس کی رعونیت ابھی تک ویسے ہی کی ویسی ہے کہنے لگتا ہے۔

''اے بکریوں کے چرواہے، تو بہت اونچی جگہ چڑھ آیا ہے[1]۔''

مگر سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جواب دینے کے بجائے اپنی تلوار نکالتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ملعون ابوجہل کی گردن تن سے جدا کر دیں مگر کند ہونے کے باعث یہ کام اِن کی تلوار انجام نہیں دے پا رہی۔ اِدھر ابوجہل شدت درد سے تلملا رہا ہے۔ اُسے زندگی کے سانس بہت گراں معلوم ہو رہے ہیں۔ اب جو سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلوار نہ چل سکی تو ابوجہل اپنی تلوار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اِس سے قتل کرو لیکن سر تن سے جدا کرتے وقت شانوں کے پاس سے گردن کاٹنا تاکہ مرنے کے بعد بھی میرا سر بلند رہے۔ (لعنت اللہ علیہ)''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوجہل کا سر تن سے جدا کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔

''یہ دشمن خدا ابوجہل کا سر ہے۔''

وہ دشمن خدا کہ جس نے سب سے زیادہ راہِ حق میں روڑے اٹکائے۔ داعی حق پر ستم ڈھائے پتھر مارے، آوازے کسے، حتیٰ کہ قتل تک کے منصوبے بنائے...... اور پھر بدر کی وادی میں اِس نیت سے پہنچا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا...... آج اس ملعون کا سر آپ ﷺ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں تو قلب کو اطمینان و فرحت ہوتی ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ:

''مجھے اِس کی لاش تک لے چلو۔''

ابوجہل کی سر اور پاؤں کٹی لاش کو دیکھ کر آپ ﷺ پکار اُٹھتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَخْزَكَ هٰذَا فِرْعَوْنَ هٰذِهِ الْاُمَّةَ جُرُّوْهُ اِلَى الْقَلِيْبِ.

''شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے تجھے رسوا کیا۔ یہ اِس اُمت کا فرعون ہے۔ گھسیٹ کر اسے گڑھے میں پھینک دو۔''

---

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بچپن میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے ابوجہل نے چرواہا کہا۔

Marfat.com

کفار کی باقی لاشیں جو میدان میں بکھری پڑی ہیں اُنہیں بھی گڑھے میں پھینکنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ سبھی لاشیں پھینک دی جاتی ہیں۔ مگر اُمیہ بن خلف کی لاش اِس قدر گل سڑ اور پھول چکی ہے کہ اُس کا اُٹھانا مشکل ہو گیا ہے۔ حکم ہوا۔

''اِسے اِسی جگہ مٹی میں دبا دو۔''

چناں چہ حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ کفار کی لاشوں والے گڑھے کے قریب جا کر یوں مخاطب ہوتے ہیں:

يَا أَهْلَ الْقَلِيْبِ يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَيَا شَيْبَةَ ابْنِ رَبِيْعَةَ وَيَا أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَيَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ فَعَدَّدَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فِي الْقَلِيْبِ الْقَلِيْبِ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا فَإِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا.

''اے گڑھے والو! اے عتبہ بن ربیعہ، اے ابو جہل بن ہشام اور جتنے اس گڑھے میں تھے اُن (سب) کے نام شمار کیے۔ ہمارے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا ہے میں نے اُسے سچا پایا۔''

سیّدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ [1] جب آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ کا نام سنتے ہیں تو دِل پر ایک چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی نظریں جو سیّدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پڑتی ہیں اور سارا معاملہ بھانپتے ہی فرماتے ہیں۔

يَا أَبَا حُذَيْفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَخَلَكَ مِنْ شَانِ أَبِيْكَ شَيْئٌ...

''اے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی حالت دیکھنے سے شاید تمہارے دل میں کوئی بات پیدا ہو گئی ہے۔''

سیّدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

نہیں یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے اپنے باپ کے کفر یا اُس کے مارے جانے پر کبھی بھی شک نہ کیا...... لیکن میں اپنے باپ سے واقف تھا کہ وہ عقل مند حلیم، برتر صفات والا تھا اور اس لیے مجھے اُمید تھی کہ یہ صفات اُسے اسلام میں لے آئیں گی مگر جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں مرا تو میری اُمیدوں کو ٹھیس لگی۔

آپ ﷺ یہ سنتے ہیں تو سیّدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرماتے ہیں۔

---

[1] جلیل المرتبہ صحابی اور عتبہ کے صاحبزادے تھے۔ عتبہ سردارانِ قریش میں سے ایک تھا۔ حضور ﷺ کے دارِ ارقم میں داخلہ سے قبل اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

معرکے کے بعد

بوڑھا[1] ابو رافع زم زم کے قریب خیمے میں بیٹھا تیر چھیلے جا رہا ہے۔ اُس کے قریب ام الفضل بھی بیٹھی ہے۔ دونوں باتوں میں مصروف ہیں دفعتاً کیا دیکھتے ہیں کہ ابولہب بری طرح ہانپتا کانپتا پاؤں گھسیٹتا خیمے کے کنارے آ بیٹھتا ہے۔ چند ساعتوں کے بعد ابوسفیان بھی ایک جانب سے نمودار ہوتا ہے تو ابولہب کے گرد موجود لوگ کہنے لگتے ہیں۔

''لو! ابوسفیان بھی آ گیا۔''

ابولہب ابوسفیان کو دیکھتا ہے تو اپنی سانسیں درست کرتے ہوئے پوچھتا ہے۔

''بابا: مجھے یہ تو بتلاؤ اُن لوگوں کی حالت کیا رہی۔''

ابوسفیان جواب دیتا ہے:

''بخدا! واقعہ اِس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ہم لوگ اُن کے مقابل ہوئے اور اپنے شانوں کو اُن کے حوالے کر دیا۔ وہ ہمیں جیسے چاہتے قتل کرتے اور جس طرح چاہتے قیدی بنا لیتے تھے...... اللہ کی قسم! اس کے باوجود لوگوں پر میں نے ملامت نہیں کی ہم ایسے لوگوں کے مقابل ہو گئے تھے کہ جو سفید رنگ کے تھے اور ابلق گھوڑوں پر زمین و آسمان کے درمیان تھے۔ بخدا! وہ کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے اور نہ کوئی چیز اُن کے مقابل قائم رہتی تھی۔''

بوڑھا ابو رافع جو بڑے غور سے ابوسفیان کی باتیں سن رہا ہے۔ شدت جذبات میں آ کر خیمے کی طنابیں ہاتھوں میں اُٹھا لیتا ہے اور پکار اُٹھتا ہے۔

''واللہ! ...... وہ تو فرشتے تھے۔''

ابولہب یہ سنتا ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ ایک زوردار تھپڑ بوڑھے ابو رافع کے جھریوں بھرے چہرے پر جڑ دیتا ہے...... آگے بڑھ کر زمین پر دے مارتا ہے اور سوار ہو کر مارنے پیٹنے لگتا ہے...... ام الفضل یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔ جھٹ اُٹھتی ہے۔ ایک لکڑی اُٹھا کر ابولہب کے سر پر دے مارتی ہے اور کہتی ہے۔

---

[1] ابن اسحاق کے حوالے سے ابن ہشام نے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن عبداللہ بن عباس نے ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزادہ کردہ غلام رافع نے کہا میں سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام ہم گھر والوں میں داخل ہو چکا تھا۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ، ام الفضل اور میں تینوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے اُن کی مخالفت ناپسند کرتے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ وہ بہت مالدار تھے۔ اُن کا مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ابولہب بدر میں شریک نہ تھا اُس نے اپنے بجائے العاص بن ہشام بن المغیرہ کو روانہ کیا تھا۔ تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ جو شخص نہ گیا اور رہ گیا اُس نے اپنے بجائے کسی اور شخص کو روانہ کیا تھا جب بدر کے آفت زدہ قریشیوں کی خبر ابولہب کے پاس آئی تو اللہ نے اُسے ذلیل و رسوا کیا اور ہم نے خود میں قوت و اعزاز محسوس کیا۔

Marfat.com

''اِس کا سردار پاس نہیں اِس وجہ سے تو نے اِسے کمزور سمجھ رکھا ہے۔''

ابولہب کا سر پھٹ چکا ہے اور خون فوارے کی صورت بہے جا رہا ہے۔ سر کو سہلاتا سہلاتا ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے اُٹھ آتا ہے۔[1]

ابولہب کی طرح مکہ کا ایک ایک فرد بدحواس ہوا پھرتا ہے...... پہلے تو خوب روئے چلائے...... مرنے والوں پر آنسو بہائے مرثیے پڑھے مگر منع کر دیا گیا کہ:

''مقتولوں پر نہ رویا جائے کہ محمد (ﷺ) اور اُس کے ساتھیوں کو ہمارے رونے کی خبر ملے گی تو وہ خوش ہوں گے۔''

اور اِس بات پر بھی پابندی لگا دی جاتی ہے...... کہ:

''کوئی فرد قیدیوں کی رہائی کے لیے مدینہ نہ جائے۔''

جذبات پر لگائی جانے والی اِن پابندیوں سے دوسروں کی طرح الاسود بن المطلب کا جی بھی بھرا پڑا ہے۔ وہ رونا چاہتا ہے مگر رو نہیں سکتا...... اُس کی اولاد میں سے زمعہ بن الاسود، عقیل بن الاسود اور الحارث بن زمعہ اِس آفت کا شکار ہو چکے ہیں الاسود کی راتیں جاگ جاگ کر اور تڑپتے ہوئے کٹتی ہیں...... دفعتاً اُسے کسی عورت کے رونے کی صدا سنائی دیتی ہے تو جذبات بے قابو ہونے لگتے ہیں۔ اپنے خادم سے کہتا ہے:

''ذرا جا کر خبر تو لینا کہ اپنے مقتولوں پر رونے کی اجازت مل گئی ہے میرے سینے میں آگ لگی ہے۔ جی چاہتا ہے خوب رووٴں تا کہ دِل کو تسکین ہو جائے۔''

غلام واپس آتا ہے تو کہتا ہے:

''ایک عورت ہے کہ جس کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اِسی غم میں رو رہی ہے۔''

الاسود یہ سنتا ہے تو بے اختیار یہ مرثیہ کہہ اُٹھتا ہے:

أَتبكِي أَنْ يَضِلَّ لَهَا بِعِيْرٌ
وَيَمْنُعَهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُودُ
فَلَا تَبْكِي عَلَى بَكْرٍ وَلٰكِنْ
عَلَى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجدُوْد

''کیا وہ اپنے ایک اُونٹ کے کھو جانے پہ روتی ہے اور بے خوابی اُسے سونے نہیں دیتی۔ اے خاتون! جوان اُونٹ کے کھو جانے پہ نہ رو بلکہ واقعہ بدر پہ رو کہ جس روز نصیب پھوٹ گیا۔''

[1] اِس واقعہ کے بعد ابولہب سات روز سے بھی زیادہ زندہ نہ رہا اور مرض عدسہ کا شکار ہو کر مر گیا۔

Marfat.com

اِدھر مکہ میں بدر کے مقتولوں اور قیدیوں پر ماتم ہو رہا ہے تو اُدھر مدینہ میں حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو یہ حکم دے رکھا ہے۔

'اِسْتَوْصوا الاُسَارٰی خَیْرًا.

''قیدیوں سے نیک سلوک کرنے کی وصیت یاد رکھو۔''

گردشِ زمانہ ملاحظہ فرمایئے...... کہ آج وہ سہیل بن عمرو بھی قید ہے کہ جو کبھی آپ ﷺ کی شان میں زبانِ طعن دراز کیا کرتا تھا۔ دعوتِ حق کے خلاف بڑی فصیح و بلیغ تقاریر کیا کرتا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اِس دشمن خدا کو دیکھ کر عرض کرتے ہیں:

''یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجیے کہ میں سہیل بن عمرو کے سامنے کے دو دو دانت توڑ دوں تاکہ اس کی زبان لٹک جائے اور آیندہ جوش خطابت نہ دِکھا سکے۔''

مگر آپ ﷺ شانِ نبوت سے فرماتے ہیں:

''لَا أُمَثِّلُ بِهٖ فَیُمَثِّلَ اللّٰهُ بِیْ وَاِنْ کُنْتُ نَبِیًّا.''

''(نہیں) میں اِسے مثلہ [1] نہ کروں گا کہ اللہ مجھے بھی مثلہ کر دے گا اگرچہ میں نبی ہوں۔''

قیدیوں کے کھانے پینے کا کتنا خیال رکھا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خود کھجوریں کھا کر گزارہ کر رہے ہیں مگر اپنی تحویل میں آئے ہوئے قیدیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے قیدیوں سے نیک سلوک کا حکم دیا ہے...... اسیرانِ جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر رہا کیا جا رہا ہے۔ جو نادار ہیں انہیں بغیر فدیے کے ہی رہا کر دیا گیا ہے۔ جبکہ جو پڑھے لکھے ہیں اُن کے ذِمے محض یہ ذمہ داری ہے کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں پھر وہ آزاد ہوں گے۔

[1] مثلہ سے مراد کان، ناک یا ایسے اعضا کاٹنا ہے جن سے صورت بگڑ جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

اُحد کی گھاٹی میں

Marfat.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۝

(الحدید: ۲۵)

''ہم نے اپنے رسولوں کو بینات کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں۔''

Marfat.com

تشویش ناک خبر

''اللہ کی قسم! میں نے ایک خواب دیکھا جس کا انجام بخیر ہے۔ میں نے گائیں اور بیل دیکھے...... اور یہ کہ میری تلوار میں ایک دندانہ پڑ گیا ہے۔ یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ مضبوط زرہ میں ڈال لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مدینہ کی طرف اشارہ ہے۔ گائے بیل سے مراد میرے کچھ اصحاب (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ جو قتل ہونے والے ہیں اور اپنی تلوار میں دندانے سے اشارہ میرے خاندان کے کسی شخص کی طرف ہے جو قتل ہو جائے گا۔''

رسولِ کریم حضرت محمد ﷺ جب اپنے ساتھیوں کو بلا کر اپنا یہ خواب سناتے ہیں تو سبھی تشویش زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہر ایک جانتا ہے۔ آپ ﷺ کی زبان سے جو بات نکلے اُس کا ظہور ہو کر رہتا ہے اور ان کے خواب بھی تو صادق ہوتے ہیں...... مسلمانوں کی تشویش اور اندیشے ہیں بھی بجا، قریش مکہ ابھی تک بدر کی وادی کا واقعہ نہیں بھولے۔ مکہ کا ایک ایک باسی انتقام کی آگ میں جل رہا ہے...... وہ مکہ کہ جہاں اگر ایک فرد کے قتل پر تلواریں میانوں سے تڑپ کر باہر نکلتیں تو چاند اور زمین کی بیسووں گردشوں تک انسانی اجسام کو گاجر مولی کی طرح کاٹتی رہتیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟...... کہ مکہ کے جگر پاروں کے کٹ جانے کے بعد نیاموں میں بند پڑی رہیں...... بات ایک دو کی ہوتی تو خون جوش مار کر ٹھنڈا پڑ جاتا۔ یہاں تو معاملہ ستر (۷۰) افراد کا ہے...... اور پھر بدلہ بھی اُن کا کہ جو قریش کی آنکھوں کے تارے رہے ماتم کیا جا رہا ہے نوحے پڑھے جا رہے ہیں۔ عورتوں نے تو اپنے مقتولین کے ذمہ داروں کا خون تک پینے کی قسمیں کھا لی ہیں۔ ہند[1]، جبیر بن معطم[2] کے غلام وحشی[3] کو جو کہ حربہ اندازی میں کمال کی مہارت رکھتا ہے۔ اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ:

''حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو۔''

اس لیے کہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں جنہوں نے ہند کے باپ عتبہ کو بدر میں قتل کیا تھا۔ پھر ہند یہ بھی

---

[1] عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ابوسفیان کی بیوی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئیں۔ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

[2] کنیت ابومحمد اور والد کا نام عدی بن معطم تھا۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کیا۔ معرکہ حنین میں شرکت کی ۵۷ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

[3] یہ حرب کے بیٹے تھے۔ غزوہ طائف کے بعد مسلمان ہوئے اور جنگ یمامہ میں مسلمانوں کی جانب سے شریک ہوئے۔ انہوں نے ہی نبوت کے جھوٹے مدعی مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا تھا۔

Marfat.com

وعدہ کرتی ہے کہ:

''وحشی اگر تم نے یہ کام کر دکھایا تو تمہیں رہا کروا دوں گی۔''

آتش جنگ کے بھڑکنے کے آثار بالکل واضح ہو چکے ہیں۔قریش پے در پے وار کھا کر یوں پیچ وتاب کھا رہے ہیں جیسے سانپ دم کٹنے کے بعد پیچ وتاب کھایا کرتا ہے۔ بدر کی وادی میں سرتاج سردار مارے گئے قریش کے جوان قید ہوئے اور پھر اڑھائی لاکھ درہم فدیہ مسلمانوں کو دے کر اپنے قیدیوں کو چھڑانا پڑا...... خون بھی بہا اور مال بھی لٹانا پڑ گیا۔ چوٹی کے سرداروں کے بدر میں مارے جانے کے بعد سرداری ابوسفیان کے ہاتھ آتی ہے تو اپنے آپ کو قوم کا وفادار ثابت کرنے کے لیے عہد کرتا ہے کہ:

''میں اُس وقت تک سر میں نہ تو تیل ڈالوں گا اور نہ غسل کروں گا جب تک بدر کے مقتولوں کا بدلہ نہیں لے لیتا۔''

چناں چہ دو سو کفار کو ہمراہ لے کر نجد کی راہ پر نکلتا ہے اور مدینہ کے قریب ایک نخلستان کو آگ لگا دیتا ہے مگر جب مجاہدین اِسلام پیچھا کرتے ہیں تو یہ اپنے ستوؤں کے تھیلے بھی پیچھے چھوڑ کر بھاگ آتا ہے اور یہاں کہتا پھرتا ہے کہ: ''قسم پوری ہوگئی۔''

مگر قریش کے زخموں پر تو یہ مرہم بھی کارگر نہیں ہوتا...... پھر زخموں پر یوں نمک پاشی ہوتی ہے کہ عراق کی جانب بہت سی چاندی لے کر جانے والا قافلہ مسلمانوں کی نظروں میں آ جاتا ہے تو اپنا مال واسباب چھوڑ کر بڑی مشکل سے جان بچا کر مکہ پہنچتا ہے...... اور یہ پیغام بھی مسلمانوں کی جانب سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کی صورت میں قریش وصول کرتے ہیں:

اِذَا سَلَكَت لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ
فَقُوْلَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيْقُ هُنَالِكَ

''بطن عالج کے نشیب کی جانب کوئی (قافلہ) چلے تو اُس سے کہہ دینا کہ ادھر راستہ نہیں ہے۔''

مسافع [1] اور ابوعزہ [2] بھی بہت سرگرم عمل ہیں اور اپنے اشعار سے کفار مکہ کے دِلوں میں مقتولوں کی یاد دلا

---

[1] مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

[2] ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی ایک ایسا شخص تھا کہ جس پر حضور ﷺ نے جنگ بدر کے بعد احسان فرمایا تھا۔ اس نے حضور ﷺ سے اپیل کی تھی کہ میں کثیر العیال اور حاجت مند آدمی ہوں اِس لیے مجھے آزاد کر دیا جائے۔ حضور ﷺ نے بلا معاوضہ رہا کرایا تھا۔ اِس موقع پر ابوعزہ نے اقرار کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے مقابلے میں کسی کی مدد نہ کرے گا لیکن اُس نے صفوان بن اُمیہ کے لالچ میں آ کر عہد کا پاس نہ کیا اور مسلمانوں کے خلاف شعروں کے ذریعہ کفار کے جذبات کو ابھارنے لگا۔ جنگ اُحد کے موقع پر مدینہ واپسی سے قبل ابوعزہ مجاہدین کے ہاتھ آ گیا۔ اِس مرتبہ بھی اِس نے معافی مانگی مگر حضور ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم تو اب مکہ جا کر فخر نہیں کر سکے گا کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو دو مرتبہ دھوکا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو ابوعزہ کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا جس کی فوراً تعمیل کی گئی۔

Marfat.com

دلا کر تڑپائے جا رہے ہیں۔ کعب بن اشرف مدینہ سے چل کر مکہ اِس لیے آیا ہے کہ قریش کے جذبات کو بھڑکا کر مجاہدین اسلام سے ایک مرتبہ پھر لڑا دے...... کبھی ایک خاندان کو اُبھارتا ہے تو کبھی دوسرے خاندان والوں کے انتقام کے جذبات کو ہوا دے رہا ہے۔ اُس کے اشعار بہت کامیاب حربہ ثابت ہو رہے ہیں۔ وہ اہل قریش سے کہتا پھرتا ہے:

''صَدَقُوا فَلَيْتَ الْأَرْضَ سَاعَةَ قُتِلُوا ظَلَّت تَسُوخُ بِأَهْلِهَا وَتَصَدَّعُ.''

''اُنہوں نے ٹھیک کہا لیکن کاش جس وقت وہ قتل کیے گئے زمین نے اپنے لوگوں کو دھنسا لیا ہوتا اور وہ پارہ پارہ ہوگئی ہوتی۔''

اِدھر کشتگانِ بدر کے ماتم سے کچھ فرصت ملتی ہے تو ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی قیادت میں مقتولین کے ورثا کا ایک وفد ابوسفیان کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے:

''محمد (ﷺ) نے ہماری قوم کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انتقام لیا جائے۔ لہٰذا مال تجارت کے منافع [1] کو اِسی کام پر صرف کیا جائے۔''

جب مقتولین کے ورثا کی جانب سے یہ بات آتی ہے تو بھلا ابوسفیان کیسے انکار کر سکتا ہے۔ اگر انکار کرے تو اُس کی اپنی سرداری خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ایک مرتبہ پھر جنگ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ سردارانِ قریش میں سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ در پردہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اِس ساری کارروائی کی رپورٹ وہ ایک تیز رفتار سوار کے ذریعے آپ ﷺ کو پہنچا دیتے ہیں۔

صف بندی

پانچ ہزار سپاہ [2]...... جن میں تین ہزار اشتر سوار، دو سو اسپ سوار سات سو زرہ پوش پیادہ ہیں۔ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے ہیں...... ایک ایک فوجی انتقام کی آگ میں جل بھن رہا ہے...... غیظ وغضب کا یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر منزلوں پر منزلیں مارتا عریضہ کی چراگاہ میں جا پہنچتا ہے۔ چراگاہ کو تباہ و برباد کرنے کے بعد کئی روز راستے میں گزارتے ہوئے۔ بدھ کے روز اُحد میں پڑاؤ جا ڈالتا ہے...... لشکر قریش کو پشت دکھانے سے باز رکھنے کے لیے فوج کے ہمراہ بڑے بڑے گھرانوں کی ممتاز عورتیں بھی آئیں ہیں...... اُم حکیم بنت حارث، فاطمہ بنت الولید بن المغیرہ، برزہ بنت مسعود بن عمر، ہند بنت عتبہ اور بے شمار عورتیں...... مگر ہند کا جوشِ انتقام تو سبھی سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ جب بھی وحشی اُس کی نظروں کے سامنے آتا ہے۔ ہر مرتبہ اُسے

[1] جنگ بدر کے ایام میں جو قافلہ شام سے آیا اُس کا منافع ابھی تک بطور امانت پڑا تھا۔

[2] رحمۃ اللعالمین ﷺ میں سید سلیمان سلمان منصور پوری نے ناسخ التواریخ کے حوالے سے یہی تعداد لکھی ہے جبکہ ابن ہشام شبلی نعمانی، سید مودودی اور دوسرے سیرت نگاروں نے مختلف حوالوں سے لشکر قریش کی تعداد ۳۰۰۰ لکھی ہے۔

Marfat.com

یہی کہتی ہے کہ......

''اِشْفِ وَاسْتَشْفِ''

''میرا کلیجہ ٹھنڈا کر اور اپنا بھی۔''

مطلب یہی ہے کہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عتبہ بدر کے معرکہ میں مارا گیا تھا۔ اب ہند وحشی کے ذریعے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتی ہے۔ اُدھر حضرت محمد ﷺ کو بھی لشکر کفار کی سرگرمیوں کا علم ہو چکا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جم غفیر جمع ہے اور اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ:

''دشمنانِ دین کا مقابلہ شہر میں محصور ہو کر کیا جائے یا باہر میدان میں نکل کر۔''

ایک رائے یہ آتی ہے کہ:

''شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے تو یوں محفوظ طریقے سے مقابلہ کیا جا سکے گا۔''

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی اِس موقع پر اِسی رائے کی حمایت کر رہا ہے۔ شاید اِس لیے کہ اِس ظالم کا در پردہ رابطہ قریش مکہ سے قائم ہے اور اُسے امید ہے کہ شہر میں مجاہدین اسلام کے رہنے سے کوئی سازش کامیاب ہو جائے گی لیکن نوخیز صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کہ جوشِ شہادت سے بے تاب ہیں۔ یہ اصرار کرتے ہیں کہ:

''دشمن کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر میدان میں کیا جائے۔''

اِصرار بڑھتا ہے تو آپ ﷺ خاموشی سے اُٹھ کر گھر کی جانب چل دیتے ہیں اور جب واپس پلٹتے ہیں تو زرہ زیب تن کیے ہوئے ہیں...... اب جو آپ ﷺ زرہ پہنے اور ہتھیار سجائے سامنے موجود ہیں تو اِس کا مطلب بالکل عیاں ہے کہ:

''نوخیز نوجوانوں کا اِصرار بارگاہِ رسالت میں تسلیم ہو چکا ہے۔''

مگر اسی لمحے اِن نوجوانوں کے اذہان میں یہ خیال در آتا ہے:

''کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے جوش میں آ کر رسول اللہ (ﷺ) کی منشا کے خلاف رائے دی اور مجبور کیا......؟''

جونہی یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ سبھی شرمندہ ہو جاتے ہیں اور دست بستہ عرض کرنے لگتے ہیں۔

''یا رسول اللہ (ﷺ) ہم سے بھول ہوئی...... وہی کیجیے جو آپ مناسب سمجھیں۔''

لیکن آپ ﷺ جواباً ارشاد فرماتے ہیں:

''نبی کے لیے یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ ایک مرتبہ زرہ پہن لینے کے بعد بغیر جنگ کیے

Marfat.com

اُتار دے۔''

الغرض نماز جمعہ اور نماز عصر سے فارغ ہو کر ایک ہزار نفوس پر مشتمل یہ قافلہ بے سروسامان مدینہ سے ایک شان سے نکلتا ہے...... آگے آگے دو سور ما سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ [1] اور سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوس و خزرج کے علم اُٹھائے ہوئے ہیں...... دونوں زرہ پوش...... ساتھ ساتھ سالارِ فوج سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس معرکے کے علمبردار ہیں۔ اسلامی فوج کے سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کے درمیان بڑے وقار سے چل رہے ہیں۔ ہتھیار سجے ہیں...... کندھے پہ کمان...... کمر پر ترکش...... ہاتھوں میں برچھا جس پر پیتل کی گپتی لگی ہوئی ہے...... ایک سے ایک بڑھ کر جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ قدم سے قدم ملائے جانب اُحد رواں ہیں۔

دُور مغرب کی جانب سورج بھی سرنگوں ہونا شروع ہو گیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے عصر کا وقت قریب الاختتام ہے۔ اِس لیے شیخین کے مقام پر رُکنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے حکم پا کر اعلان کرتے ہیں کہ......:

''مجاہدین اپنی صفیں درست کر لیں رسول اللہ (ﷺ) اپنے جانثاروں کا معائنہ فرمائیں گے۔''

آن کی آن میں صفیں درست ہوتی ہیں۔ کندھوں سے کندھے ملتے ہیں سینے تن جاتے ہیں اور آپ ﷺ ایک جانب سے اپنے سپاہ کا معائنہ شروع کر دیتے ہیں...... صف میں بالے، نرالے جیالے جوان بھی موجود ہیں اور خمیدہ کمر کے بوڑھے بھی...... حد تو یہ کہ کم سن بچے بھی نیاز عشق سے راہ خدا شوق شہادت میں بڑھے چلے آئے ہیں...... سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ [2]، سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ [3]، سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، سیّدنا اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ...... سبھی کم سن...... سبھی چھوٹے

---

[1] اِن کی کنیت ابو ثالث انصاری تھی۔ انصار کے سرداروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ شان و شوکت میں بڑھ چڑھ کر تھے۔ ۱۵ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام کے مقام ''حواران'' میں وفات پائی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۱ھ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا وفات پائی۔

[2] یہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ مکہ میں بچپن میں ہی اسلام لائے۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ جنگ بدر میں کم سنی کی وجہ سے بھرتی نہیں کیے گئے۔ خندق کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے بھی زائد غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ ۷۳ ہجری میں وفات پائی اور ذی طوی میں تدفین ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۸۴ یا ۸۶ سال تھی۔

[3] سیّدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کاتب بھی تھے۔ جس وقت حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اُس وقت اِن کی عمر گیارہ سال تھی۔ اِن کا شمار جلیل القدر فقہا صحابہ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن پاک کی کتابت کی تھی اور قرآن پاک کو مصحف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں نقل کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں ۴۵ھ میں وفات پائی وفات کے وقت ان کی عمر ۵۶ برس تھی۔

Marfat.com

اور میدانِ جنگ کے تقاضے بہت نازک...... بہت بھاری...... وہاں تلوار کا وار بھی، دشمن کی گھات بھی...... خنجر بھی، نیزے بھی اس لیے حکم ہوتا ہے۔

"انہیں واپس کر دیا جائے۔"

سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ حکم کی تعمیل کرتے ہیں...... سالارِ اعظم ﷺ پھر آگے بڑھتے ہیں نوعمر سیّدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ [1] کی باری آتی ہے۔ یہ بھی کم سن اور نوخیز ہیں۔ اس لیے علیحدہ کر دیے جاتے ہیں...... سیّدنا سمرہ رضی اللہ عنہ دِل مسوس کر ایک جانب جا کھڑے ہوتے ہیں...... دِل ہے کہ خون کے آنسو رو رہا ہے۔ گھر سے چلے تھے کہ جامِ شہادت نوش کرنے کا موقع ملے گا...... دل کی تمنا تھی کہ:

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب ہو یہ افضل سے افضل عبادت نصیب کتنے ہی خوش نصیب ہیں یہ افراد جو اِس معرکہ کے لیے چن لیے گئے ہیں۔ سیّدنا سمرہ رضی اللہ عنہ اُن کی قسمتوں پر رشک کرنے لگتے ہیں کہ دفعتاً اُن کی نظر سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ [2] پر پڑتی ہے...... ٹھٹکتے ہیں۔ حیران ہوتے ہیں۔ خود ہی خود سے کہنے لگتے ہیں:

"یہ کیا......؟ سیّدنا رافع رضی اللہ عنہ بھی میرا ہم عمر ہے...... لیکن اُنہیں علیحدہ نہیں کیا جا رہا۔"

عقدہ کھلتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ سیّدنا رافع رضی اللہ عنہ معائنہ کے وقت پاؤں کے انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو گئے تھے یوں قد بڑا نظر آیا تو چن لیے گئے۔ کچھ اُمید بندھتی ہے۔ ایک مرتبہ پھر اپنا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"یا رسول اللہ (ﷺ)! میں رافع سے زیادہ طاقت ور ہوں کشتی کرا کے دیکھ لیجیے۔"

سیّدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کے دعوے کو پرکھا جاتا ہے۔ کشتی ہوتی ہے...... سیّدنا سمرہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا رافع رضی اللہ عنہ کو پچھاڑ کر مجاہدین کے ساتھ چلنے کا حق ثابت کر دیتے ہیں...... لشکرِ اسلامی کے ہمراہ عفت مآب خواتین بھی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر آئی ہیں...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمِ سلیط رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا [3]، سیّدہ اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا [4]

---

[1] سیّدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ حافظ تھے اِن کا بصرہ میں ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔

[2] اِن کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حارثی انصاری ہے۔ جنگ اُحد میں اِن کو تیر آ کر لگا۔ جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دِن تمہارے اس تیر کا میں گواہ ہوں۔ اُن کا یہ زخم عبدالملک بن مروان کے زمانے تک چلا اور ۸۶ھ میں مدینہ میں وفات پائی اس وقت اِن کی عمر ۸۶ سال تھی۔

[3] سیّدہ اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا ملحان کی بیٹی تھیں۔ انہی کے بطن سے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اِن کے خاوند مالک بن نضر بحالت کفر قتل ہوئے لیکن سیّدہ اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بعد میں اسلام لے آئیں اور سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان سے شادی کر لی۔

[4] اِن کا اصل نام نسیبہ ہے اور کعب انصاری کی صاحبزادی ہیں۔ بیعت عقبہ میں حاضر اور شریک ہوئیں۔ غزوہ اُحد میں اپنے شوہر زید بن عاصم کی ہمراہی میں شریک ہوئیں۔ پھر بیعت رضوان پر بھی موجود تھیں۔ جنگ یمامہ میں بھی حاضر رہیں اور دست بدست جنگ میں اِن کا ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔ اِن کے جسم پر تلوار اور نیزے کے بارہ زخم آئے۔

Marfat.com

اور بعض دوسری خواتین...... اس نازک موقع پر...... اس مشکل لمحے پر...... انہیں گوارا نہیں کہ گھروں میں آرام سے بیٹھی رہیں...... رات خاصی بیت چکی ہے...... آسمان پر ستارے جھلملا رہے ہیں۔ حکم ہوتا ہے۔

''کوچ کیا جائے۔''

تشنگانِ شہادت میدانِ جنگ کی جانب بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ مقام شوط آجاتا ہے تو مجاہدین کا قافلہ ایک مرتبہ پھر رُک جاتا ہے۔ سامنے کفار کی فوج صاف نظر آرہی ہے۔ نماز کا وقت ہو چلا ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنا رُخ کعبے کو موڑ کر بڑے سوز سے اذان بلند کرتے ہیں۔

اللہ اکبر...... اللہ اکبر!

اذان ختم ہوتی ہے تو صفیں بندھ جاتی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ آگے بڑھ کر امامت کرتے ہیں۔ قیام ہوتا ہے رکوع ہوتا ہے...... اور سبھی مل کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں...... نماز ختم ہوتی ہے تو صفوں میں کچھ ہلچل مچتی نظر آتی ہے...... مجاہدین کیا دیکھتے ہیں کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ علیحدہ جا کھڑا ہوتا ہے...... پوچھتے ہیں تمہیں کیا ہوا؟ کہتا ہے۔

''رسول اللہ (ﷺ) نے دوسروں کی بات مانی اور میری نہ مانی...... لوگو میں نہیں سمجھتا کہ اس جگہ اپنے آپ کو موت کا نوالہ کیوں بنایا جائے۔''

بزدل...... ڈرپوک...... کتنے دعووں کے ساتھ چلا...... کتنی ڈینگیں ہانکا کرتا تھا...... اب جو سامنے لشکر کفار کو دیکھتا ہے تو ساری ہیکڑی بھول جاتا ہے...... اندر کا نفاق سر ابھارنے لگتا ہے اور یوں واپس مدینہ پلٹ جاتا ہے......

مگر مجاہدین کے حوصلے بھلا کیوں پست ہوں یہ تو تشنگانِ شہادت ہیں...... آگے ہی آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں...... بڑھتے بڑھتے اُحد کی گھاٹی میں جا پڑاؤ ڈالتے ہیں...... سامنے پانچ ہزار سپاہ پر مشتمل لشکر کفار موجود ہے جو پچاس ہزار مثقال سونا آج کے دن کے لیے پھونک کر آیا ہے...... سپاہ کی بہتات...... ساز و یراق کی کثرت۔

سامنے مجاہدین صف آرا ہو رہے ہیں۔ آدمیوں کی قلت اسلحہ کی کمی، سامان کا کال خیمہ و خرگاہ بھی موجود نہیں...... مگر قدم سے قدم ملے ہیں۔ عزم جہاد سینوں سے لگا رکھا ہے۔ صف بندی ہو چکی ہے...... بڑی حکمت سے یوں صف بندی کی گئی ہے کہ پشت پر پہاڑی رہے۔ تاکہ عقب سے دشمن حملہ نہ کر سکے...... لیکن ایک درہ بھی موجود ہے۔ اس درے سے دشمن کے حملے کے خطرے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سیّدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس (۵۰) تیر اندازوں کا دستہ اس درے کی حفاظت پر متعین کر دیا جاتا ہے...... سالارِ اعظم ﷺ اِس دستے کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''سواروں کو تیروں کے ذریعے روکنا، تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو جنگ کا نقشہ موافق رہے

Marfat.com

یا مخالف بس تم اپنی جگہ جمے رہنا تمہاری سمت سے ہم پر یورش نہ ہونے پائے۔‘‘

اُدھر سردارانِ قریش بھی اپنی فوج کی صف بندی کر رہے ہیں...... کہ بدر کا تلخ تجربہ بہت کچھ سکھا چکا ہے...... کیل کانٹے سے لیس، سرتاپا لوہے کے لباس میں غرق، قریش صف آرا ہو جاتے ہیں۔ میمنہ [1] پر خالد بن ولید...... میسرہ پر عکرمہ...... سواروں کا نگران صفوان بن اُمیہ...... اور تیر اندازوں کا عبداللہ بن ربیعہ۔ جبکہ طلحہ کو علم اٹھانے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔

طبلِ جنگ

رات کی تاریکی اپنا سیاہ پرتو اُٹھاتی ہے تو سورج بے حجاب ہو کر سامنے آ جاتا ہے اور سورج سے بہت دور اُحد کی گھاٹی میں طبل جنگ بج اُٹھتا ہے۔ قریش کے معزز گھرانوں کی خواتین دف پر گا گا کر سورماؤں کو غیرت دلا رہی ہیں۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں	افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر	لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارکبادیاں	افلاک کی شہزادیاں [2]

---

[1] ابو سلمان کنیت اور سیف اللہ لقب تھا۔ ولید ابن مغیرہ کے بیٹے تھے فتح مکہ سے قبل ۶ھ اور ۸ ہجری کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت مکہ جا کر اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد مستقل طور پر مدینہ ہی میں مقیم ہو گئے۔ یہ اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد بھی حضور ﷺ نے ان کا اعزاز برقرار رکھا اس سے اسلامی فتوحات میں بڑی مدد ملی۔ پہلے جس طرح اسلام کے سخت دشمن تھے اسی طرح اسلام لانے کے بعد مشرکوں کے لیے سخت خطرہ بن گئے۔ اِسلام لانے کے بعد سب سے پہلے غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ، سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلامی لشکر کا علم سنبھالا۔ فتح مکہ میں میمنہ پر متعین تھے غزوہ حنین، تبوک، سریہ بنو حزیمہ سریہ نجران، سریہ یمن سریہ عزی میں بھی آپ نے قابل رشک کارہائے نمایاں دکھلائے۔ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ اُٹھا تو سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ طلیحہ کی سرکوبی پر مامور تھے اور کامیاب لوٹے۔ پھر یہاں سے یمامہ میں شرجیل بن حسنہ کی سرکوبی پر نکلے اور یہاں بھی کامیابی نے قدم چومے۔ پھر منکرین زکوٰۃ اور مرتدین سے مقابلہ ہوا اِس کے بعد بے شمار فتوحات سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئیں۔ حتیٰ کہ عام مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اسلامی فتوحات کا دار و مدار سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کے قوت بازو پر ہے یہ بات خرابی کا باعث بن سکتی تھی۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ ہجری میں ان کو معزول کر دیا۔ معزولی کے بعد سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ’’رہا‘‘، ’’حران‘‘، ’’آمد‘‘ اور ’’لرتہ‘‘ کا گورنر مقرر کر دیا۔ ایک سال بعد یہ خود ہی مستعفی ہو گئے اور مدینہ میں مقیم ہوئے کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۲۲ھ میں وفات پائی۔

[2] یہ اشعار حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام سے لیے گئے ہیں جبکہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ آگے آگے ہند گاتی اور پیچھے پیچھے چودہ عورتیں یہ اشعار گا رہی تھیں۔

نحن بنات طارق ، نَمْشِیْ علی النمارق
ان تقبلوا نعانق ، او تدبروا نفارق

(ہم آسمان کی بیٹیاں ہیں، ہم قالین پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تمہیں گلے لگا لیں گی اور پیچھے قدم اُٹھاؤ گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی)۔

Marfat.com

ابو عامر قریش کی صفوں کو چیر کر سامنے آتا ہے اور انصار سے مخاطب ہو کر پکارتا ہے:

''مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر ہوں۔''

یہ ابو عامر وہی ہے۔ جو کبھی مدینہ کا مقبول ترین شخص تھا۔ پھر مکہ جا کر آباد ہو گیا۔ ظہورِ اسلام سے قبل زہد اور پارسائی کی بنا پر تمام اہل مدینہ اس کی عزت کیا کرتے تھے...... اسی بنا پر اُس کا خیال ہے کہ......

''اہل مدینہ دیکھیں گے تو محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔''

مگر انصار کی جانب سے جواب آتا ہے......

''ہاں او بدکار! ہم تجھ کو پہچانتے ہیں...... خدا تیری آرزو بر نہ لائے۔''

پھر لشکر قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر آگے بڑھتا ہے...... لشکر کفار لات وہبل کے جے کارے بھرتا ہے...... خواتین قریش کے رجز کچھ اور برہم ہو جاتے ہیں...... طلحہ تلوار سونت کر نعرہ بلند کرتا ہے۔

''میں جوڑ جوڑ توڑنے والا آدمی ہوں کون ہے جو میرے مقابلے میں آتا ہے۔ اے محمد (ﷺ) کے ساتھیو! تمہارا یہ زعم ہے کہ تمہارے مقتولین جنت میں اور ہمارے مقتولین جہنم جائیں گے...... ''لات کی قسم'' تم (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتے ہو۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہیں تو میدان میں کود پڑتے ہیں۔ تلوار بے نیام ہوتی ہے۔ دونوں تلواریں بلند ہوتی ہیں اور آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ پھر تلواریں بلند ہوتی ہیں پہلے کی طرح پلٹتی ہیں مگر اس مرتبہ تلوار کے ساتھ ساتھ طلحہ بھی زمین پر لوٹ پوٹ جاتا ہے، اور خون شراتے بھرتا بہہ نکلتا ہے طلحہ کے بعد علمبردار عثمان بن ابو طلحہ کارزار میں اترتا ہے تو یہ رجز پڑھنے لگتا ہے:

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللواء حقًا اَن یخضب الصعدۃ او تندقا.

''سن لو! علمبرداروں کا یہ فرض ہو گیا ہے کہ وہ اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے برابر رنگین کرتے ہیں حتی کہ وہ تیر ٹوٹ ٹوٹ جائیں۔''

سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مقابل آتے ہیں پھر وہی منظر دُہرایا جاتا ہے۔ چمکتی تلواریں باہم ٹکراتی ہیں۔ آہستہ آہستہ جھنکار بڑھ کر چقاچق کا روپ دھارتی ہے۔ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پینترہ بدل کر وار کرتے ہیں تو دشمن کے شانے ایسا کاری وار لگتا ہے کہ تلوار کمر تک پہنچ جاتی ہے۔ اِدھر دلدوز چیخ فضا کو چیرتی ہے...... اُدھر مجاہدینِ اسلام کے فلک شگاف نعرے گونج اُٹھتے ہیں۔ کفار پھر آگے بڑھتے ہیں اور دونوں فوجیں ایک دوسرے میں دھنس جاتی ہیں۔ جنگ کا ایسا ہنگامہ گرم ہوتا ہے کہ تلواروں کی آنچ اور نیزوں کے لپکتے سرسراتے شعلوں سے بدن جل اُٹھتے ہیں۔ سر اُچھل رہے ہیں گھائل گھائل جسموں کو گھوڑے پاؤں تلے روندے جا رہے

Marfat.com

ہیں.......... ایک جانب ہبل ولات کے جے کارے اور دوسری جانب خدائے واحد کی عظمت کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ عجب منظر ہے۔ یہ گھات وہ وار یہ داؤ وہ پینترا، یہ ضرب وہ کرب، مرنے اور زخمی ہونے والوں کی چیخیں مارنے والوں کے آوازے.......... فوجیں یوں ٹکرائیں جیسے طوفان حضرت نوح علیہ السلام کے ریلے باہم ٹکرا گئے ہوں۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں تلوار اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اپنے جانثاروں سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں۔

''کوئی ہے جو یہ تلوار مجھ سے لے لے اور اس کا حق ادا کر دے۔؟''

وہ بھی آگے بڑھے...... یہ بھی آگے بڑھے..... کس جانثار کا جی نہیں چاہتا کہ آپ ﷺ کی تلوار اُسے ملے؟..... سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ بھی بے تابانہ آگے بڑھتے ہیں...... دست سوال دراز ہے اور یقین بھی ہے کہ تلوار مل جائے گی۔

اِس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اِسی لیے بھی کہ وہ قریشی ہیں۔

مگر تلوار...... تلوار تو سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ [1] کو مل جاتی ہے...... سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ تلوار ہاتھ میں لے کر سر پر سُرخ پٹی باندھ لیتے ہیں...... اور اکڑ اکڑ کر دِلاوروں کی طرح چلتے ہیں آپ ﷺ کی تلوار کے حق دار جو ٹھہرے تو مقدر پہ نازاں ہیں پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے۔

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

آپ ﷺ سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی چال کا یہ عالم دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

''اللہ کو یہ چال پسند نہیں مگر اس وقت یہ بہت خوب ہے۔''

سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ تلوار ہاتھ میں اُٹھائے آتشِ جنگ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے کود پڑتے ہیں۔

انا الذی عاھدنی خلیلی
ونحن بالسفح لدی النخیل

---

[1] حضرت سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا شمار صاحب فضل اصحابِ رسول ﷺ میں سے تھا۔ بڑے نڈر اور بلا کے دلیر تھے۔ عہد نبوی ﷺ کی تمام غزوات میں شرکت کی۔ جنگ یمامہ میں بھی انھوں نے بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا۔ مسیلمہ ایک باغ میں قلعہ بند ہو کر اپنی فوجوں کو لڑا رہا تھا۔ جب دشمن پر دَر ہونے کی کوئی صورت نہ رہی تو سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اُٹھا کر باغ کی دیوار کے اندر پھینک دو۔ ایسا ہی کیا گیا تو اُن کا ایک پاؤں ٹوٹ گیا مگر آخر دم تک لڑتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو اِس جنگ میں فتح دی۔ ان کی کنیت سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھی جب کہ نام سماک تھا۔ حضرت سیّدنا سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کے چچازد بھائی تھے۔ سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے قبل ایمان لائے۔

Marfat.com

الا اقوامَ الدہر فی الکیُول
اَضرب بسیف اللہ والرّسُول

''میں وہی ہوں جس سے میرے حبیب ﷺ کے کھجور کے درختوں کے قریب پہاڑ کے دامن میں عہد لیا میں کھڑے ہو کر آخری صف تک برابر مقابلہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تلوار برابر چلاتا رہوں گا۔''

سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ جدھر بڑھتے ہیں صفوں کی صفیں اُلٹتے جاتے ہیں۔ جو بھی راہ میں آتا ہے کٹ جاتا ہے۔ دشمنوں کی صفوں میں کہرام مچ گیا ہے۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھتے ہیں تو معترف ہوتے ہیں اور دِل میں پکار اُٹھتے ہیں۔

''واقعی سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ تلوار کا حق ادا کر رہے ہیں۔''

مشرکوں کا ایک شخص پینترے بدل بدل کر بہت سخت حملے کر رہا ہے۔ جو بھی اُس کی رہ میں آتا ہے گھائل ہو جاتا ہے۔ اِدھر تلوار چمکی...... یہ فگار، اُدھر وار کیا...... وہ فگار، لیکن اب تلوار سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے جا ٹکرائی ہے۔ پہلو بدل بدل کر وار کیے اور روکے جا رہے ہیں۔ تلواریں بلند ہوتی ہیں سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ پھرتی سے وار کرنا چاہتے ہیں مگر مشرک بچ جاتا ہے لیکن کب تلک؟...... دوسری مرتبہ تلوار چمک کر اپنا کام کر دکھاتی ہے...... اور مشرک کے سینے سے خون کا فوارہ پھوٹ بہتا ہے...... اِس طرف سے فارغ ہو کر سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ رخ پلٹتے ہیں تو سامنے ہند آجاتی ہے...... تلوار اُٹھتی ہے مگر رُک جاتی ہے کہ سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے درِ ذہن پر اِس فیصلے نے دستک دے دی ہے۔

''رسول اللہ (ﷺ) کی تلوار سے ایک عورت کو ماروں؟...... اِس سے تو بہتر ہے کہ پُروقار تلوار کو پاک رکھا جائے۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ...... دونوں کا پلٹ کر جھپٹنا اور جھپٹ کر پلٹنا بھی دیدنی ہے۔ یوں تلواریں چمک رہی ہیں جیسے کوندے لپکے ہوں۔ جو بھی راہ میں آتا ہے کٹتا چلا جاتا ہے۔ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے نے دشمنوں کو اپنی دودستی تلوار کی نوک پر رکھا ہوا ہے۔ جدھر جاتے ہیں صفوں کی صفیں اُلٹ جاتی ہیں۔ اب سباع بن عبدالعزیٰ اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلواریں اپنے اپنے جوہر دکھلا رہی ہیں...... تلواریں تڑپتی ہیں...... مچلتی ہیں اور آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ پھر سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار مخصوص انداز میں بلند ہوتی ہے تو دشمنِ خدا سباع بن العزیٰ زمین پر ڈھیر ہو جاتا ہے...... اِدھر وحشی سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو تاکے پھر رہا ہے...... کبھی اِس چٹان کے پیچھے کبھی اُس چٹان کی عقب میں بچ بچ کر...... چھپ چھپ کر...... اب موقع غنیمت ہے۔ پھرتی

Marfat.com

سے حربہ نکالتا ہے اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی جانب پھینک دیتا ہے...... ظالم کا نشانہ ٹھیک بیٹھتا ہے۔ حربہ جسم سے پار ہو گیا ہے۔ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اِس حال میں بھی لپک کر وحشی کی جانب بڑھنا چاہتے ہیں مگر وار اپنا کام کر چکا ہے وہیں شہید ہو جاتے ہیں۔ سیّدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی بڑے جوہر دکھلا رہی ہے۔ تلوار چمک کر بلند ہوتی ہے اور پھر پلٹتی ہے تو کوئی یہاں گرتا ہے اور کوئی وہاں...... اب مقابلہ ابوسفیان سے ہے۔ لپک کر حملہ آور ہو جاتے ہیں تلوار لپک کر ابوسفیان کا کام تمام کرنا چاہتی ہے کہ وار کو پہلو سے شداد بن الاسود جھپٹ کر روک لیتا ہے پھر دوسرے ہی لمحے ظالم ایسے تاک کر وار کرتا ہے کہ سیّدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلسل حملوں سے دشمن کے پاؤں اُکھڑ رہے ہیں...... قریش کی عورتیں مسلسل رِجز پڑھے جا رہی ہیں...... لیکن یہ رجز بھی اُن کے سپاہ کے پاؤں میدان میں جمانے میں ناکام ہو رہے ہیں...... کفار پیچھے ہٹتے ہیں تو مجاہدینِ اسلام آگے بڑھتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ میدان صاف ہو جاتا ہے...... فتح و نصرت کے نعرے بلند ہوتے ہیں مالِ غنیمت کو مجاہدین اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ منظر سیّدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں موجود درے کے محافظ بھی دیکھ رہے ہیں...... سوچتے ہیں اب تو فتح ہو چکی...... دشمنِ خدا میدان سے بھاگ چکا...... کیوں نہ مالِ غنیمت اکٹھا کیا جائے...... کچھ درّہ چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں تو سیّدنا ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ روکتے ہیں۔

"خدا کے رسول (ﷺ) کا حکم یہ ہے کہ درہ نہ چھوڑا جائے۔"

مگر اِس فتح کے عالم میں ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ کی بات بھی نہیں مانی جاتی۔ صرف دس جانباز درے پر رہ جاتے ہیں۔

اِدھر لشکرِ قریش کا خالد بن ولید بھی سارا منظر دیکھ رہا ہے۔ جگہ جگہ اور چپے چپے کو تاڑ رہا ہے۔ اب جو نظریں درّے پر پڑتی ہیں تو اُس کا ذہن فوراً شکست کو فتح میں بدلنے کا منصوبہ تیار کر دیتا ہے۔

نقشہ بدل گیا

وہ گھوڑے کو ایڑ لگا دیتا ہے اور اپنے دستے کے ہمراہ ایک لمبا چکر کاٹ کر درے کے عقب میں پہنچ جاتا ہے۔ ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صرف دس مجاہد درّے کی حفاظت کے لیے بچے ہیں۔ باقی سبھی مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں...... اب جو ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ پیچھے دیکھتے ہیں تو خالد بن ولید اپنے دستے کے ہمراہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا سر پر پہنچ چکا ہے۔ خالد، ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ کی جانب اپنے گھوڑے کا رُخ پھیر دیتا ہے تو دونوں حریف پنجہ فگن ایک دوسرے سے گتھ جاتے ہیں۔ درّے کے سبھی محافظ بڑی ہمت و جرأت سے لڑ رہے ہیں مگر کب تلک؟...... آخر ایک ایک کر کے سبھی شہید ہو جاتے ہیں۔ ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ بھی خالد کا مردانہ وار

Marfat.com

مقابلہ کرتے ہوئے اپنے خون میں نہا جاتے ہیں۔ خالد اپنے ساتھیوں کو لے کر اور آگے بڑھتا ہے اور مال غنیمت سمیٹنے والے مجاہدین کو بے خبری میں عقب سے جالیتا ہے...... کسے خبر تھی...... کسے گماں تھا...... کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے؟...... مگر یہ انہونی بات ہوگئی ہے...... مجاہدین اب جو پلٹتے ہیں تو سروں پر چمکتی، تڑپتی، لپکتی تلواریں پاتے ہیں۔ چہار جانب افراتفری کا عالم مچ جاتا ہے۔ جنگ کی بھٹی ایک مرتبہ پھر سلگ اُٹھتی ہے...... مسلمانوں کی تلواریں اِس افراتفری کے عالم میں میانوں سے نکلتی ہیں تو کچھ پتا نہیں چلتا...... کون اپنا ہے؟...... کون غیر؟...... سیّدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ [1] چلا چلا کر کہہ رہے ہیں۔

''یہ میرے والد ہیں...... یہ میرے والد ہیں۔''

مگر اِس محشر کے ہنگامے میں کون سنتا ہے اور سیّدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد مجاہدین ہی کے ہاتھوں شہید ہوجاتے ہیں...... سیّدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے دِل سے آہ نکلتی ہے اور کہتے ہیں۔

''مسلمانو! خدا تمہیں بخش دے!''

سیّدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ [2]، سیّدنا جبار بن صخر رضی اللہ عنہ [3] اور سیّدنا خباب بن منذر رضی اللہ عنہ [4] بھی اپنوں ہی کی تلواروں کی زد تلے ہیں۔ بالآخر خدا خدا کر کے مجاہدین سنبھلتے ہیں تو ڈٹ جاتے ہیں...... اُدھر عکرمہ بھی ایک مرتبہ پھر معرکہ گرم دیکھتا ہے تو پلٹ آتا ہے۔ میمنہ اور میسرہ دونوں دستے باہم مل کر مجاہدین پر اپنے حملے شدید کر دیتے ہیں...... ابن قیمہ پرچم اسلامی کو بڑی شان کے ساتھ میدان میں لہراتا دیکھتا ہے تو اس جانب لپکتا ہے۔ نزدیک پہنچتا ہے تو سیّدنا مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سمجھتا ہے۔ آپ ﷺ پرچم اِسلامی اُٹھائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ مصعب رضی اللہ عنہ کی شکل وشباہت آپ ﷺ سے کافی مشابہت رکھتی ہے...... ابن قیمہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھتا ہے تلوار بلند ہوتی ہے اور سیّدنا مصعب رضی اللہ عنہ کا وہ بازو کٹ کر علیحدہ ہوجاتا ہے۔ جس میں وہ پرچم اسلامی اٹھائے ہوئے تھے...... ابن قیمہ کو اُمید ہے کہ اسلامی پرچم گر جائے گا مگر سیّدنا مصعب رضی اللہ عنہ جھٹ پرچم دوسرے ہاتھ میں اٹھالیتے ہیں، ابن قیمہ ٹھٹھکتا ہے...... کتنا جواں عزم ہے یہ علمبردار بھی...... پانسا پلٹتا ہے...... گھوڑے کو ایڑ لگا کر نزدیک آتا ہے۔ ایک مرتبہ پھر تلوار تڑپ کر بلند ہوتی ہے تو

---

[1] ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''یمان'' تھا۔

[2] یہ قیس بن سلیم کے بیٹے اور ابوموسیٰ الاشعری کے بھائی تھے۔ اسلام لائے اور اپنی قوم کی بلاد سے ہجرت کی۔

[3] یہ انصاری ہیں اور سلمی کے بیٹے بیعت عقبہ، غزوہ بدر، اور بعد کی تمام غزوات میں شریک رہے۔

[4] اِن کی ابوعمرو اور ابوعمر کنیتیں تھیں۔ بدر اور بعد کے تمام معرکوں میں حضور ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ جنگ خیبر میں یہودیوں کے وہی قلعوں میں سے ''قلعہ صعب'' تین یوم کے محاصرہ کے بعد اِنہی کی سرداری میں فتح ہوا تھا ''قلعہ'' کی فتح میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دورِ خلافت میں مدینہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

Marfat.com

سیّدنا مصعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا ہاتھ کٹ کر جسم سے علیحدہ ہو جاتا ہے...... اب ابن قیمہ کو یقین ہے کہ علم زمین بوس ہو جائے گا...... مگر مصعب رضی اللہ عنہ نے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر پرچم کو سینے سے لگا لیا ہے...... ابن قیمہ حیرت و بے بسی کی تصویر بن جاتا ہے...... اللہ اللہ یہ جرأت...... یہ مردانگی...... یہ حوصلہ...... یہ دم خم...... موت سر پہ منڈلا رہی ہے مگر پرچم اسلامی...... ہر وار پر سربلند...... ہر یورش پر اونچا...... کٹے ہوئے دونوں بازوؤں سے خوں شرائے بھرتا بہہ رہا ہے مگر یہ گوارا نہیں کہ پرچم اسلامی سرنگوں ہو!

ابن قیمہ بپھرتا ہے۔ تلملاتا ہے پھر جھنجھلا کر تلوار پھینک دیتا ہے کہ اس کا ہر وار خود اُسے بے بس کیے جا رہا ہے...... نیزہ نکالتا ہے اور پوری قوت سے سیّدنا مصعب رضی اللہ عنہ کے سینے میں گھونپ دیتا ہے...... ظالم نے اِس شدت سے نیزہ پھینکا ہے کہ جسم سے پار ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا ہے...... سینے سے بھی خون کا فوارہ بل پڑتا ہے جسم لڑکھڑاتا ہے اور پرچم اسلامی گرا ہی چاہتا ہے کہ اتنے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر پرچم اسلامی اٹھا لیتے ہیں۔ ابن قیمہ بڑا خوش...... بڑا نازاں...... بڑا شاداں و فرحاں لشکرِ قریش کر بتاتا پھر رہا ہے۔

''قَتَلْتُ مُحَمَّدًا قَتَلْتُ مُحَمَّدًا.''

''میں نے (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا میں نے (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا۔''

یہ سن کر اہل قریش یورش تیز کر دیتے ہیں۔ مجاہدین اسلام بھی ڈٹ کر جواب دے رہے ہیں کہ دفعتاً ایک آوازہ مجاہدین کے کانوں سے ٹکرا کر تڑپا جاتا ہے۔

''اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ''

''سنو سنو محمد (ﷺ) (نعوذ باللہ) قتل کر دیے گئے۔''

''کیا کہا......؟ ...... آپ ﷺ شہید ہو گئے؟''

مجاہدین سنتے ہیں تو حوصلے پست ہو جاتے ہیں...... سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سنتے ہیں تو دِل دھک سے رہ جاتا ہے۔ تلوار پھینک کر الگ ہو جاتے ہیں...... کوئی پوچھتا ہے۔ ''یہاں کیا کر رہے ہو؟......''

بولے...... ''جب رسول اللہ (ﷺ) نے شہادت پائی تو ہم لڑ کر کیا کریں گے؟۔''

لیکن سیّدنا ابن نضر رضی اللہ عنہ اُٹھتے ہیں اِک نئے ولولے، اِک نئے جوش، اِک نئے جذبے کے ساتھ اور دشمن پر یہ کہتے ہوئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔

''اگر رسول اللہ (ﷺ) نے شہادت پائی تو ہم جی کر کیا کریں گے۔''

وار پر وار، ضرب پہ ضرب لگانے، صفوں کو چیرتے ہوئے خود بھی شہید ہو جاتے ہیں۔ دفعتاً سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی صدا پر مژدہ جانفزا سنا جاتی ہے۔

Marfat.com

’’مسلمانو! کافر جھوٹے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) تو زندہ سلامت ہیں دیکھو وہ رہے۔‘‘

یہ مژدہ جو بھی سنتا ہے دیوانہ وار آپ ﷺ کی جانب لپکتا ہے۔ جانثار ارد گرد گھیرا بنا لیتے ہیں اب دشمن کی یورش بھی اِسی جانب ہے۔ دشمن کو روکنے کے لیے بھرپور کوششیں کی جارہی ہے۔ آپ ﷺ اس لمحے مجاہدینِ اسلام سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

’’من رجلٌ یشری لنا نفسہ‘‘

’’کون ہے جو میری جان کے لیے اپنی جان فروخت کرے؟‘‘

یہ فرمان سنتے ہی سیّدنا ابن السکن رضی اللہ عنہ اپنے پانچ ہمراہیوں کے ساتھ اپنی جان پیش کرتے ہیں۔ دشمن کی یورش جاری ہے یہ پانچوں مجاہد ایک ایک کر کے اپنی جان آپ ﷺ [1] پر نچھاور کر رہے ہیں۔ آخری مجاہد بھی زخموں سے چور زمین پر گر پڑتا ہے...... مجاہدین کی ایک اور جماعت آگے بڑھ کر دشمن کے آگے ڈٹ جاتی ہے۔ دشمن پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے تو مجاہدین پیش قدمی کرتے ہیں۔ پہلے گروہ کا آخری مجاہد آخری سانسیں لے رہا ہے۔ آپ ﷺ آگے بڑھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’اوتوہ منی اوتوہ منی‘‘

’’اسے میرے قریب کر دو اسے میرے قریب کر دو۔‘‘

حکم آقا ﷺ کی تعمیل ہوتی ہے۔ زخموں سے چور مجاہد کو قریب لایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ بیٹھ جاتے ہیں۔ زخمی مجاہد کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ دیتے ہیں کہ اِسی لمحے مجاہد کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بہ وقتِ جاں سپردن، بسرش رسیدہ باشی [2]

ظالم ابن قیمہ ایک مرتبہ پھر صفیں چیرتا۔ لاشے الانگتا پھلانگتا آگے بڑھتا ہے اور آپ ﷺ پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ تلوار کی ضرب مغفر پر پڑتی ہے تو دو کڑیا ٹوٹ کر چہرہ اقدس میں چبھ جاتی ہے اِنہی لمحات میں جب کفار آپ ﷺ کے قریب پہنچنے کی راہ نہیں مل پاتی تو سنگ باری شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ

---

[1] سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری اور خزرجی تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تمام غزوات میں شرکت کی حضور ﷺ کے شعرا میں سے تھے۔ یہ اُن تین صحابہ میں سے ہیں جو غزوہ تبوک میں شرکت سے رہ گئے تھے۔ ۵۰ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں نابینا ہونے کے بعد رحلت فرمائی۔

[2] وہ نیاز مند کس ناز کے ساتھ جہاں سے گیا ہوگا...... کہ جان سپرد کرتے وقت جس کے سرہانے تو پہنچ گیا ہوگا۔

Marfat.com

سے نیچے کے دو دانتوں میں داہنا دانت بھی شہید ہو جاتا ہے...... چہار جانب سے تیر برس رہے ہیں۔ جاںثار گھیرا بنا لیتے ہیں۔ سیّدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر جھک کر سپر بن جاتے ہیں۔ اب جو بھی تیر آتے ہیں تو پیٹھ میں پیوست ہوتے جاتے ہیں...... تلواروں کے وار ہو رہے ہیں۔ سیّدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہیں...... کوئی بات نہیں سوجھتی...... اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیتے ہیں کہ تلوار آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں۔

''رَبِّ اغفر قومی فانھم لایَعْلَمُوْن''

''اے میرے رَبّ میری قوم کو بخش دے یہ نہیں جانتے۔''

سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (1) تیر پر تیر برسا رہے ہیں اب جو کفار کی جانب کر دیتے ہیں۔ اُدھر سے تیر آتا ہے سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہاتھ آگے بڑھا دیتے ہیں تیر ہاتھ میں پیوست ہو جاتا ہے...... سیّدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ قریب ہی موجود ہیں...... آپ ﷺ اپنے ترکش سے تیر نکال کر سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتے ہوئے فرماتے جاتے ہیں۔

''میرے ماں باپ تم پر فدا۔ اے سعد تیر چلا۔'' (2)

اللہ اللہ...... کیا اعزاز نصیب ہوا ہے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کو...... جو بھی سنتا ہے۔ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کی قسمت پر رشک کرتا ہے۔ جاںثار بالآخر آپ ﷺ کو بحفاظت ایک پہاڑی پر پہنچا دیتے ہیں اور دشمن کو پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے...... لڑائی بغیر کسی فیصلے کے رُک جاتی ہے۔

سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ کا لاشہ

وہ لاشوں کو الٹتے پلٹتے سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے لاشے تک جا پہنچتی ہے...... مارے خوشی کے دیوانی ہو رہی ہے...... سینے پر جا چڑھتی ہے...... دیوانوں کی سی باتیں، دیوانوں کے سے قہقہے...... پھر خنجر نکال کر آنکھیں کان اور ناک کاٹ لیتی ہے...... سینہ چاک کرنے کے بعد کلیجہ نکال کر چبا ڈالتی ہے...... یا الٰہی یہ کیا ہے......؟ عورت ہے یا درندہ؟...... جو بھی دیکھتا ہے ہند کی اِس دیوانگی پہ دنگ رہ جاتا ہے...... حتیٰ کہ پاس کھڑے وحشی سے بھی یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکتا۔

ہند یہ کارروائی کر چکنے کے بعد ایک اُونچی چٹان پر چڑھ جاتی ہے اور بلند آواز سے چیخ چیخ کر یہ اشعار

---

(1) یہ حضرت سیدہ مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے تھے۔ انصاری تھے غزوہ اُحد اور غزوہ حنین میں اِن کی بہادری کے جوہر بہت نمایاں ہیں عہد نبوی ﷺ کے بعد مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانہ مدینہ پلٹ آئے حضور ﷺ کی رحلت کے بعد ۴۰ سال تک زندہ رہے اور ایک بحری لڑائی میں جاتے ہوئے ۷۰ برس کی عمر میں شہادت پائی۔

(2) بخاری شریف بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ باب فضیلتِ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

پڑھنے لگتی ہے۔

نحن جزیناَ کم بیوم بدرٍ
والحربَ بعد الحرب ذات سعر
مَا کَانَ عن عتبة لی من صبر
ولاأخی وعمه وبکری
شَفیتُ نفسی وقضیتُ نذری
شفیتُ وحشیِ غلیل صدری
فشکر وحشیٍّ علی عمری
حتیٰ ترمَّ اعظُمی قبری

''ہم نے جنگِ بدر کا بدلہ اُتا دیا...... پہلی کے بعد دوسری جنگ زیادہ جوشیلی اور شعلہ مار ہوئی ہے۔ عتبہ کے غم کی برداشت نہ مجھے تھی نہ میرے بھائی کو نہ برداشت عتبہ کے چچا کو تھی نہ میری پہلوٹی اولاد کو میں نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرلیا اور اپنی نذر پوری کی۔ وحشی تو نے میرے سینے کی آگ بجھادی...... پس میں ساری عمر وحشی کی شکر گزار ہوں گی یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں گل جائیں۔''

اِدھر سیّدہ حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہیں۔کوئی آکر خبر سناتا ہے۔

''تمہارے بھائی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگئے۔''

بھائی کی شہادت کی خبر آنکھوں میں آنسو لادیتی ہے۔ پھر کوئی اور آگے بڑھ کر بتاتا ہے۔

''تمہارے ماموں حمزہ (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگئے۔''

آہ ماموں بھی شہید...... بھائی بھی شہید...... ''اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجِعُوْن''آنسو اور اُمڈ آتے ہیں مگر فرض تو فرض ہے پھر مجاہدین کی خدمت میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ دل پر ایک اور گھاؤ لگتا ہے کوئی آکر خبر دیتا ہے۔

''تمہارے شوہر مصعب (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگئے۔''

زخم پہ زخم...... گھاؤ پہ گھاؤ...... بھائی شہید، اور اَب شوہر بھی آقائے حقیقی سے جا ملے صبر کا جام چھلک پڑتا ہے...... اور بے اختیار چیخ اُٹھتی ہیں۔ آپ ﷺ تک سیّدہ حمنہ رضی اللہ عنہا کے غم کی بات پہنچتی ہے تو فرماتے ہیں۔

Marfat.com

''عورت کے دِل میں شوہر کے لیے خاص جگہ ہوتی ہے۔''

اُدھر دشمن اپنا سامان سمیٹ کر واپس پلٹنے کی تیاری کر رہا ہے............ ابوسفیان پہاڑی پر چڑھ جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے متعلق یقینی معلومات حاصل ہوسکیں۔ پہاڑی پر چڑھ کر چیخ چیخ کر اپنے آپ سے کہتا ہے۔

''انعمت فعال اِن الحرب سجال یوم بیوم بدر اعل ھُبل''

''تو نے بڑا اچھا کام کیا جنگ میں الٹ پلٹ ہوتی ہے۔ ایک جنگ دوسری جنگ کا بدلہ ہے۔ اے ہبل سر بلند ہو۔''

اِدھر آپ ﷺ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہیں کہ اِس کا جواب دو، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور پکار کر کہتے ہیں۔

اللہُ اعلیٰ واجلُّ لاسواء قتلا نافی الجنة وقتلا کم فی النّار''

''اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی برابری نہیں۔ ہمارے مقتولین جنت میں جائیں گے اور تمہارے مردے جہنم سدھاریں گے۔''

یہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا۔

''ذرا اِدھر تو آنا۔''

آپ ﷺ اجازت مرحمت فرماتے ہیں تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تھوڑا سا قریب ہو جاتے ہیں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ابوسفیان پوچھتا ہے۔

''سچ سچ بتاؤ کیا محمد (ﷺ) کو ہم لوگوں نے (نعوذ باللہ) قتل کر دیا ہے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نہیں بالکل نہیں وہ تو اِس وقت تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔''

ابوسفیان کہہ اٹھتا ہے:

''میرے نزدیک تم ابنِ قیمہ سے زیادہ سچے اور دیانت دار ہو وہ کہتا ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا۔''

ابوسفیان منہ لٹکا کر پہاڑی سے اُتر جاتا ہے اور پھر اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کر کے مکہ کی جانب چلنے کو حکم دیتا ہے۔

دَم بھر کی خبر کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہے...... مدینہ کے کوچہ بازار میں خبر پہنچتی ہے تو کہرام مچ جاتا

Marfat.com

ہے...... سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑی آتی ہیں...... سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی جانب اُحد رواں ہیں...... ہزار وسوسے...... ہزار اندیشے...... بنی دینار کی ایک مومنہ بھی بے چین ہے۔ عقیدت انتہائیوں کو چھو جاتی ہے...... کوئی خبر دیتا ہے۔

''تمہارے بھائی شہید ہو گئے۔''

اُف تک نہیں کرتیں...... دوسری خبر آتی ہے۔

''تمہارے والد اللہ کو پیارے ہوئے۔''

خاموش رہتی ہیں...... کوئی اور آکر بتاتا ہے۔

''تمہارے شوہر بھی جنگ میں کام آئے۔''

مگر پروانہیں...... ہر خبر پر بس ایک ہی سوال لبوں پر ہے۔

''یہ تو بتاؤ...... محمد (ﷺ) کیسے ہیں؟ محمد (ﷺ) کیسے ہیں؟''

بتایا جاتا ہے۔

''وہ تو بخیر ہیں۔''

قریب جاتی ہیں اور ایک جھلک دیکھ کر پکار اُٹھتی ہیں۔

''كُلّ مصيبة بعدك جلل''

''آپ (ﷺ) کے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔''

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی پہنچ چکی ہیں...... آپ ﷺ کا چہرہ اقدس خون آلود ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے ہیں...... اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھوتی جاتی ہیں مگر خون ہے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک چٹائی جلاتی ہیں۔ جب راکھ بن چکتی ہے تو زخموں پر لگا دیتی ہیں اور تب جا کر کہیں خون رکتا ہے۔

مجاہدین کے لاشے ترتیب سے رکھے جا چکے ہیں۔ آپ ﷺ شہداء کو دیکھنے چلے ہیں...... اب سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش نظروں کے سامنے ہے۔ آہ ظالموں نے لاشے کے ساتھ کیا حشر کیا، جگر شق ہے۔ ناک، کان اور آنکھیں کٹی ہوئی ہیں...... یہ دیکھ کر آپ ﷺ رندھی ہوئی آواز میں فرمانے لگتے ہیں۔

''آپ کی وجہ سے جو مجھے صدمہ پہنچا ہے ایسا پھر کبھی نہ پہنچے گا میں کبھی ایسی جگہ نہیں ٹھہرا جو اِس سے زیادہ مجھے غصہ دِلانے والی ہو۔''

اِسی لمحہ رب کائنات کا پیغام لے کر جبرائیل حاضر ہوتے ہیں اور بتاتے ہیں۔

''ساتوں آسمانوں میں سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ:

Marfat.com

''حمزہ ابن المطلب اسد اللہ و اسد ورسولہ''

''حمزہ (رضی اللہ عنہ) عبدالمطلب کے فرزند اللہ کے شیر اور اُس کے رسول ﷺ کے شیر۔''

سیّدنا مصعب رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچتے ہیں تو قرآن پاک کی یہ آیات تلاوت فرماتے ہیں۔

''مومنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا عہد سچ کر دکھا۔''

پھر لاش سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں۔

''میں نے تم کو مکے میں دیکھا تھا۔ جہاں تم جیسا خوب صورت جواں اور تم جیسا خوش پوش آدمی کوئی نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال اُلجھے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے اور وہ بھی چھوٹی سی۔''

پھر دیگر شہدا کی لاشوں پر نظریں ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''بے شک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دِن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو بھی تم پر سلام بھیجے گا یہ بھی اُس کا جواب دیں گے۔'' [1]

غزوہ خندق تک پیش آنے والے واقعات

(۱) ۱۵ رمضان المبارک ہجری کو سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

(۲) سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضور نے اِسی سال شادی کی۔ سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہزادی تھی۔ غزوہ بدر کے بعد بیوہ ہوگئیں تھیں۔

(۳) اِسی سال سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

(۴) یکم محرم ۴ ہجری میں سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور خویلد نے اپنے قبیلہ کو جو''فید'' کے کوہستانی علاقہ ''قطن'' میں رہتا تھا۔ مدینہ پر حملہ کے لیے آمادہ کیا۔ حضور ﷺ نے سیّدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ خبر سنتے ہی وہ منتشر ہو گئے۔

(۵) محرم ہی کے مہینہ میں سیّدنا سفیان بن خالد جو قبیلہ لحیان کا تھا اور جو کوہستان عرفہ کا رئیس تھا اُس

[1] اگلے روز اتوار (۱۶ شوال) کو حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ سے نکل کر لشکرِ قریش کو ہراساں کرنے کے لیے ''حمراء الرسد'' تک پیچھا کیا اب اسحاق کی روایت ابن ہشام نے نقل کی ہے کہ یہ مقام مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ حضور ﷺ نے تین روز تک یہاں قیام کیا۔ قبیلہ خزاعی نے جسے مسلمانوں سے ہمدردی تھی حضور ﷺ کو مل کر ابوسفیان سے آگے جا کر ''روحامہ'' کے مقام پر ملا۔ ابوسفیان دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ معبد خزاعی نے کہا کہ حضور ﷺ ایک بہت بڑا لشکر لے کر تم پر حملہ کے لیے پیچھے آرہے ہیں...... یہ سنا تو قریش واپس مکہ پلٹ گئے۔

Marfat.com

نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا حضور ﷺ نے سیّدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ سفیان بن خالد اِسی موقع پر قتل ہوا۔

(۶) صفر ۴ ہجری میں اُبو براء کلابی جو کلاب قبیلہ کا رئیس تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر درخواست کی کہ میرے ساتھ قوم کو دعوت دینے کے لیے وفد بھیجیں ۷۰ افراد پر مشتمل قافلہ بھیجا گیا...... جسے ان لوگوں نے بئر معونہ پہنچ کر تہہ تیغ کر دیا۔ اُنہتر (۶۹) افراد شہید ہوئے صرف ایک فرد بچ سکا۔

(۷) اِنہی دِنوں قبیلہ عضل اور قبیلہ عارہ کے سترہ (۱۷) افراد پر مشتمل ایک وفد آیا اور اُس نے بھی یہی درخواست پیش کی حضور ﷺ نے چھے (۶) افراد پر مشتمل مبلغین کا قافلہ بھیجا مگر مقام رجیع پر تین مبلغین شہید کر دیے گئے پھر ظہران کے مقام پر ایک مبلغ شہید ہوا اور باقی دو کو مکہ جا کر فروخت کر دیا گیا کفار مکہ نے انہیں کچھ روز بھوکا قید رکھنے کے بعد نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔

(۸) چار (۴) ہجری میں ہی حضور ﷺ بنو نضیر کے پاس بیٹھے کسی گفتگو میں مشغول تھے کہ بنو نضیر والوں نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چھت سے پتھر لڑھکانا چاہا مگر حضور ﷺ اُن کی مشتبہ حرکات سے اِن کے ارادوں کا اندازہ لگا چکے تھے چناں چہ وہاں سے اُٹھ آئے۔ پھر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ بنو نضیر کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ ہوا۔ یہ محاصرہ چھے راتوں تک جاری رہا۔ بنو نضیر کی جانب سے جلد وطن ہونے کی درخواست کی گئی جو حضور ﷺ نے قبول فرمائی اور یہ لوگ اپنے اونٹوں پر مال ومتاع لاد کر خیبر اور شام چلے گئے۔

(۹) ۴ ہجری جمادی الاوّل میں حضور ﷺ قبیلہ بنو محارب، قبیلہ بنو ثعلبہ اور قبیلہ بنو غطفان سے جنگ کی غرض سے نجد روانہ ہوئے۔

(۱۰) شعبان ۴ ہجری کو حضور ﷺ نے بدر میں آٹھ راتیں گزاریں۔ ابوسفیان بھی اپنے لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلا مگر مقام مخنہ یا عفان سے واپس پلٹ گیا۔

(۱۱) ربیع الاوّل ۵ ہجری کو حضور ﷺ نے غزوہ کے ارادے سے دومتہ الجندل کا رُخ کیا مگر تصادم نہ ہوا۔

---

۱ تا ۱۱...... ابن ہشام، بخاری شریف، شبلی نعمانی۔

Marfat.com

Marfat.com

خندق کا معرکہ

Marfat.com

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ
زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ
وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝

(احزاب: ۱۰۔۱۲)

''(یاد کرو وہ وقت) جب دشمن اوپر اور نیچے سے آپڑے جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں۔ کلیجے منہ کو آ گئے...... اس وقت اہل ایمان خوب آزمائے گئے اور خوب بُری طرح ہلا مارے گئے۔''

Marfat.com

چمکتی تلواریں

پتا چلا پورا عرب بپھرا ہوا ہے......

خبر آئی ......ایک سیلاب مدینہ کی طرف اُمڈ چلا آتا ہے...... کیوں اُمڈ آتا ہے یہ سیلاب......؟ کیا وجہ ہے کہ سارا عرب بپھرا ہوا ہے......؟ کیا بدر کے مقتولوں کا بدلا لینا ہے......مگر احد کے موقع پر ابوسفیان کہہ گیا تھا کہ بدر کے مقتولوں کا بدلہ احد ہے...... وجہ وہی پرانی ہے...... دشمنی بس ایک ہی ہے کہ نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے کفر کی سیاہیوں کو برہنہ کیوں کیا۔ ذلت وگمراہی کی تاریکیوں میں گری ہوئی قوم کو صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کیوں کی پتھر کے بتوں کے سامنے جھکے ہوئے انسانوں کو خدائے واحد کے دربار پر جبیں نیاز خم کرنے کا راستہ کیوں بتایا...... یہی تو وہ جرم ہے کہ جس کی سزا آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو شروع ہی سے دی جا رہی ہے اس وجہ سے تو مکہ کی گلیاں خون سے لالہ زار ہوئیں۔ بدر و اُحد میں انسانی جسم کٹے اور اب اہل قریش تمام قبائل کو لے کر مدینہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

لیکن اس بپھرے ہوئے سیلاب کو روکا کیوں کر جائے...... بہت اہم اور نازک سوال ہے جانثار جمع ہیں اور مشورہ ہو رہا ہے۔ سبھی کی یہی رائے ہے کہ شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے...... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ (1) فارسی ایران کے رہنے والے ہیں وہاں کے جنگی طریقوں سے خوب آگاہ ہیں۔ تجویز دیتے ہیں۔

”کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا ٹھیک نہیں بہتر یہی ہے کہ شہر اور فوج کو محفوظ کرنے کے لیے ایک جانب خندق کھودلی جائے۔“

کیا خوب رائے ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ...... رائے سبھی پسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ بھی تجویز منظور فرماتے ہیں۔ خندق کا نقشہ بنا دیا جاتا ہے۔ شہر تین اطراف سے کھجوروں اور احاطہ بند مکانات سے رکا ہوا ہے مگر حرہ شرقی اور حرہ غربی سے لے کر جبل سلع کے مغربی کنارے تک ساڑھے تین میل کا علاقہ ہے جہاں سے دشمن حملہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ فیصلہ ہوتا ہے ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی

---

(1) ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ رسول ﷺ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ فارس الاصل رامہرمز کے رہنے والے تھے دین کی طلب میں سفر کیا سب سے پہلے مذہب انصاری اختیار کیا۔ اس کے لیے مشکلات برداشت کیں۔ پھر حضور ﷺ جب مدینہ آئے تو حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اس وقت تک دس آقاؤں کے غلام رہ چکے تھے انہوں نے بڑی عمر پائی۔ ۳۵ ہجری میں شہر مدائن میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

جائے...... لیکن کون کھودے گا خندق......؟ ...... کوئی اور لوگ نہیں بس یہی مجاہدین ہیں کہ جنہوں نے پھر دشمنانِ خدا سے مقابلہ کرنا ہے...... جاڑے کی راتیں سردی سے انسان ٹھٹھر رہے ہیں لیکن کدال مسلسل چل رہے۔ کوئی مٹی ڈھورہا ہے تو کوئی پتھر سبھی مصروف...... سبھی منہمک...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی...... حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی...... زمین کا سینہ شق کرنے میں لگے ہیں...... نہ سردی کی فکر...... نہ بھوک کا خیال اور نہ پیاس کی طلب...... مجاہدین کی ہمتیں بلند حوصلے جوان اور ایمان مضبوط ہیں تبھی تو سنگلاخ چٹانیں راہ میں حائل ہوتی ہیں نہ سخت زمین...... مجاہدین کے سردار اعظم بھی ہاتھ میں کدال لیے عام مزدوروں کی طرح خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ اور مجاہدین کے ساتھ مل کر رجز بھی پڑھتے جارہے ہیں...... دیکھنے والے یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہوجاتے ہیں کہ ساڑھے تین میل لمبی، تیس فٹ چوڑی اور پندرہ فٹ گہری خندق تین ہزار مجاہدین صرف بیس دنوں میں تیار کردیتے ہیں...... اب مدینہ محفوظ ہے اب اہل ایمان محفوظ ہیں...... وہ چراغ حق بھی محفوظ ہے جسے گل کرنے کے لیے رات کی تاریکی میں بارہ خون کے پیاسوں نے اپنی تلواریں ننگی کر لی تھیں وہ بھی محفوظ...... جنہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا، دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا۔ اور وہ بھی محفوظ جنہیں بدر و اُحد کے معرکوں سے دوچار ہوا پڑا...... ادھر خندق تیار ہوتی ہے ادھر مشرکین کا لشکر دس ہزار کی تعداد میں پہنچ جاتا ہے...... مگر آگے تو خندق ہے تو کیا مدینہ اس مرتبہ بھی بچ جائے گا...... اس مرتبہ پھر ناکام ونامراد پلٹنا پڑے گا...... آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ آسکیں گے...... تلملاتے ہیں، تڑپتے ہیں اور خندق کو عبور کرنے کے لیے گھوڑے ٹاپٹ دوڑاتے ہیں...... مگر کچھ بن نہیں پڑتا تو دور ہی سے پتھروں اور نیزوں کی بارش شروع کردیتے ہیں...... مجاہدین پتھروں اور نیزوں کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ کوئی فکر نہیں، کوئی پرواہ نہیں۔ فاقوں نے حالت پتلی کر رکھی ہے جب بھوک سے نڈھال ہوتے ہیں تو آ کر سالار اعظم حضرت محمد ﷺ سے عرض کرتے ہیں۔

"یارسول اللہ (ﷺ)! بھوک سے برا حال ہے دیکھ لیجیے پیٹ پر پتھر بندھے ہیں۔"

اور پھر جب آپ ﷺ ...... اپنے شکم مبارک سے کپڑا اٹھاتے ہیں تو وہاں ایک کی بجائے دو پتھر بندھے نظر آتے ہیں۔ جانثاروں سے لے کر سالار اعظم تک سبھی بھوک سے نڈھال مگر دشمن خدا کے لیے سیسہ پلائی دیوار بنے ہیں...... دن ڈھلتا ہے اور رات اپنا دامن پھیلا دیتی ہے تو سردی بھی بلا کی پڑتی ہے۔ انسان سردی سے ٹھٹھر رہے ہیں۔ ایک دو دن کی بات ہوتی تو برداشت کر لی جاتی محاصرہ طویل تر ہوتا جارہا ہے۔ خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہیں...... بالآخر مشرکین بددل ہونا شروع ہوجاتے ہیں:

"محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی کسی صورت بھی ہمارے ہاتھ نہیں آسکتے...... خندق عبور نہیں کی جاسکے

Marfat.com

گی۔ یہاں اس سردی میں پڑے رہنا کسی طرح بھی عقل مندی نہیں۔''

غرض جتنے منہ اتنی باتیں...... یہ حالت دیکھ کر سرداران فوج کو بھی فکر لاحق ہوتی ہے ایک بار پھر بھرپور حملہ کیا جاتا ہے مگر خندق پھلانگنے میں ناکام رہتے ہیں بالآخر عمرو بن عبدو جسے عرب کے باسی ایک ہزار سورماؤں کے برابر سمجھتے ہیں اور جنگ بدر میں گھائل ہو کر گیا تھا تو عہد کیا تھا کہ جب تک بدلہ نہ لوں سر میں تیل نہ ڈالوں گا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھتا ہے وہ ایسی جگہ کی تلاش میں ہے جہاں خندق قدرے کم چوڑی ہو جونہی ایسی جگہ نظر آتی ہے عمرو بن عبدو اور اس کے ساتھی ضرار، جبیرہ اور نوفل گھوڑوں کو مہمیز کرتے ہیں تو خندق کے اس پار پہنچ جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

عمرو بن عبدو آگے آگے ہے۔ گھوڑا دوڑاتا دوڑاتا مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آتا ہے تو چلا کر کہتا ہے۔

''کوئی ہے جو میرے مقابلے میں نکلے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ تڑپ کر اٹھتے ہیں اور بڑی جرأت سے جواب دیتے ہیں۔

ہاں میں ہوں۔

آپ ﷺ تین مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو توجہ دلاتے ہیں:

''علی (رضی اللہ عنہ) دیکھتے ہو...... یہ عمرو بن عبدو ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر عرض کرتے ہیں:

''ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا ہے یہ عمرو بن عبدو ہے۔''

ایک طرف ہزار سورماؤں کے برابر عمرو بن عبدو اپنے دست و بازو کے زور پر ناز کیے میدان میں اکڑتا ہے تو دوسری طرف شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان کے جذبے سے میدان میں نکلا چاہتے ہیں۔ جب آپ ﷺ ہر طرح سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کے لیے تیار پاتے ہیں تو اجازت دے دیتے ہیں۔ مبارک ہاتھوں سے تلوار عنایت فرماتے ہیں اور سر پر عمامہ باندھ دیتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شان سے آگے بڑھتے ہیں...... عمرو حیران رہ جاتا ہے کون ہے جو مجھ جیسے سورما کا نام سن کر بھی میدان میں چلا آ رہا ہے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں:

''دیکھو عمرو تم کہتے ہو کہ کوئی قریشی اگر مجھے تین باتوں کی دعوت دے تو میں ان میں سے ایک نہ ایک کو ضرور قبول کر لیتا ہوں۔ کیا یہ تمہارا قول ہے......؟

عمرو بن عبدو: ''ہاں''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''تو بہتر ہے اسلام قبول کرو۔''

عمرو بن عبدو: ''یہ ناممکن ہے۔''

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''لڑائی سے واپس چلے جاؤ۔''

عمرو بن عبدو: ''لڑائی سے واپس پلٹ جاؤں...... میں قریشی عورتوں کے طعنے نہیں سن سکتا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''تو پھر آ اور مجھ سے معرکہ آرا ہو!''

عمر بن عبدو یہ سن کر حقارت سے قہقہہ لگاتا ہے اور کہتا ہے:

''اس زمین پر مجھ سے لڑنے کی درخواست کی جائے گی میں نے سوچا تک نہ تھا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ پیادہ ہی جنگ کی جگہ میں نکلے ہیں۔ عمرو بن عبدو بھی گھوڑے سے کود پڑتا ہے۔ اور تلوار کے ایک ہی وار سے اپنے گھوڑے کی کونچیں کوٹ دیتا ہے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

''......کون ہو تم......؟''

جواب ملتا ہے: ''علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)''

عمرو بن عبدو: ''علی (رضی اللہ عنہ) میں نہیں چاہتا کہ تمہیں قتل کروں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''مگر خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کر دوں۔''

یہ سنتے ہی عمرو کے نتھنے پھول جاتے ہیں۔ آنکھیں شعلے برسانے لگتی ہیں اور تلوار چمک کر بلند ہوتی ہے اور پھر پوری شدت سے آگے بڑھ کر وار کرتا ہے ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سمٹ کر ڈھال آگے کر دیتے ہیں تلوار ڈھال کو چیرتی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی کو چھو جاتی ہے۔ اور خون کا فوارہ پھوٹ بہتا ہے۔ اب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہیں۔ مچلتی، تڑپتی تلوار بلند ہوتی ہے اور یوں برق کی طرح کوندتی عمرو کے شانہ پڑتی ہے کہ کاٹ کر نیچے تک چلی جاتی ہے، خوں شراٹے بھرتا باہر نکلتا ہے۔ دشمن خدا چکرا کر زمین بوس ہوتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگاتے ہیں۔ عمرو زمین پر پڑا سسکتے تڑپتے جہنم واصل ہو جاتا ہے عمرو کے ساتھی یہ دیکھتے ہیں تو گھوڑوں کا رخ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں نوفل بھاگتے بھاگتے خندق میں جا گرتا ہے مجاہدین چاہتے ہیں کہ تیروں سے اس دشمن خدا کا خاتمہ کر دیں مگر وہ چلاتے ہوئے کہتا ہے۔

''مسلمانو! میں شریفانہ موت مرنا چاہتا ہوں۔''

نوفل کی اس خواہش کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ لپکتے ہیں تلوار ہاتھ میں لے کر خندق میں کود جاتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار ایک مرتبہ پھر جوہر دکھاتی ہے اور نوفل بھی موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔

محصور خاتون کا حوصلہ

''کعب تیرا برا ہو دروازہ تو کھول۔''

Marfat.com

حیی بن اخطب نضری نے بہت کوشش کی کہ بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد قرظی دروازہ کھول دے مگر کسی طرح مان نہیں رہا...... اب حیی نے چیخ چیخ کر آوازیں دینا شروع کیں تو کعب اندر ہی سے کہتا ہے۔

''حیی! تو بہت بدبخت ہے دیکھ! میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں اور اس معاہدہ کو نہیں توڑ سکتا کیوں کہ محمد (ﷺ) میرے ساتھ ہمیشہ وفائے عہد اور صداقت سے پیش آئے ہیں۔''

حیی تلملا کر چیختا ہے۔

''تیرا ستیاناس ہو دروازہ تو کھول میں تجھ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔''

مگر کعب دروازہ کھولنے پر راضی نہیں ہو رہا...... حیی ایک اور داؤ آزماتے ہوئے کہتا ہے۔

''اللہ کی قسم! لگتا یوں ہے کہ تو نے محض اس لیے دروازہ بند کیا ہے کہ میں تیرے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو جاؤں۔''

کعب جو یہ بات سنتا ہے تو غیرت میں آجاتا ہے۔ اور دروازہ کھول دیتا ہے تو حیی اندر داخل ہوتے ہوئے کہتا ہے۔

''واہ رے کعب تجھے کیا ہو گیا...... دیکھ تو میں تمہارے لیے کتنی بڑی عزت اور شہرت لے کر آیا ہوں میں قریش کو ان کے سرداروں کے ہمراہ لا رہا ہوں اور رومہ کی طرف سے آنے والی وادی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ قبیلہ غطفان کو بھی لایا ہوں ان کے سردار بھی ہمراہ ہیں اور وہ احد کے ایک جانب زنب نقمی میں موجود ہیں۔ سب محمد (ﷺ) کے خون کے پیاسے ہیں سب نے عہد کیا ہے کہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کیے بغیر یہاں سے ہٹیں گے......''

کعب یہ سن کر جواب میں کہتا ہے۔

''اللہ کی قسم تو زمانے بھر کی ذلت اور ایسا بادل ساتھ لایا ہے جس کا پانی بہہ چکا ہے۔ وہ گرجتا اور چمکتا تو ہے مگر اس میں کچھ بھی نہیں ہے حیی تیرا ستیاناس! مجھے میری حالت پر چھوڑ دے۔ اب مجھ سے معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو گی۔ محمد (ﷺ) نے ہمیشہ میرے ساتھ وفاداری کی ہے۔''

کعب کے اس رویے سے حیی مایوس نہیں ہوتا آگے بڑھ کر ایک اور داؤ آزماتے ہوئے کہتا ہے۔

''کعب! آج پوری قوم کی لاج رکھنا تمہارے ہاتھ میں ہے قوم کو ذلیل ہونے دو یا عزت دو

Marfat.com

تمہاری مرضی خوب سوچ لو اور یہ بھی سن لو یہ موقع پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ بے جھجک تم محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑ دو اور فوجوں کو راستہ دے دو۔ میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ اگر قریش اور غطفان ہار گئے تو میں تمہارے قلعے میں ساتھ چلوں گا پھر جو کچھ تم پر بیتے گی وہ میں بھی سہوں گا۔''

حیی کا یہ وار ٹھیک نشانے پر لگا اور کعب آپ ﷺ کے ساتھ کیے جانے والے معاہدہ کی خلاف ورزی پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کا آپ ﷺ سے حلفیانہ معاہدہ ہے ان کا قلعہ شہر کے ایک جانب موجود ہے اب یہ حیی کی باتوں میں آ کر غداری پر تل گئے ہیں تو اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ مشرکین کی فوج کو شہر میں داخل ہونے کا راستہ مل جائے اور مسلمانوں کی فوج کسی طرح بھی محفوظ نہ رہ سکے گی!......

حیی بڑا خوش، بڑا مسرور، بھاگم بھاگ اپنے سپاہ میں پہنچتا ہے تو ہر ایک کو خوشخبری سناتا پھر رہا ہے۔ مشرکین یہ خبر سنتے ہیں تو ایک مرتبہ پھر حوصلے بلند ہو جاتے ہیں مسلمانوں پر یورش تیز کر دی جاتی ہے...... یہ خبر مجاہدین اسلام تک پہنچتی ہے تو تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ آپ ﷺ اپنے دو ساتھیوں کی مدد سے اس خبر کی تصدیق فرما چکے ہیں...... مجاہدین چاروں طرف سے خطرات میں گر گئے ہیں اندیشے بڑھتے ہی جاتے ہیں...... منافقین نے مختلف حیلوں، بہانوں کے ذریعے کھسکنا شروع کر دیا۔ منافقین تو یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ

''محمد (ﷺ) [1] تو ہم سے وعدہ کیا کرتے ہیں کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو ہڑپ کر جائیں گے لیکن اس وقت ہمیں ایک آن بھی اطمینان نہیں۔''

فاقوں پر فاقے اور ہر طرف خوف کے پہرے...... منافقین کے حیلے بہانے اور چبھتے فقرے، پتھروں اور تیروں کی بارش ایک سے ایک بڑھ کر کڑی آزمائش مگر تشنگان شہادت ان حالات میں بھی پرعزم ہیں اور دشمنان خدا کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ شہر میں یہودیوں کے خطرے سے محفوظ رہنے کے لیے خواتین پہلے ہی قلعہ میں منتقل کی جا چکی ہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قلعہ میں موجود ہیں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک مشکوک یہودی قلعے کا چکر لگا رہا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سمجھ جاتی ہیں کہ یہ حالات کا جائزہ لے رہا ہے تاکہ یہودیوں کو

[1] ابن ہشام اور نعیم صدیقی نے لکھا کہ اضطراب کی ان گھڑیوں میں طنز کرتے ہوئے معیت بن مبشر نے کہا تھا کہ ایک طرف تو حضرت محمد ﷺ ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دلواتے ہیں اور دوسری طرف حال یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص مارے خوف کے اجابت کے لیے بھی نہیں نکل سکتا۔

Marfat.com

صورت حال سے آگاہ کر سکے۔ چنانچہ خیمہ کا ایک بانس لے کر نیچے اترتی ہیں اور یہودی کے سر پر ایسا وار کرتی ہیں کہ وہ وہیں جہنم واصل ہوجاتا ہے پھر اس کا سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیتی ہیں تو یہودی خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قلعہ میں کوئی فوج موجود ہے۔

خدا کا فیصلہ

سنّاتا ہوا تیر آ کر حضرت بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کہنی کے سامنے کی طرف پیوست ہوجاتا ہے اور رگ اکحل کٹ جاتی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تیر کھینچ کر نکالتے ہیں تو خون کا فوارہ پھوٹ بہتا ہے...... اس لمحے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نظریں بے اختیار آسمان کی جانب اٹھ جاتی ہیں۔ ہاتھ اٹھتے ہیں تو لب ہلنے لگتے ہیں اور یہ پرسوز دُعا دل کی گہرائیوں سے نکل کر فضا کو چیرنے لگتی ہے۔

''اے خدا! اگر قریش سے ابھی جنگ ہونا باقی ہے تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ میری خواہش ہے کہ میں ان سے جہاد کروں کیوں کہ یہ وہ قوم ہے جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا، اذیت دی۔ گھر سے بے گھر کیا۔ اس قوم سے زیادہ کسی اور سے لڑنے کی مجھ میں تمنا نہیں لیکن اگر ان سے جنگ ہوچکی ہے تو مجھے اس میں شہادت عطا کر...... اور جب تلک میری آنکھیں بنو قریظہ کے انتقام سے ٹھنڈی نہ ہولیں مجھے موت نہ دے۔''

ایک ایک مجاہد کے جذبات کا یہی عالم ہے۔ مجاہدین پر یہ نازک وقت صرف اس لیے آن پہنچا ہے کہ بنو قریظہ والے لشکر کفار کو مدینہ میں داخل ہونے کا راستہ دینے والے ہیں...... آہ...... تصور سے ہی انسان کانپ اٹھتا ہے۔ عورتیں اور بچے شہر میں کل، مجاہدین کے سروں پر موت کے منڈلاتے سایے پتھروں اور تیروں کی بارش اور فاقوں پر فاقے...... آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو حوصلہ بھی دلا رہے ہیں اور خداوند کریم سے مدد بھی طلب فرما رہے ہیں...... انہی مشکل لمحات میں حضرت نعیم بن اسود جو کہ قبیلہ غطفان کی ایک بااثر شخصیت ہیں حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔

''یا رسول اللہ (ﷺ)! میں تو اسلام قبول کر چکا ہوں مگر میرے مسلمان ہونے کا علم میری قوم کو نہیں ہے اب آپ کوئی خدمت مجھ سے لینا چاہتے ہیں تو حکم فرمائیے۔''

آپ ﷺ نعیم بن اسود کی بات سن کر فرماتے ہیں:

''نعیم بن اسود تم ہمارے اندر ایک کام کے آدمی ہو! ہو سکے تو مشرکوں کے اندر تفرقہ ڈال دو، کیوں کہ جنگ تو مغالطہ کا نام ہے۔''

نعیم بن اسود وہاں سے اٹھ کر بنو قریظہ والوں کے پاس پہنچتے ہیں۔ بنو قریظہ کے لوگ پہلے ہی نعیم بن

Marfat.com

اسود کے بہت گرویدہ ہیں اب نعیم بن اسود کو جو اپنی جانب آتے دیکھتے ہیں تو استقبال کے لیے آگے بڑھتے ہیں اور بڑے احترام سے بٹھاتے ہیں۔ نعیم بن اسود ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اپنے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے کہتے ہیں۔

"دیکھو! مجھے تمہارے قبیلے سے جو الفت و محبت ہے اس سے تم خوب آگاہ ہو اور خاص کر تم لوگوں سے مجھے ہمدردی ہے۔"

یہ سن کر سبھی بول اٹھتے ہیں۔

"ہاں ہاں آپ سچ کہتے ہیں ہمارے دل میں آپ کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔"

یہ سن کر نعیم بن اسود اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

"سوچو تو سہی! قریش اور قبیلہ غطفان کی وہ کیفیت نہیں جو تمہاری ہے اس شہر میں تم رہتے ہو۔ تمہارے اموال بچے اور عورتیں موجود ہیں تم انہیں لے کر کسی دوسرے شہر منتقل نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک قریش اور غطفان کا تعلق ہے وہ تو محمد (ﷺ) سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں اگر جیت گئے تو اس سے اچھی بات کیا ہے لیکن اگر دوسری شکل پیش آئے تو یہ اپنے شہروں کو چلے جائیں گے اور تم اکیلے اُن (ﷺ) کے رحم و کرم پر رہ جاؤ گے۔ وہ (ﷺ) تم سے خوب نبٹ لیں گے۔ تصور تو کرو کہ تم اس وقت کتنے برے پھنسو گے۔"

بنو قریظہ والے یہ سنتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں بے تابی سے پوچھتے ہیں

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

نعیم بن اسود لوہا گرم دیکھتے ہیں تو چوٹ لگانے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"بہتر یہی ہے تم قریش اور غطفان کے ساتھ مل کر اس وقت تک قتال میں حصہ نہ لو جب تک تم ان کے بڑے بڑے سردار رہن نہ رکھ لو۔ اس طرح تم مطمئن رہو گے اور وہ بھی محمد (ﷺ) کو ختم کیے بغیر واپس نہ پلٹیں گے۔"

یہ سنتے ہی سبھی کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور کہنے لگتے ہیں......

"نعیم بن اسود تم نے بہت ہی اچھا مشورہ دیا۔"

نعیم بن اسود وہاں سے فارغ ہو کر اہل قریش کے پاس پہنچتے ہیں تو ابو سفیان اور دوسرے قریشی سرداروں سے مل بیٹھتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں۔

"دیکھو محمد (ﷺ) کی دشمنی کی وجہ سے مجھے تم سے جو تعلق خاص ہے اس سے تم خوب واقف

Marfat.com

ہو! مجھے ایک ایسی خبر ملی ہے جو بہت اہم ہے بہتر یہی ہے تم اسے صیغہ راز میں رکھو! میرا نام کسی کو نہ بتاؤ۔"

اہل قریش یہ سن کر بے تابی سے پوچھتے ہیں۔

"ہاں! ہاں نعیم بن اسود بتاؤ...... ہم ایسا ہی کریں گے۔"

نعیم بن اسود اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اہل یہود محمد (ﷺ) سے معاہدہ توڑنے پر نادم ہیں۔ اب انہوں نے محمد (ﷺ) کو پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں معاف کر دیں ہم قریش اور غطفان کے اشراف کو پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں گے آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ تم یہود تک کوئی آدمی بھیج کر اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو۔ بس ذرا ہوشیار رہنا اور اگر وہ بطور رہن کوئی سردار طلب کریں تو نہ دینا۔"

قریش کو ششدر چھوڑ کر نعیم بن اسود اٹھ آتے ہیں اور اپنے منصوبے کو آخری مرحلے میں داخل کرتے ہوئے قبیلہ غطفان سے ملتے ہیں اور انہیں بھی قریشیوں کی طرح ڈراتے ہیں...... اہل قریش اور غطفان یہ سنتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ محاصرہ طویل سے طویل تر ہو گیا ہے...... خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہیں...... کچھ بنو قریظہ کی جانب سے امید تھی وہ بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ ابوسفیان اور دوسرے سردار عکرمہ بن ابوجہل کو بنو قریظہ کے ہاں تصدیق کے لیے بھیجتے ہیں تو وہ نعیم بن اسود کے کہنے کے مطابق کئی سردار بطور رہن طلب کرتے ہیں۔ عکرمہ بن ابوجہل یہ صورت حال سرداران لشکر کو بتانا ہے تو رہی سہی امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں...... پھر رات شدت کی سردی پڑتی ہے۔ یخ بستہ ہوائیں آندھی کا روپ دھار لیتی ہیں خیموں کی طنابیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ چولہوں پر چڑھی دیگیں الٹ جاتی ہیں۔ ہر طرف افراتفری پھیل جاتی ہے۔ مشرکین بوکھلا جاتے ہیں۔ ابوسفیان یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا تو چیخ چیخ کر کہتا ہے۔

"اے اہل قریش! بخدا اب یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں رہی ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ والوں نے وعدہ خلافی کی ہے موسم کا حال بھی تم دیکھ رہے ہو بہتر یہی ہے واپس بھاگ چلو......! اچھا میں تو جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اونٹ پر سوار ہوتا ہے اس کے پیچھے پیچھے اہل قریش بھی کوچ کرنے لگتے ہیں اب قبیلہ غطفان والے یہ عالم دیکھتے ہیں تو وہ بھی ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتے اس طرح مدینہ کا افق انتیس (۲۹) دن غبار آلود رہنے کے بعد صاف ہو جاتا ہے۔ نبی کریم حضرت محمد ﷺ یہ عالم دیکھتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں۔

"اب قریش تم سے لڑنے نہیں آئیں گے بلکہ تم ان سے لڑنے جاؤ گے۔"

Marfat.com

دوسرے روز آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر بنو قریظہ والوں سے نمٹنے چل دیتے ہیں مجاہدین اسلام کو آتے دیکھ کر بنو قریظہ والے قلعہ بند ہو جاتے ہیں...... قلعہ کا محاصرہ کر لیا جاتا ہے بالآخر پچیس (۲۵) راتوں کے مسلسل محاصرہ کے بعد بنو قریظہ والے مجبور ہو کر قلعہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ بنو قریظہ والوں سے فرماتے ہیں۔

''تم کوئی فرد چن لو جو وہ فیصلہ کرے گا اسے میں بھی مانوں گا اور تم کو بھی ماننا پڑے گا۔''

بنو قریظہ والوں کی نظر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر پڑتی ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے حلیفوں سے ہیں اس لیے وہ سعد رضی اللہ عنہ کا نام لے لیتے ہیں کہ جو فیصلہ کریں گے منظور ہوگا۔ سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں سے غداری کرنے والے اس گروہ کے مجرموں کے بارے میں فیصلہ سناتے ہوئے کہتے ہیں۔

''ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کے اموال بانٹ دیے جائیں اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔''

بے شک خدا کے مجرموں کے لیے سب سے بہتر فیصلہ یہی ہے آپ ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ فیصلہ سنتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

''سعد یہی فیصلہ خدا کا بھی ہے۔''

اور پھر اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کو بھی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

نوحہ

رات اپنا آدھا سفر طے کر چکی ہے آکاش پر ننھے منے ستارے جھلملا رہے ہیں یخ بستہ ہواؤں کے جھونکے مدینہ کے در و دیوار کو تھپکیاں دے رہے ہیں پورا شہر نیند کی آغوش میں ڈوبا ہوا ہے...... ایسے عالم میں فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے۔

''محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لیے آسمان کے دروا کر دیے گئے اور عرش بھی ہل گیا ہے۔''

آپ ﷺ یہ سنتے ہیں تو سب کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ اسی حالت میں کپڑے گھسیٹتے گھسیٹتے تیزی سے باہر نکل پڑتے ہیں لمبے لمبے قدم بھرتے ہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ جاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔

الفراق و الوداع اے عزم کی محکم چٹان

Marfat.com

جنازہ اٹھتا ہے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آتا ہے وہ رو رو کر یہ نوحہ پڑھے جا رہی ہیں۔

ویل ام سعدٍ سعدا

صَرَامَةً وَحَدّا

وَسُودواً و مَجْدا

وَفَارسًا مُعَدا

سُدّبه مَسَدّا

يَقُدُها ما قدّا

''سعد کی ماں کو سعد کے چل بسنے کا افسوس ہے جو ایک قوت نافذہ اور تلوار کی دھار تھا جو مجسم سیادت و قیادت اور مجد و مشرف تھا جو ہر وقت تیار سوار تھا جس کے ذریعہ سے دشمنوں کا راستہ بند تھا اور جو دشمنوں کے سر کاٹ کر رکھ دینے والا تھا۔''

رسولِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ اُمّ حضرت سعد رضی اللہ عنہا کا نوحہ سن کر فرماتے ہیں۔

''ہر نوحہ کرنے والی عورت جھوٹ بولتی ہے...... ہاں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نوحہ کرنے والی والدہ اس سے مستثنٰی ہے......''

Marfat.com

Marfat.com

معاہدۂ حدیبیہ

Marfat.com

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○

(حٰم السجدہ:۳۴)

”اے نبی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔“

Marfat.com

بے ضرر قافلہ

وہ خوشی خوشی جو مدینہ سے نکلتے ہیں تو یہ انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں......!

''عجب آزاد لوگ ہیں یہ بھی...... مکہ کا کون سا فرد ہے جو ان کے خون کا پیاسا نہیں لیکن پھر بھی ہنسی خوشی موت کے کنویں کی جانب رواں ہیں...... نہ جسموں پر زرہ ہے نہ خود...... نہ ہاتھوں میں نیزے ہیں نہ ڈھال......بس رواج کے مطابق ایک ایک تلوار ہے اور وہ بھی نیام بند...... سمجھایا تو بہت تھا مگر ہماری بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہا یہ بھی تھا کہ......سنو تم قریشی سرداروں کے زندہ رہتے ہوئے مکہ کیسے جاؤ گے......؟ ......تو جواباً کہنے لگے رسول خدا ﷺ قریش سے زیادہ طاقتور ہیں اور جب ہم نے کہا کہ تمہاری عقل ماری گئی ہے ذرا لوٹ کر آنا تب دیکھیں گے تو بھی نبی ﷺ کے ان دیوانوں پر اثر نہ ہوا۔''

ادھر مدینہ میں منافقین یہ سوچ رہے ہیں اور ادھر حضور نبی کریم ﷺ اپنے چودہ سو ساتھیوں کے ہمراہ مقام ذوالحلیفہ پہنچ چکے ہیں۔ یہیں پر ساتھ لائے ہوئے ستر اونٹوں کی گردنوں میں لوہے کے نعل لگا دیے جاتے ہیں......اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں......ایک ایک مجاہد کا چہرہ فرط مسرت سے دمک رہا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خوشی بھی دیدنی ہے۔ اس دن کے لیے تو انہوں نے رو رو کر دعائیں مانگیں تھیں۔ وطن کی یاد ایک پھانس بن کر کلیجے میں ہر وقت کھٹکتی رہتی۔ حالاں کہ مکہ کے معاشرے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک غلام سے زیادہ نہ تھی مکہ میں جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا سینہ نور حق سے منور کیا تو اہل قریش نے ستم کی انتہا کر دی تھی۔ تپتی ریت اور جلتے سنگریزوں اور دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا۔ گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹا گیا کبھی گائے کی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا......مگر مدینہ میں آ کر ظلم وستم کی بستی مکہ کو دیکھنے کی خواہش جوں جوں زیادہ ہوتی جا رہی تھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اور رو رو کر یہ رجز پڑھا کرتے۔

الا لَیۡتَ شعری ھل ابتین لیلۃ
بواد وحولی اذخرٌ وجلیلٌ
وھل اردَنُ یوماً میاہ مجنۃ
وھل بیدون لی شامۃ وطفیل

Marfat.com

''آہ ! کیا پھر کبھی وہ دن آسکتا ہے کہ میں مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں اور کیا وہ دن بھی ہوگا کہ میں مجنہ کے چشموں پر اتروں اور شامہ و طفیل مجھ کو دکھائی دیں۔''

اور پھر اپنے محبوب قائد حضرت محمد ﷺ سے ایک سہانی صبح یہ سنا کہ:

''ان شاء اللہ خانہ کعبہ میں تم ضرور داخل ہوگے اور اس وقت تمہیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دوسرے مجاہدین کی خوشی کی انتہا نہ رہی سبھی جھٹ پٹ تیار ہوئے اور مکہ کی جانب نکل کھڑے ہوئے!

ذوالحلیفہ کے مقام پر اونٹ نشان زدہ کرنے کے بعد مجاہدین بڑھتے بڑھتے عضان پہنچ جاتے ہیں مجاہدین کی نظریں مسلسل مکہ کی راہ پر پڑ رہی ہیں...... بس تھوڑا ہی فاصلہ باقی رہ گیا ہے۔ پھر مکہ کے در و دیوار آنکھوں کے سامنے ہوں گے پھر خدا کے مقدس گھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے گا۔ ان گلیوں کو بھی دیکھیں گے جن میں آپ ﷺ نے نورِ حق پھیلایا، طعنے سنے، پتھر کھائے، اور ستم سہے، ان مکانوں کو دیکھیں گے جس سے ماضی کی یادیں وابستہ ہیں...... یہ سوچ سوچ کر نہال ہو رہے ہیں دفعتاً دور مکہ کی جانب سے غبار اُٹھتا ہوا نظر آتا ہے جو آہستہ آہستہ مجاہدین کی جانب بڑھتا چلا جاتا ہے غبار کا دامن تار ہوتا ہے تو ایک سرپٹ گھوڑا دوڑاتا سوار نظر آتا ہے۔ سوار قریب پہنچتا ہے لوگ پہچانتے ہیں کہ یہ حضرت بسرا بن ابوسفیان کعبی رضی اللہ عنہ [1] ہے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔

''یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کی آمد کی اطلاع قریش کو مل چکی ہے عورتیں اور بچے تک لڑنے کے لیے نکل آئے ہیں۔ کچھ نوجوان چیتے کی کھال میں ملبوس ہیں۔ انہوں نے عہد کر رکھا ہے کہ آپ (ﷺ) کو ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے۔ ذی طویٰ میں آ کر ڈیرے ڈال دیے گئے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سواروں کا سپہ سالار ہے۔ انہیں پہلے ہی کراع غمیم بھیج دیا گیا ہے۔''

حضرت محمد ﷺ یہ سنتے ہیں تو چہرے پر کرب کے آثار ہویدا ہو جاتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں۔

''حیف بر قریش! انہیں جنگیں کھا گئیں مگر پھر بھی نہ سمجھے کیا نقصان تھا اگر وہ مجھے عرب میں چھوڑ دیتے۔ اگر عرب مجھے ختم کر دیتے تو قریش کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر مجھے غلبہ حاصل ہو جاتا تو

---

[1] نام بسر باپ کا نام سفیان بن عمرو...... اپنے قبیلے کے معزز اور مقتدر شخص ہیں۔ حضور ﷺ نے جب شرفا اور عمائد کے پاس دعوت کے خطوط بھیجے تو ایک تحریر بسر کے نام بھی بھیجی۔ ان کا دل عناد اور سرکشی سے پاک تھا۔ صرف تحریک کی دیر تھی چنانچہ اس دعوت پر ۴ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ اس سال حضور ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لیے نکلے اس کے بعد اس سفر کے تمام مراحل بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ وغیرہ میں شریک رہے۔

Marfat.com

وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے اور اگر اسلام میں داخل نہ ہونا ہوتا تو جب تک قوت ہوتی جنگ کرتے...... پھر قریش کس زعم میں ہیں۔ واللہ۔ میں اس مقصد کو جس کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے برابر اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اسے غالب نہیں کر دیتا یا میں خود ختم نہیں ہو جاتا۔''

آہ! قریش دشمنی میں کتنے اندھے ہو چکے ہیں کعبۃ اللہ ہر قبیلے اور فرد کے لیے کھلا ہے لیکن اگر پابندی ہے تو صرف رسولِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر...... پھر ستم یہ کہ اہل قریش ایسے مہینوں میں اپنی تلواروں کی پیاس مجاہدین اسلام کے خون سے بجھانا چاہتے ہیں کہ جو مسلمانوں اور خود مشرکین کے نزدیک واجب الاحترام اور امن کے مہینے ہیں۔ آپ ﷺ مدینہ سے صرف کعبۃ اللہ کی زیارت کی نیت سے نکلے ہیں اور نہیں چاہتے کہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

''کون ہے جو مجھے اس راستہ کے علاوہ کہ جس پر قریشی ہیں کسی دوسرے راستے سے لے چلے۔''

ایک مجاہد[1] جو صحرائی راستوں سے خوب واقف ہے آگے بڑھ کر عرض کرتا ہے۔

"انا یا رسول اللہ."

''یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔''

پھر اس مجاہد کے پیچھے مسلمانوں کا قافلہ راہ بدل کر حدیبیہ کے مقام پر جا پہنچتا ہے آپ ﷺ ایک اونٹنی پر سوار چلے آ رہے ہیں حدیبیہ پہنچ کر اونٹنی بیٹھ جاتی ہے اور بیٹھی بھی یوں کہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہی۔ سبھی حیران ہیں اونٹنی آخر کیوں بیٹھ گئی کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

''یہ تھکاوٹ کی وجہ سے نہیں بیٹھی۔ اللہ کے حکم سے بیٹھی ہے اللہ کی مرضی یہی ہے کہ ہم یہاں رک جائیں۔''

دور دور تک پانی کا نشان نہیں۔ مجاہدین اور جانور سبھی پیاس سے بے حال ہیں۔ نزدیک ایک کنواں تو موجود ہے مگر اس میں پانی کی ایک بوند بھی نہیں یہ دیکھ کر آپ ﷺ اپنے ایک ساتھی کو تیر عنایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

[1] نام بدیل، باپ کا نام ورقا بن عمر تھا ان کا قبیلہ بنی خزاعہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں مسلمانوں کا حلیف تھا جن اسباب کی بنا پر حضور ﷺ نے مکہ پر حملہ کیا ان میں سے ایک سبب بدیل کے قبیلہ کی حمایت بھی تھا۔ فتح مکہ کے بعد بدیل مشرف با اسلام ہوئے۔ قبول اسلام کے وقت بدیل کی عمر ۹۷ سال تھی۔ فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور تبوک تمام غزوات میں شریک رہے حجۃ الوداع میں بھی ہم رکاب تھے۔

Marfat.com

''اسے کنویں کے وسط میں نصب کردو۔''

حکم کی تعمیل کی جاتی ہے تو کنویں سے پانی جوش مار کر ابل پڑتا ہے۔ مجاہدین سیر ہو کر پانی پی چکتے ہیں تو جانوروں کو بھی پانی پلایا جاتا ہے...... آپ ﷺ اطمینان سے تشریف فرما ہو جاتے ہیں تو حضرت بدیل ابن ورقا خزاعی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔

''یا رسول اللہ ﷺ آپ کس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں۔''

آپ ﷺ جواباً فرماتے ہیں۔

''ہم قتال کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ صرف کعبۃ اللہ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔''

حضرت بدیل بن ورقا خزاعی رضی اللہ عنہ یہ سن کر مکہ واپس پلٹ جاتا ہے۔

انکار

عجب اضطراب چہار سو پھیلا ہوا ہے۔ ایک ایک فرد بدحواس اور پریشان ہے۔ سرداران قریش بھی مخمصے میں پڑے ہیں۔

انہیں روکا بھی نہیں جاسکتا کہ حرم کی زیارت کو آئے ہیں۔ جنگ بھی نہیں کی جاسکتی کہ حرام مہینوں کی حرمت پامال ہوتی ہے...... اگر داخل ہوں تو اہل قریش کی موت ہے...... آج زائرین کعبہ بن کر داخل ہو گئے تو مطلب یہ ہے کہ مکہ کا دروازہ ان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھل گیا۔ اور پھر سارا عرب یہ بھی کہے گا قریش نے ان کی قوت سے ڈر کر راستہ کھول دیا کہ اسی اثنا میں بدیل ابن ورقا خزائی اہل قریش کے پاس پہنچ جاتا ہے اور کہتا ہے۔

''سنو اے قریش! محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو زیارت کعبہ سے منع مت کرو! ان کا مقصد صرف زیارت ہے اور اس سے انہیں روکنا بری بات ہے۔''

اہل قریش جو پہلے ہی جلے بھنے بیٹھے ہیں یہ سنتے ہیں تو بدیل ابن ورقا خزاعی پر خوب بگڑتے ہیں اور اسے سخت سست کہتے ہیں۔ پھر اہل قریش مکرز ابن حفص کو بھیجتے ہیں۔ مکرز کو بھی آپ ﷺ وہی جواب دیتے ہیں۔ جو بدیل کو دیا تھا۔ مکرز کے بعد جلیس ابن علقمہ کو مجاہدین کی جانب روانہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ جو جلیس کو آتا ہوا دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

''یہ عبادت گزار قوم کا فرد ہے قربانی کے اونٹ اس کے سامنے سے گزارو تاکہ یہ دیکھ سکے۔''

جلیس ایسے اونٹوں کو دیکھتا ہے کہ جن کی گردنوں میں قربانی کے نشان موجود ہیں اور وہ شدت بھوک سے ایک دوسرے کے بدن کے بال نوچ کر کھا رہے ہیں تو اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے ہیں کسی سے ملاقات

Marfat.com

کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا اور واپس مکہ پلٹ کر اہل قریش سے کہتا ہے۔

''تم ستم سے باز آ جاؤ اور مکہ کا دروازہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں پر کھول دو تا کہ وہ قربانی کر سکیں۔''

سرداران قریش یہ سنتے ہیں تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔جلیس پر بگڑتے ہوئے کہتے ہیں۔

''خاموش رہ جلیس! تو بالکل اعرابی نکلا۔''

اہل قریش کی یہ بات سن کر جلیس بھی طیش میں آ جاتا ہے اور کہتا ہے۔

''اے اہل قریش! واللہ...... ہمارا تمہارا اس بات پر تو معاہدہ نہ تھا کہ جو شخص کعبۃ اللہ کی زیارت کرنے آئے گا۔ اسے روکیں گے...... قسم اس کی جس کے قبضہ میں جلیس کی جان ہے یا تو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کی طواف کعبہ کرنے دو۔ ورنہ میں تم سے اپنا قبیلہ لے کر علیحدہ ہوتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی قریش کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ منت سماجت سے جلیس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے بعد عروہ بن ثقفی کو سفیر بنا کر حضرت محمد ﷺ کے پاس بھیجتے ہیں۔ اور جب وہ واپس پلٹتا ہے تو حیرت سے یہ بتلاتا ہے۔

''میری آنکھوں نے دو بار نجاشی دیکھا اور قیصر وکسریٰ کی شان بھی لیکن دربار محمد (ﷺ) کا تو رنگ ہی کچھ اور ہے۔ جتنے معزز محمد (ﷺ) کے اصحاب میں ہیں اتنا معزز کوئی بھی اپنی قوم میں نہیں۔ وہ وضو کرتے ہیں تو پانی کا قطرہ تک زمین پر گرنے نہیں دیا جاتا لعاب دہن پھینکنا چاہتے ہیں تو صحابہ (رضی اللہ عنہم) آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں اور چہروں پر مل لیتے ہیں۔ محمد (ﷺ) کے ساتھی کسی صورت بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ اب تمہاری مرضی جو رائے قائم کرو۔''

قریش کے پیامی آ کر پلٹتے جاتے ہیں مگر بات ذرہ برابر بھی آگے نہیں بڑھ رہی۔ آپ ﷺ اپنا نقطہ نظر قریش پر واضح کرنے کے لیے خراش بن امیہ خزاعی کو اپنا اونٹ دے کر روانہ کرتے ہیں۔ خراش جوں ہی اہل قریش کے پاس پہنچتے ہیں تو مشرکین کا خون کھولنے لگتا ہے۔ چہار جانب سے خراش پر پل پڑتے ہیں اونٹ کو تہہ تیغ کرنے کے بعد خراش کا کام بھی تمام کرنا چاہتے ہیں کہ ''چند بڑے'' آڑے آ جاتے ہیں۔ خراش واپس آپ ﷺ کے پاس لوٹ آتے ہیں...... ابھی اس صدمہ کا اثر زائل نہیں ہوتا کہ قریش کے چالیس آدمی مسلمانوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں مگر سب کے سب مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ حملہ آوروں کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا...... آپ ﷺ سب کو معاف کر دیتے ہیں کیوں کہ اصل مقصد قتال نہیں

Marfat.com

بلکہ طواف کعبہ ہے۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر اہل قریش کے پاس روانہ فرماتے ہیں۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اہل قریش تک آپ ﷺ کا پیغام پہنچاتے ہیں تو قریش جواب دیتے ہیں کہ
''اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف کر لو لیکن محمد (ﷺ) کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔''
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہیں تو فرماتے ہیں۔
''واللہ............ میں تو اس وقت تک طواف نہ کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں۔''
اہل قریش کہتے ہیں۔
''یہ تم پر منحصر ہے لیکن تم جان لو کہ تم اب ہمارے قیدی ہو! اور واپس نہیں جا سکتے۔''

معاہدہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے!
ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے......
جس تک یہ خبر پہنچتی ہے تڑپ اٹھتا ہے ہر ایک غم و غصے سے بے قابو ہوا جا رہا ہے رسولِ کریم ﷺ کو بھی یہ خبر سن کر شدید رنج ہوتا ہے فرماتے ہیں۔
''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔''
پہلے صلح کے پیامی آ جا رہے تھے مگر اب صورتحال اس خبر کے بعد یک دم بدل گئی ہے آپ ﷺ ببول کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور مجاہدین آ آ کر اس بات کا عہد کر رہے ہیں کہ
''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جان تک لڑا دیں گے۔''
ادھر جب قریش تک مجاہدین کے جوش و خروش کی اطلاع پہنچتی ہے تو سہیل [1] بن عمرو کو صلح کے لیے بھیجتے ہیں۔ اس لمحے یہ اطلاع بھی موصول ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بخیریت ہیں اور جلد اپنے ساتھیوں سے آ ملیں گے۔ یہ مژدہ جانفزا سن کر مجاہدین کو کچھ سکون ہوتا ہے۔ سہیل بن عمرو کو آتے دیکھ کر آپ ﷺ فرماتے ہیں۔
''مسلمانو! تمہارا کام اللہ نے آسان کر دیا۔''

---

[1] یہ ابوجندل کے والد تھے۔ جنگ بدر میں بحالت کفر گرفتار ہوئے۔ یہی صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے بعد میں اسلام قبول کر لیا اور حضور ﷺ کی رحلت کے بعد جب لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا اور جس کو مرتد ہونا تھا وہ مرتد ہوا تو اس وقت سہیل بن عمرو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو تسلی و تشفی دی۔ اور اس ارتداد و اختلاف سے لوگوں کو روکا ۱۸ ہجری میں ''طاعون'' میں ان کا انتقال ہوا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''یرموک'' میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

دیر تک صلح کی بات چیت چلتی ہے بالآخر فیصلہ طے پا جاتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاہدہ رقم کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

''لکھو! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''

لیکن سہیل بول پڑتا ہے۔

''یہ نہیں بلکہ "باسمك اللهم" والے وہی الفاظ لکھو جو ہم پہلے لکھا کرتے تھے۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں

''اچھا "باسمك اللهم" ہی لکھو۔''!

حضرت علی رضی اللہ عنہ تعمیل کرتے ہیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

''لکھو! یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) اور سہیل بن عمرو نے صلح کی۔''

ایک مرتبہ پھر سہیل بن عمرو تڑپ اٹھتا ہے اور کہتا ہے۔

''اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو جنگ کی کیوں ضرورت پیش آتی یہاں تو صرف آپ کا نام اور ولدیت ہونی چاہیے۔''

آپ ﷺ سہیل کا موقف سنتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

''اگرچہ تم انکاری ہو! لیکن خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں!''

سہیل بن عمرو کی گستاخانہ باتوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل پر بہت چوٹ لگتی ہے۔قلم کانپ جاتا ہے آپ ﷺ کمال فراخ دلی سے یہ کہتے ہیں کہ جیسے یہ کہتا ہے ویسے ہی لکھ دو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ''رسول اللہ کے الفاظ مٹانے سے معذوری کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ خود قلم پکڑ کر ''رسول اللہ'' کے الفاظ قلم زد کر دیتے ہیں پھر دستاویز لکھ دی جاتی ہے۔

- فریقین دس سال تک کے لیے جنگ بندی اور صلح رکھیں گے اور اس عرصہ میں لوگ امن کی زندگی بسر کریں گے۔
- محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی اس سال واپس پلٹ جائیں گے اور اگلے سال زیارت کعبہ کے لیے آئیں گے۔ اور صرف تین روز مکہ میں قیام کریں گے۔ ہمراہ ہتھیار نہیں لائیں گے۔ صرف رواج کے مطابق نیام بند تلواریں ہوں گی۔
- قریش کا کوئی آدمی اگر ولی کی اجازت کے بغیر آپ (ﷺ) کے پاس آئے تو آپ (ﷺ) اسے قریش کے حوالے کر دیں گے لیکن اگر آپ (ﷺ) کا کوئی آدمی قریش کے پاس آیا تو اسے واپس

Marfat.com

نہیں کیا جائے گا۔

بظاہر یہ شرائط مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ اس لیے سبھی مجاہدین افسردہ ہو جاتے ہیں۔ دل بجھ جاتے ہیں...... آہ...... کتنے سندر سپنے دیکھے تھے مجاہدین نے مکہ چلنے کے......! طواف کعبہ کی حسرت لے کر یہاں تک پہنچے...... مگر اب تو مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی مدینہ پلٹنا پڑ رہا ہے۔

تعمیل

وہ بیڑیاں گھسیٹتا گھسیٹتا مجاہدین کے سامنے آ گرتا ہے...... پھٹے کپڑے، بکھرے بال، جسم پر تشدد کے نشان...... زخموں سے چور اور بیڑیاں پہنے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ [1] پر مجاہدین کی جب نظریں پڑتی ہیں تو سبھی تڑپ اٹھتے ہیں...... رسولِ رحمت ﷺ بھی اس ستم رسیدہ جانثار کا حال دیکھ چکے ہیں۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا باپ سہیل بن عمرو آپ ﷺ کے پاس بیٹھا صلح کے معاہدہ پر گفتگو کر رہا ہے...... اب جو اپنے بیٹے کو یہاں دیکھتا تو آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑ کر چہرے پر طمانچے برسانے لگتا ہے۔ پھر آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

''محمد (ﷺ)! معاہدہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکا اس لیے اسے واپس لوٹنا پڑے گا۔''

آپ (ﷺ) مضطرب ہوتے ہیں جی نہیں چاہتا کہ ابو جندل (رضی اللہ عنہ) کو ایک مرتبہ پھر ظلم کی بھٹی میں جھونک دیا جائے۔ کوشش یہی فرماتے ہیں کہ سہیل بن عمرو کسی طرح مان جائے مگر وہ نہیں مانتا تو آپ معاہدے کے مطابق حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیتے ہیں...... سہیل بن عمرو ابو جندل رضی اللہ عنہ کو گھسیٹ کر لے جانا چاہتا ہے تو حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ چیخ چیخ کر کہنے لگتے ہیں۔

''مسلمانو! کیا مجھے سابقہ حالت میں دیکھنا چاہتے ہو میں نے اسلام قبول کر لیا ہے پھر مجھے کافروں کے حوالے کیوں کر رہے ہو۔''

مجاہدین یہ منظر دیکھتے ہیں تو سبھی کا خون کھول اٹھتا ہے...... آپ ﷺ بھی اس مجاہد کی اس حالت پر رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور بڑے درد سے فرماتے ہیں۔

''ابو جندل...... صبر اور ضبط سے کام لو خدا تمہارے لیے اور دوسرے مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔ اب صلح ہو چکی ہے ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔''

---

[1] سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ہیں مکہ میں اسلام لائے باپ نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بیڑیاں پہنا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات پائی۔

Marfat.com

پھر آپ ﷺ قربانی کرتے ہیں۔ بال اترواتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں سبھی مجاہدین ٹوٹے دلوں کے ساتھ حکم آپ ﷺ کی تعمیل کرتے ہیں۔

فتح مبین

بجھے بجھے دل، اترے اترے چہرے اور بوجھل بوجھل قدموں کے ساتھ سبھی مدینہ کی جانب پلٹے جا رہے ہیں دفعتاً اللہ کے رسول ﷺ کی جانب وحی آتی ہے...... وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو آپ ﷺ اپنے پژمردہ ساتھیوں کو فرمان الٰہی سناتے ہیں۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ

(القرآن)

''ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے اور سیدھے راہ چلنے کی ہدایت دے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیرت سے پوچھتے ہیں:

''کیا یہ واقعی فتح مبین ہے؟''

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''ہاں یہ فتح مبین ہے۔''

پھر واقعات کی سلسلہ وار کڑیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کیے کو سچ کر دکھاتی ہیں...... امن کے معاہدے کی وجہ سے جنگ کا خطرہ کم از کم دس سال کے لیے ٹل چکا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی ساری توجہ دعوت دین کی طرف مبذول ہو چکی ہے۔ اسلام تیزی سے پھیلنے لگتا ہے۔ مسلمین مدینہ اور مشرکین مکہ کے درمیان میل جول کے راستے کھل جاتے ہیں اور اہل مکہ آ کر مسلمانوں کے رہن سہن اور کردار سے بے حد متاثر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل مکہ کے دل میں اسلام نے جگہ بنانا شروع کر دی ہے...... الغرض...... صلح حدیبیہ کے بعد دو برس میں اتنی تعداد میں لوگ دعوت حق کو اپناتے ہیں جتنے گزشتہ اٹھارہ انیس سالوں میں قریب نہ آ سکے۔

پھر اس صلح کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ اگلے سال دو ہزار افراد جب طواف کعبہ کے لیے مکہ پہنچتے ہیں تو مجاہدین کے کردار سے اہلیان مکہ کے دلوں پر ایک رعب قائم ہو جاتا ہے۔

قریش مکہ کی جانب سے مطمئن ہو کر مسلمانوں کو اپنے ثانوی دشمنوں سے نمٹنے کا موقع مل جاتا ہے۔

Marfat.com

یہودی عرصۂ دراز سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جنگ احزاب کے شعلے بھی انہی یہودیوں کی کارستانیوں سے بھڑکے تھے اور اب بھی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو خیبر کی جانب کوچ کا حکم دیتے ہیں کیوں کہ خیبر ہی یہود کی سرگرمیوں کا اڈا ہے۔ مسلم فوج خیبر والوں کے سامنے جب اچانک نمودار ہوتی ہے تو وہ دہشت زدہ ہو کر قلعوں میں پناہ گزین ہو جاتے ہیں، لیکن مجاہدین کے عزم کے سامنے بھلا وہ کیسے ٹھہر سکتے۔ بالآخر بیس (۲۰) روز مسلسل محاصرے کے بعد شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خیبر فتح ہو جاتا ہے۔

جب حواس بحال ہوئے

ستم سہتے سہتے پیمانۂ صبر چھلک پڑتا ہے تو حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ چپکے سے سوئے مدینہ چل دیتے ہیں مگر جوں ہی مدینہ پہنچتے ہیں۔ قریش مکہ کے دو نمائندے رسولِ کریم ﷺ کے پاس آتے ہیں اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ صلح حدیبیہ میں یہی طے ہوا تھا کہ مکہ کا جو بھی فرد اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا...... کتنا نازک معاملہ ہے...... حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں اور انہیں واپس جور و جفا کی بستی مکہ میں بھیجنے کو جی نہیں چاہتا لیکن معاہدہ ہو چکا ہے اس لیے آپ ﷺ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں۔

''ابوبصیر! ہم نے اس قوم سے جو معاہدہ کیا ہے تم اس سے آگاہ ہو ہمارے دین میں وعدہ خلافی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے دوسرے کمزور ساتھیوں کے لیے آسانی کی کوئی راہ پیدا کر دے گا اور کوئی نہ کوئی راستہ نکالے گا۔ اس لیے تم اپنی قوم کے پاس واپس پلٹ جاؤ۔''

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اپنے آقا ﷺ کی بات سنتے ہوئے حیرت سے پوچھتے ہیں:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ مجھے دوبارہ مشرکوں کے حوالے کر رہے ہیں جو میرے دین کو تباہ کر دیں گے......؟''

آپ ﷺ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ابوبصیر! تم جاؤ خداوند کریم جلد ہی تمہارے اور تمہارے دوسرے کمزور ساتھیوں کے لیے آسانی کا کوئی راستہ نکالے گا۔''

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر حکم آقا ﷺ کی تعمیل میں قریش کے دونوں نمائندوں کے ساتھ واپس مکہ کی جانب چل پڑتے ہیں۔ جب مقام ذوالحلیفہ پہنچتے ہیں تو حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا ذہن ایک منصوبہ بناتا ہے اور فوراً اس منصوبے کی تکمیل تک پہنچانے کے لیے قریش کے دو نمائندوں میں سے ایک کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ

Marfat.com

منظر دیکھ کر دوسرا بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ وہاں سے مدینہ پہنچتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اتنے قریش کا بچ نکلنے والا نمائندہ حاضر ہو کر عرض کرتا ہے:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! ابوبصیر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔''

یہ بات سن کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ فوراً عرض کرتے ہیں:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کی ذمہ داری تکمیل کو پہنچی اور اللہ کی جانب سے جو کچھ آپ (ﷺ) کے ذمہ تھا آپ (ﷺ) نے پورا کیا اور میں اپنے دین کے معاملے میں فتنے میں پڑنے سے بچ گیا۔''

پھر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ وہاں سے سیدھے ساحل سمندر کی جانب نکل جاتے ہیں اور یہیں پڑاؤ ڈال دیتے ہیں۔ مکہ میں ظلم وستم کی چکی میں پسنے والے مجاہدین کو جب یہ خبر پہنچی ہے تو وہ بھی جان بچا کر آہستہ آہستہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا شروع ہو جاتے ہیں...... اب اہل قریش کا جو بھی تجارتی قافلہ اس جانب سے گزرتا ہے اس پر مجاہدین شب خون مار کر مال غنیمت پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ پھر یہ سلسلہ مستقل صورت اختیار کر جاتا ہے تو معاہدہ کی اس شق سے خود کفار مکہ تنگ آ کر آپ ﷺ سے التجا کرتے ہیں کہ

''ہم اپنی شرط سے باز آئے۔ آپ ساحل پر موجود مسلمانوں کو مدینہ بلا لیجیے۔''

آپ ﷺ ستم پر ستم سہنے والے مجاہدین کو مدینہ بلا لیتے ہیں۔ مسلمان کہ جو کل تک حیران تھے کہ یہ کیسا معاہدہ ہے جس میں اہل قریش کی برتری تسلیم کی جا رہی ہے پکار اٹھتے ہیں......

''واقعی صلح حدیبیہ فتح مبین ہے۔''

Marfat.com

Marfat.com

فاتح

Marfat.com

يَا مَعْشَر قُرَيش اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نخوة الجَاهِلِيَّه وَتَعظّمهَا بِالا بَآءِ النَّاسَ مِنْ اٰدمَ وَاٰدمُ مِنْ تُرَابِ.

(الحدیث)

قریش کے لوگو! اب جاہلیت کی نخوت اور خاندانی تفاخر کو اللہ نے مٹادیا ہے...... تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

Marfat.com

ایک سعی لا حاصل

''اے اللہ! میں محمد (ﷺ) کو وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو ان کے اور ہمارے قدیم خاندان میں ہوا ہے......!''

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہماری مدد کیجیے۔''

چالیس کے قریب شتر سواروں کے ہمراہ حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ [1] مسجد نبوی کے باہر کھڑا بڑی دردمندی سے صدا لگاتا ہے تو رسولِ اکرم ﷺ نمودار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ ان مظلوں کی تمام داستان سنا دیتے ہیں۔

بنوخزاعہ پر ڈھائے جانے والے ستم کی المناک داستان سن کر آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''نُصِرْتَ یَا عَمْرو بنْ سَالِم.''

''اے عمرو بن سالم تمہاری مدد کی جائے گی۔''

بنوخزاعہ اور بنوبکر کے درمیان قبل اسلام سے چپقلش چلی آ رہی تھی مگر بعثت رسول ﷺ کے بعد ان دونوں قبائل کی توجہ مسلمانوں کی جانب ہوگئی۔ پھر جب صلح حدیبیہ ہوئی تو قبائل کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس کے چاہیں حلیف بنیں۔ بنوخزاعہ نے آپ ﷺ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا جب کہ قبیلہ بنوبکر نے قریش سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ صلح حدیبیہ کے نتیجے میں قریش مکہ اور آپ ﷺ کے درمیان امن کی فضا قائم ہوئی تو بنوخزاعہ اور بنوبکر کی پرائی دشمنیاں پھر سر اٹھانے لگیں۔ اہل قریش نے بنوبکر کی پشت پناہی کی تو بنوبکر نے بنو خزاعہ کا خون بہانا شروع کر دیا۔ بنوخزاعہ والوں نے حرم میں پناہ لینا چاہی تو وہاں بھی قتال کیا گیا۔ سرداران قریش نے بھی رات بھیس بدل بدل کر بنوخزاعہ کا خون بہایا اور یوں صلح حدیبیہ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ اسی فریاد کو لے کر جب حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے در پر دہائی دیتے ہیں تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ پہنچتا ہے اور اپنا ایک نمائندہ سرداران قریش کی جانب اس پیغام کے ساتھ بھیجتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط منظور کر لو!

---

[1] عمرو نام...... سالم بن حضیرہ والد کا نام...... نور ایمان سے ان کا سینہ منور تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں آئے...... حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت بدیل بن ورقہ رضی اللہ عنہ اسی روز حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال قریش سے آگاہ کیا۔ فتح مکہ کے دن عمرو بن کعب کے ان تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے جو حضور ﷺ نے ان لوگوں کے لیے باندھا تھا۔

Marfat.com

- بنوخزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں ان کا خون بہا ادا کرو۔
- بنوبکر سے علیحدگی اختیار کر لو۔
- اعلان کر دو کہ حدیبیہ کی صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

جوں ہی آپ ﷺ کا سفیر یہ تین صورتیں اہل قریش کے سامنے رکھتا ہے تو ان میں سے ایک فرد شدت جذبات سے مغلوب ہو کر کہتا ہے:۔

''ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔''

اہل قریش کا فیصلہ سن کر سفیر مدینہ کی جانب پلٹ پڑتا ہے...... تو اہل قریش کے سوجھ بوجھ کے بدد ماغوں کے ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں اور صلح کا معاہدہ توڑنے پر بہت پچھتاتے ہیں...... مگر اب کیا ہوسکتا ہے...... تیر تو کمان سے نکل چکا ہے۔

لیکن کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے!...... چنانچہ یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ ابوسفیان مدینہ جا کر معاہدہ کی تجدید کرے گا...... جوں ہی یہ فیصلہ ہوتا ہے ابوسفیان مدینہ کی جانب چل پڑتا ہے۔

کس میں ہمت تھی

ابوسفیان مدینہ پہنچتے ہی سیدھا اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا [1] کے گھر کی جانب چل پڑتا ہے۔ گھر کی دہلیز کو عبور کرتے وقت بے شمار خیالات اس کے دردل پر دستک دے دے کر دم توڑ رہے ہیں۔

''اُم حبیبہ (رضی اللہ عنہا) سے آخر رشتہ تو خون کا ہے۔ اس لیے مشکل کے حل کرنے میں ضرور مدد دے گی اور پھر بارہ تیرہ سال کی طویل جدائی کے بعد جب یہ ملاقات کا موقع آرہا ہے تو نہ جانے بیٹی کی کیا کیفیت ہو؟''

بے شمار خیالات...... حوصلہ دلانے والے، امید بندھانے والے...... یہی سوچتا ہوا گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک جگہ بچھے بستر پر بیٹھنا چاہتا ہے مگر بیٹی لپک کر بستر کو لپیٹ دیتی ہے۔ ابوسفیان بیٹی کے اس فعل پر بھونچکا کر رہ جاتا ہے۔

''بیٹیاں تو والدین کے لیے بستر بچھایا کرتی ہیں لپیٹا نہیں کرتیں اور پھر یہ معمولی سا بستر آخر بیٹی نے کیوں لپیٹ دیا۔''

یہ سوچتے ہوئے ابوسفیان، حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھتا ہے:

---

[1] حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں سے ہیں۔ ان کا اصلی نام رملہ ہے ابوسفیان بن حرب کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ کا نام صفیہ ہے۔ حضور ﷺ کے نکاح میں ہجرت مدینہ سے قبل آئیں۔ ان کی وفات ۴۲ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

''بیٹی میں سمجھ نہیں سکا! کیا یہ بستر میری شایان شان نہیں یا مجھے اس قابل نہ سمجھا کہ میں بستر پر بیٹھوں؟''

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی بات سنی تو فرمانے لگیں:

''نہیں......! بات یہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول (ﷺ) کا بستر ہے۔ اور آپ مشرک ہیں مشرک نجس ہوتا ہے۔ اس لیے مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ اس بستر پر بیٹھیں۔''

ابوسفیان جو یہ سنتا ہے تو ایسا محسوس کرتا ہے جیسے اس کے منہ پر کسی نے زوردار طمانچہ جڑ دیا ہو۔ اپنے ہی خون کے گھونٹ پی کر کہنے لگتا ہے:

''اللہ کی قسم مجھ سے الگ ہونے کے بعد تم میں بُرائی آ گئی۔''

ابوسفیان کو یقین ہو چکا ہے کہ بیٹی کوئی مدد نہ کرے گی۔ فوراً گھر سے نکل کر آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ ﷺ اس سے صلح حدیبیہ کے سلسلے میں بات کریں مگر آپ ﷺ ابوسفیان کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔ بے سود کوشش کے بعد ابوسفیان، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا ہے کہ شاید آپ ﷺ کا یہ جانثار کوئی مدد کر سکے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس سلسلے میں معذوری کا اظہار کرتے ہیں تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا ہے۔ ان کا مرتبہ بھی آپ ﷺ کے ہاں بہت بلند ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں:

''اللہ کی قسم اگر مجھے تھوڑی سی ہی طاقت حاصل ہو جائے تو میں تمہارے خلاف جہاد کروں۔'' [1]

ابوسفیان یہاں سے ٹکا سا جواب سنتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں یہ بھی بہت مقرب ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس سلسلے میں کچھ کرنے سے معذرت کرتے ہیں تو ابوسفیان ایک نفسیاتی حربہ استعمال کرتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ننھے حسین رضی اللہ عنہ [2] کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اے بنت محمد (ﷺ)! کیا تم اس معصوم بچے کو کہو گی کہ فریقین میں مصالحت کرا دے اور عرب کا سردار کہلائے۔'' [3]

---

[1] ابن ہشام

[2] حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حضور ﷺ کے نواسے اور شجر نبوت کے پھول ہیں۔ جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں ماہ شعبان کی پانچ تاریخ ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جمعہ کے دن دسویں محرم کو ۶۱ھ کو میدان کربلا میں شہید کردیے گئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ستاون برس تھی۔

[3] ابن ہشام

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں:

''اللہ کی قسم! ابھی تو یہ کم سن ہے اور اس قابل نہیں کہ تم لوگوں میں صلح کرا سکے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اب کوئی بھی بیچ بچاؤ نہ کرا سکے گا''[1]

ایک بار پھر ابوسفیان بحر مایوسی میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ ہمت کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں۔

''اللہ کی قسم کوئی فرد بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جس سے تمہیں فائدہ پہنچے۔ تم بنو کاز کے سردار ہو۔ اس لیے سب لوگوں کے سامنے صلح حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کر کے لوٹ جاؤ۔''

ابوسفیان کے لیے یہ مشورہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ وہ مسجد کی جانب چل دیتا ہے اور صلح حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کر کے مکہ جا پہنچتا ہے۔

سرداران قریش، ابوسفیان کا منہ لٹکا دیکھ کر پوچھتے ہیں:

''کیا تم نے محمد (ﷺ) سے بات کی؟''

ابوسفیان: ہاں!...... لیکن میری بات کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو انہوں نے میری مدد کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ یہاں سے مایوس ہو کر علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو انہیں قدرے نرم پایا اور انہوں نے مجھے مشورہ دیا مگر مجھے یقین ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

''کیا مشورہ دیا علی (رضی اللہ عنہ) نے؟''

سرداران قریش تجسس سے پوچھتے ہیں تو ابوسفیان جواب دیتا ہے:

''انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ سرعام صلح حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کردو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔''

''تو کیا محمد (ﷺ) نے اس کی تصدیق کی؟''

سرداران قریش دھڑکتے ہوئے دلوں سے پوچھتے ہیں۔

''نہیں؟''

ابوسفیان جواب دیتا ہے۔

---

[1] ابن ہشام

Marfat.com

یہ سن کر سرداران قریش کہنے لگتے ہیں:

''اللہ کی قسم اس نے تمہیں بے وقوف بنایا۔ تمہیں اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔''

عجب منظر

رات کی پرہول تاریکی کو آسمان کی جانب بڑھتے، لپکتے شعلے روشنی کرنے میں مصروف ہیں۔ دور تک پھیلے ہوئے آگ کے شعلے اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ کوئی بڑا لشکر یہاں پڑاؤ ڈالے ہے۔

لیکن......کون لوگ ہیں یہ؟......

کیا یہ لشکر مکہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے؟......

انہی سوالات کا جواب تلاش کرنے ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ کے ہمراہ مکہ سے باہر چکر لگا رہا ہے۔ دور تک پھیلی ہوئی اس بھڑکتی آگ کو دیکھ کر پریشان ہوجاتا ہے۔ پھر حیرت کی آنکھ شعلوں پر گاڑتے ہوئے حضرت بدیل بن ورقہ سے پوچھتا ہے:

''واللہ میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا۔''

بدیل بن ورقہ عقل کا گھوڑا دوڑاتے ہوئے کہتا ہے:

''خدا کی قسم! یہ خزاعہ کا لشکر ہے جو انتقام لینے کے لیے جمع ہو رہا ہے۔''

ابوسفیان کے دل کو یہ بات نہیں لگتی۔ اس خیال کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے:

''بھلا خزاعہ کو اتنی توفیق کہاں کہ اتنا بڑا لشکر جمع کر سکے؟''

ابوسفیان کا کہنا ہے بھی بجا......خزاعہ کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس قدر عظیم لشکر لے کر آسکے تو پھر یہ کون لوگ ہیں؟ دفعتاً ابوسفیان کو کوئی پکارتا ہے۔

ابو حظلہ [1]......!

ابوسفیان آواز پہچان چکا ہے کہ اسے اس کی پشت سے پکارنے والے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) ہیں لیکن رات کی تاریکی میں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نظر نہیں آرہے اس لیے وہیں سے تصدیق کرنے کے لیے آواز دیتا ہے۔

''ابوالفضل (رضی اللہ عنہ) [2] کیا تم ہو؟''

''ہاں!'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ تصدیق کر دیتے ہیں۔

[1] ابوسفیان کی کنیت ابوحظلہ تھی۔

[2] حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالفضل رضی اللہ عنہ تھی۔

Marfat.com

حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریب پہنچتے ہیں تو ابوسفیان پوچھتا ہے:

''میرے ماں باپ تم پر قربان! تم یہاں کیسے؟''

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگ کے شعلوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ آپ ﷺ کا دس ہزار کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اے قریش والو! اب تم ہلاک ہو جاؤ گے۔''

ابوسفیان یہ سنتا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔ بڑی بے تابی سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ہے:

''خدا کی قسم! اگر تم ان کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہاری گردن اڑا دیں گے۔ تم میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ۔ میں تم کو آپ ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں اور ان سے امان کی درخواست کروں گا۔''

ابوسفیان، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے خچر پر سوار ہو جاتا ہے اور دونوں حضور نبی کریم ﷺ کی جانب چل پڑتے ہیں۔

دونوں اسلامی سپاہ کے درمیان سے گزرتے گزرتے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں دفعتاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر ابوسفیان پر پڑ جاتی ہے۔

وہ پکار اٹھتے ہیں:

''اللہ کی قسم! یہ تو دشمن خدا ابوسفیان ہے۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ابوسفیان کو لے کر پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شدت جذبات سے عرض کرتے ہیں:

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ ابوسفیان ہے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں۔''

مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں نے اسے پناہ دے دی۔''

ابوسفیان جو آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے بنایا کرتا تھا۔ جس نے اسلام کی عداوت میں اپنی تمام صلاحیتیں کھپا دیں۔ جو مدینے پر بار بار حملہ آور ہونے کا مرتکب ہوا۔ اور جس نے عرب کے قبائل کو آپ ﷺ کے خلاف اشتعال دلایا...... آج آپ ﷺ کے سامنے بے بس کھڑا ہے۔ آج اس کی زندگی کا چراغ

Marfat.com

آپ ﷺ کے ایک اشارے سے گل ہوسکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیاسی تلوار اس دشمن خدا کے خون سے سیراب ہونے کے لیے بے چین ہے۔

لیکن عفو محمدی (ﷺ) کی شان ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ! اسے اپنے خیمے میں لے جاؤ صبح میرے سامنے پیش کرنا۔''

مطلب واضح ہے کہ ابوسفیان کو امان مل چکی ہے...... لیکن کب تلک؟...... ایک رات کے لیے؟...... یا مستقل؟

بات واضح نہیں ہوسکی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر اپنے خیمے میں آجاتے ہیں اور پھر صبح کو محمد ﷺ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ اپنا رخ انور ابوسفیان کی جانب پھیرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ويحك يا ابا سفيان الم يان لك ان تعلم انّه لا اله الا الله

''ابوسفیان! تیرا برا ہو۔ تیرے لیے کیا اس کا وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''

ابوسفیان یہ سنتا ہے کہ تو مختصر گفتگو کے بعد پکار اٹھتا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابوسفیان کو لے کر ایک بلند مقام پر چلے جاتے ہیں۔ ابوسفیان دور تک پھیلے ہوئے مجاہدین کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو دیکھتا ہے تو اس پر لشکر اسلامی کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے۔

''حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہ! اللہ کی قسم! ان لوگوں کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ نہ کسی میں ایسی طاقت ہے۔ تمہارے برادر زادے کی حکومت مستقبل قریب میں عظیم الشان ہوجائے گی۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سن کر ابوسفیان سے کہتے ہیں۔

''یہ نبوت ہے۔''

ابوسفیان دل کی گہرائیوں سے نبوت محمدی ﷺ کے قائل ہوکر یہ کہنے لگتے ہیں:

''یہ تو اور بھی اچھا ہے۔''

Marfat.com

دھڑکتے دل

''میری بچی! مجھے بوقبیس پہاڑ چڑھنے میں مدد دے۔''

آنکھوں سے محروم نحیف ونزار حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ [1] کی بات سن کر ننھی منی بچی نے اس کی انگلی تھام لی اور بوقبیس پہاڑ کی جانب چل پڑی۔ دونوں گرتے پڑتے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے ہیں تو حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بچی سے پوچھتے ہیں:

''میری بچی! ذرا یہ بتاؤ کہ تم کیا دیکھ رہی ہو؟''

بچی مدینہ کی جانب انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کو دیکھ کر کہتی ہیں:

''ایک بہت بڑی جمعیت میرے سامنے ہے۔''

پھر بچی یہ بھی بتلاتی ہے کہ:

''اب یہ جمعیت مختلف حصوں میں بٹ کر شہر کی جانب چل پڑی ہے۔''

پھر بچی کی یہ بات سن کر حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو چکا ہے کہ امدادی لشکر چند ساعتوں میں شہر میں داخل ہو جائے گا۔ اس لیے کہتا ہے:

''بیٹی! اب تو مجھے جلدی سے گھر پہنچا دے۔''

بوڑھا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اور ننھی بچی دونوں گرتے پھسلتے بوقبیس پہاڑ سے اترتے ہیں تو مجاہدین شہر میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اللہ اکبر

چشم فلک نے بڑے بڑے فاتح دیکھے...... مگر کبھی ایسا نہیں ہوا!...... حیرت ہے...... دس ہزار کا لشکر جرار ہمراہ...... مکہ کے دروازے وا...... پھر بھی اس قدر عجز وانکساری...... اللہ اللہ...... اہل قریش کا خیال تھا کہ حضرت محمد ﷺ ایک فاتح بن کر آرہے ہیں۔ اکڑ اکڑ کر شہر میں داخل ہوں گے۔ ماضی میں جتنے ستم اہل قریش نے ان کے ساتھیوں پر ڈھائے ایک ایک کا بدلہ لیں گے چن چن کر افراد کو تہہ تیغ کریں گے...... اس لیے کہ سبھی فاتح ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی علاقہ فتح کیا جاتا ہے تو فاتح اس علاقے میں سب سے پہلے قتل عام کا حکم دیتا ہے، عورتوں کی عصمتیں نیلام کی جاتی ہیں، بوڑھوں کے سہارے چھینے جاتے ہیں۔ بچوں کو یتیم کیا جاتا ہے، مال واسباب لوٹ لیا جاتا ہے مگر یہاں یہ سب کچھ نہیں ہو رہا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ پرچم تھامے دستے کی قیادت کر رہے ہیں...... آپ ﷺ اپنی خاص اونٹنی ''قصویٰ'' پر سوار

[1] ابوقحافہ کا اصل نام عثمان ہے جب کہ والد کا نام عامر ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

ہیں۔ سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ ہے۔ کاندھے پر سرخ یمنی چادر جس کا ایک سرا سیاہ عمامے کے ساتھ بندھا ہے۔ عجز وانکساری کا یہ عالم ہے کہ کجاوے کی پٹی پر ہی سجدہ ریز ہو کر رب کائنات کا شکر بجا لا رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک دستہ لیط کے مقام کی جانب سے شہر میں داخل ہو چکا ہے۔ اسے معمولی سی مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ مجاہدین کے ایک دستے کے ہمراہ سامنے ہی سے مکہ میں داخل ہوئے ہیں جب کہ آپ ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ ازاخر کے راستے شہر میں داخل ہو کر آگے ہی آگے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔

مکہ میں یہ اعلان بھی کر دیا جا چکا ہے کہ:

ان لوگوں کو پناہ ہے......

جو......ہتھیار ڈال دیں گے۔

جو......ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائیں گے۔

جو......اپنے گھروں کے دروازے بند رکھیں گے۔

جو......مسجد حرام میں داخل ہو جائیں گے۔

مکہ کے باسی اس رعایت سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ گھروں کے دروازے بند کر کے لوگ چھتوں اور جھروکوں سے اسلامی سپاہ کی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا نظارہ کر رہے ہیں آپ ﷺ بڑھتے بڑھتے مقام حیف پر جا ٹھہرتے ہیں......اور پھر جب ہر طرف سکون ہو جاتا ہے تو سوئے کعبہ چل دیتے ہیں۔ سواری کی ہی حالت میں سات مرتبہ طواف کرنے کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کعبۃ اللہ کی چابیاں لے کر دروازہ کھولتے ہیں۔

آہ...... وہ کعبہ جو ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام نے اپنے پاکیزہ ہاتھوں سے اسی واسطے تعمیر کیا تھا کہ یہاں خدا کی کبریائی کا ذکر چھڑے گا......تصویروں اور مورتیوں کا مسکن ہے......آپ ﷺ اندر داخل ہوتے ہیں تو سامنے لکڑی کے بنے ہوئے کبوتروں پر نگاہ پڑتی ہے۔ انہیں اپنے دست مبارک سے توڑتے ہیں۔ دیواروں پر بنی ہوئی فرشتوں کی تصویریں اور مورتیاں صاف کی جاتی ہیں......اب نظروں کے سامنے ایک عجیب تصویر ہے۔ آپ ﷺ حیران ہو جاتے ہیں۔ کعبہ کی بنیاد رکھنے والے ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی تصویر بنا کر ان کے ہاتھوں میں کمانیں تھمائی ہوئی ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے گویا وہ تیر چلانا چاہتے ہیں۔

آپ ﷺ یہ دیکھ کر نہایت دکھ سے فرماتے ہیں:

''خدا ان کافروں کو غارت کرے۔ ان دونوں بزرگوں نے عمر بھر کمان ہاتھ میں نہ اٹھائی۔''

Marfat.com

آپ ﷺ ہاتھ میں تیر اٹھائے ہوئے ہیں اور بتوں کو اس کی ٹھوکر سے گراتے جاتے ہیں۔ کوئی بت پیشانی کے بل گر رہا ہے تو کوئی گدی کے بل اور زبان رسالت ﷺ پر یہ کلمات جاری ہیں:

''جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً. جَاءَ الْحَقُّ وما يبدئ الباطل وَمَا يُعِيدُ...''

(القرآن)

''حق آیا اور باطل نیست و نابود ہوا اور باطل ٹوٹنے والی چیز ہے۔ حق آیا...... باطل کو نہ شروع میں ٹھہرنے کی طاقت ہے نہ آخر میں۔''

اس کام سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کعبہ کا دروازہ بند کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اندر صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ [1] رہ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد کعبہ کے چاروں کونوں کا چکر لگاتے ہوئے اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہیں۔

''لا اله الا الله لا شريك له اشهد ان لا اله الا الله.''

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سامنے اہل قریش کو منتظر پاتے ہیں...... سبھی لوگ اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے بے تاب ہیں...... دل دھڑک رہے ہیں...... نہ جانے کیا فیصلہ سنایا جاتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان

کیسے کیسے ستم گر آج بے بس کھڑے ہیں۔ وہ جو کبھی رسولِ رحمت ﷺ کے قتل کے منصوبے بنایا

[1] حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نام، ابو محمد کنیت والد کا نام حضرت زید رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے۔ انھوں نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی۔ ہجرت کا شرف رسول خدا ﷺ کے ساتھ ہوا۔ فتح مکہ کے معرکہ میں شریک تھے۔ فتح مکہ کے بعد بیت اللہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جلو میں تھے۔ خانہ کعبہ کھلنے کے بعد چاروں آدمی ساتھ داخل ہوئے۔ ان کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضور ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر شاہ بصری کے دربار سے سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آ رہے تھے کہ مقام موتہ پر شرجیل بن عمرو غسانی نے ان کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کے انتقام میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک دستہ بھیجا مگر زید رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ اور ان کے ساتھ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ چناں چہ اپنی وفات سے کچھ دن قبل حضور ﷺ نے ان شہدا کے انتقام کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر لشکر روانہ فرمایا لیکن روانگی کے بعد حضور ﷺ کی بیماری شدید ہو گئی۔ چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رک گئے۔ اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو موتہ کی جانب روانہ کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کامیاب و کامران پلٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر زمانہ میں ۵۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔

Marfat.com

کرتے تھے۔ وہ کہ جنہوں نے مجاہدین پر طرح طرح کے ستم توڑے گلیوں میں گھسیٹا...... انگاروں پر لٹایا۔ اور وہ کہ جنہوں نے اسلام کا نام لینے والوں پر مکہ کی زمین تنگ کر دی۔ جنہوں نے مسلمانوں کو حبش اور مدینہ میں بھی سکون سے نہ رہنے دیا...... سب کے سب اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے منتظر ہیں۔

آپ ﷺ آگے بڑھ کر کعبۃ اللہ کے دروازے کی چوکھٹیں ہاتھ میں پکڑ ا کر اہل قریش پر نگاہ ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اَلَاكُلُّ مَاْثَرَةٍ اَوْدَمٍ اَوْمَالٍ يُدَّعٰى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَ سِقَايَةَ الْحَجَّاجِ''

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام فوجوں کو تنہا نیچا دکھایا...... سن لو۔ تمام مفاخر خون کے تمام دعوے اور مال کے سارے مطالبے میرے قدموں تلے ہیں۔ ہاں مستثنیٰ صرف کعبہ کی کلیہ برادری اور حاجیوں کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّهِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَآءِ النَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ

''قریش کے لوگو! اب جاہلیت کی نخوت اور خاندانی مفاخرت کو اللہ نے مٹا دیا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے تھے۔''

پھر اللہ جلا شانہ کی مقدس آیات سناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ○

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہارے بہت سے قبیلے اور خاندان بنائے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ بے شک اللہ علیم اور خبیر ہے۔''

خطبہ دے چکنے کے بعد آپ ﷺ اہل قریش سے سوال کرتے ہیں:

''اے قریش کے لوگو! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں

Marfat.com

گا۔"

سبھی دھڑکتے دلوں کے ساتھ بیک زبان پکارتے ہیں۔

"اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے ساتھ نیک سلوک کریں گے آپ ہمارے معزز بھائی، معزز بھائی کے صاحبزادے اور بلند شان والے ہیں۔"

حضرت محمد ﷺ اہل قریش کا یہ جواب سنتے ہیں تو فرماتے ہیں؛

"میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی۔ آج تم پر کوئی پکڑ نہیں۔ جاؤ کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔"

کسے خبر تھی...... یوں جان بخشی کر دی جائے گی...... ہر ایک جب اپنے اپنے گناہوں اور کارستانیوں پر نگاہ ڈالتا تو اسے یقین ہو جاتا کہ وہ...... بچ نہ سکے گا...... مگر اب جو آپ ﷺ کی جانب سے عام معافی کا اعلان کیا جاتا ہے تو سبھی خوشی سے دیوانے ہو جاتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں۔ اور حکم دیتے ہیں:

"اذان دو......!"

اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور ہوا کے دوش پر دور تک پھیلتی جاتی ہے...... کتنا سوز...... اور کتنی تاثیر ہے۔ اس اذان میں...... ہر ایک جھوم جھوم اٹھتا ہے۔

"اللہ اکبر... اللہ اکبر ... اللہ اکبر ... اللہ اکبر ... اشھدُ ان لا اِلہَ اِلا اللہ ... اشھدُ ان لا اِلہَ اِلا اللہ... اشھدُ انَّ مُحمّدً رَّسُوْل اللہ ... اشھدُ انَّ مُحمّدً رَّسُوْل اللہ ... حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ ... حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ ... حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ... حَیَّ عَلَی الْفَلَاح... اللہ اکبر... اللہ اکبر ... لا اِلہَ الا اللہ"

"اللہ بہت بڑا ہے...... اللہ بہت بڑا ہے...... اللہ بہت بڑا ہے...... اللہ بہت بڑا ہے...... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں...... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں...... میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں...... میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں...... نماز کی جانب آؤ...... نماز کی جانب آؤ...... نجات کے لیے آؤ...... نجات کے لیے آؤ...... اللہ بہت بڑا ہے...... اللہ بہت بڑا ہے...... اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

Marfat.com

دمِ واپسیں

Marfat.com

یَا اَفضل النّاس انی کُنتُ فی نهر
اَصْبَحتُ منه کمثل المفرد الصادی

''اے وہ ہستی جو تمام انسانوں میں افضل ہے۔ میں پہلے ایک دریا تھا۔ اور اب دریا سے اس شخص کی طرح دور ہو گیا ہوں جو یکہ و تنہا اور پیاسا ہو!''

(حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

جب آنکھیں چھلک پڑیں

ایک لاکھ سے کچھ زائد ہی ہوں گے مجاہدین اسلام، جو رسولِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے ساتھ سوئے مکہ بڑھے چلے آتے ہیں...... کیا جنگ کا ارادہ ہے؟

نہیں مکہ تو فتح ہو چکا اب جنگ چہ معنی دارد؟ قربانی کے جانور اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں کہ مقصد حج بیت اللہ ہے۔ اس ساعت سعی کے پہنچتے پہنچتے زمانے نے کئی کروٹیں بدلیں ہیں۔ فتح مکہ کے بعد ثقیف اور ہوازن کے قبیلوں سے حنین کے مقام پر معرکہ ہوا۔ شام کے ایک سردار شرحبیل عمرو غسانی نے آپ ﷺ کے قافلے کو یہ اطلاع دی کہ قیصر فوج لے کر مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو تین ہزار کی جمعیت نے تبوک کی جانب قیصر کو راہ میں روکنے کے لیے کوچ کیا۔ ان معرکوں کے علاوہ جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور چہار سو اسلام کا اجالا پھیلتا چلا گیا۔

اور اب رسولِ کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مکہ حج کے لیے جا رہے ہیں تو دلوں میں اطمینان کی کیفیت ہے۔ آپ ﷺ اس بات پر رب کا شکر بجا لاتے ہیں کہ فرض پایۂ تکمیل تک پہنچا...... مکہ پہنچتے ہیں تو آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حج کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ طواف کیا جاتا ہے۔ رکوع و سجود اور قربانی کے مرحلے آتے ہیں پھر آپ ﷺ تمام اہل ایمان کو جمع کر کے خطبہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"لوگو! میں خیال کرتا ہوں میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکھٹے نہیں ہوں گے سن لو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں۔ جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو...... اور دیکھو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا! خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنے لگنا...... لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام خون ختم کرتا ہوں پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے۔ یعنی ابن ربیعہ بن حارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا میں معاف کرتا ہوں۔ جاہلیت کا سود ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں

Marfat.com

وہ عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کا ہے۔ وہ سارے کا سارا سود معاف کیا جاتا ہے...... لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کے جسم کو اپنے لیے حلال بنایا۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی اور کو نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی مار دو جو نمودار نہ ہو، عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انہیں اچھی طرح کھلاؤ اور اچھا پہناؤ! عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی نصیحت کرتے رہو کیوں کہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں۔ لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ ہی کوئی امت پیدا ہونے والی ہے خوب سن لو کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوش دلی سے دیا کرو خانہ خدا کا حج بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور وحکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔ یہ کہہ کر ہمہ گوش حاضرین سے سوال فرماتے ہیں۔

''قیامت کے دن تم سے میری بابت دریافت
کیا جائے گا مجھے بتاؤ کہ تم کیا جواب دو گے؟''

محفل میں ایک ایک فرد پکار اٹھتا ہے۔

ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیے آپ ﷺ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا آپ ﷺ نے ہم کو کھرے کھوٹے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ یہ سنتے ہیں تو شہادت کی انگلی فلک کی جانب بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ... اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ... اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ''

''اے اللہ تو گواہ رہ...... اے اللہ تو گواہ رہ...... اے اللہ تو گواہ رہ''

آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوتے ہیں تو اللہ جلا شانہ کی جانب سے ان آیات کا نزول ہوتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا○

(المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور تمہارے

Marfat.com

لیے اسلام کو پسند کیا۔‘‘

آپ ﷺ کی زبان سے جب یہ حکم الٰہی جاری ہوتا ہے تو پاس ہی بیٹھے ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیات کا مفہوم فوراً سمجھ جاتے ہیں وہ جان جاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تو دم واپسیں کا مرحلہ آپہنچا۔ جوں ہی یہ خیال در ذہن پر دستک دیتا ہے تو آنکھوں سے آنسو پھوٹ بہتے ہیں۔

انتخاب

میرے سامنے دنیا کے خزانوں کی چابیاں اس لیے رکھی گئی ہیں کہ میں اس میں ہمیشہ کے لیے رہوں۔ اس کے علاوہ میرے سامنے جنت اور اللہ کی ملاقات بھی رکھی گئی ہے۔ مجھے اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ میں دنیا کے خزانوں یا جنت اور اللہ کی ملاقات میں سے کسی ایک کو اختیار کروں۔

حضرت ابومویہبۃ رضی اللہ عنہ رسولِ کریم حضرت محمد ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہیں تو دل دھک سے رہ جاتا ہے ان الفاظ کا مطلب بھلا کون نہ سمجھے گا......؟ نصف سے زائد رات بیت چکی ہے تھوڑی دیر قبل آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

’’مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اہل البقیع کے لیے دعائے مغفرت کروں۔‘‘

اور یوں آپ ﷺ حضرت ابومویہبۃ رضی اللہ عنہ کو لے کر قبرستان پہنچ گئے۔ اب جو ابومویہبۃ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہیں تو آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیر ہوتی نظر آتی ہے ہمت کر کے عرض کرتے ہیں۔

’’میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ پہلے دنیا کے خزانے اور اس میں ہمیشہ رہنے کو طلب کیجیے اور اس سے سیر ہونے کے بعد جنت بھی مانگ لیجیے۔‘‘

مگر آپ ﷺ فرماتے ہیں

’’نہیں حضرت ابومویہبۃ رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم میں اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو اختیار کر چکا ہوں‘‘

پھر آپ ﷺ ہاتھ بلند کرتے ہیں اور اہل بقیع کے لیے تین مرتبہ دعائے مغفرت فرماتے ہیں۔ دعا سے فارغ ہو کر حضرت ابومویہبۃ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گھر کی جانب چل دیتے ہیں......لیکن صبح جب بیدار ہوتے ہیں تو سر مبارک میں شدید درد محسوس ہونے لگتا ہے۔

دل گداز لمحے

سات مختلف کنوؤں کی مشکوں کا پانی جسم اطہر پر ڈالا جاتا ہے تو رسولِ کریم ﷺ کو کچھ سکون محسوس ہوتا ہے......طبیعت کچھ بہتری دیکھ کر آپ ﷺ سوئے مسجد چل دیتے ہیں...... مسجد میں سبھی جانثار منتظر

Marfat.com

تھے...... جب سے آپ ﷺ بیمار ہوئے ہیں کسی کو بھی ایک پل کے لیے قرار نہیں۔ اب جو آپ ﷺ کو مسجد میں دیکھتے ہیں تو فرط نشاط کی لہریں دوڑ جاتی ہیں...... آپ ﷺ منبر پر بیٹھ کر پہلے شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہیں پھر اپنا رخ انور جانثاروں کی طرف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''تم سے پہلے ایک قوم انبیا اور صلحا کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی تم ایسی حرکت نہ کرنا۔ ان یہودیوں اور نصرانیوں پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے انبیا کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ میرے بعد میری قبر کو ایسا نہ بنانا کہ اس کی پرستش ہو! اللہ کا اس قوم پر سخت غضب ہوتا ہے جس نے انبیا کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں...... دیکھو میں تبلیغ کر چکا...... الٰہی تو اس پر گواہ رہنا...... الٰہی تو اس پر گواہ رہنا۔''

پھر صفیں درست ہوتی ہیں اور نماز ادا کی جاتی ہے نماز سے فارغ ہو کر رسولِ کریم ﷺ ایک مرتبہ پھر اہل ایمان سے خطاب فرماتے ہیں۔

''میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں کہ یہ لوگ میرے جسم کا پیرہن ہیں اور میرے زاد راہ ہیں۔ انہوں نے اپنے واجبات کو پورا کیا اور ان کے حقوق باقی رہ گئے۔ ان سے اچھے افعال والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔''

آپ ﷺ مزید فرماتے ہیں۔

''ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا مگر اس نے آخرت کو ہی پسند کیا۔''

جانثار اپنے آقا کی ایک ایک بات بڑے غور سے سن رہے ہیں اور اب جو یہ الفاظ کانوں میں پڑتے ہیں تو سبھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے یار باوفا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے ضبط کے باوجود آنسو ابل پڑتے ہیں۔

''نہیں نہیں مگر ہم لوگ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آپ (ﷺ) پر قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔''

آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جذبات کا یہ عالم دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

''علی اِسلك یا ابا بکر''

''ابوبکر سہولت سے کام لو۔''

پھر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اس مسجد کے سبھی دروازے بند کر دو صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دو! اس کا مجھ پر بھی احسان ہے۔ میں کسی کو دوست بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اسلامی بھائی

Marfat.com

چارہ اس سے زیادہ فضیلت ہے۔ حتی کہ ہم دونوں خدا کے سامنے ملاقات کریں گے۔''

مسرت کی لہر

نظریں بار بار اٹھتی ہیں اور حجرہ نبوی ﷺ پر جم جاتی ہیں...... نماز کا وقت ہوگیا ہے...... آپ ﷺ آ نہیں رہے انتظار کی گھڑیاں شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی ہیں...... رب کائنات سے اپنے آقا کی صحت کی دعائیں مانگی جا رہی ہیں...... مگر آپ ﷺ کی بجائے حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ [1] حجرہ نبوی ﷺ سے برآمد ہوتے ہیں۔ اہل ایمان کے قریب آ کر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو۔ نماز پڑھائیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچتی ہے تو دل بیٹھ جاتا ہے۔ پریشانی...... سوا ہو جاتی ہے...... صفیں درست ہوتی ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز کی ادائیگی شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رقت کی سی کیفیت طاری ہے...... ادھر آپ ﷺ کی طبیعت بھی کچھ سنبھل چکی ہے۔ اسی لیے تو...... نماز میں شرکت کے لیے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں کہ آقائے دو جہاں آپ ﷺ خود امامت فرمائیں مگر آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''صَلِّ بالناس .''

''نماز پڑھتے رہو۔''

اور رسولِ پاک ﷺ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اہل ایمان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

''صاحبو! آتش بھڑکا دی گئی ہے اور سیاہ ٹکڑوں کی مانند فتنوں نے رخ کر لیا ہے۔ اللہ کی قسم تم میرے ذمے کوئی چیز نہیں لگا سکتے میں نے کوئی چیز حلال نہیں کی کہ بجز اس کے جو قرآن نے حلال کی اور کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا بجز اس کے کہ جسے قرآن نے حرام قرار دیا۔''

آپ ﷺ کی حالت سنبھلی دیکھ کر سبھی کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

اللّٰھم رفیق الاعلیٰ

سب خوش ہیں کہ آقا ﷺ کی صحت اب پہلے سے بہتر ہے مگر کسے معلوم...... کہ آخری لمحات آ چکے ہیں...... رب کائنات سے ملاقات کا وقت آ پہنچا ہے۔ حجرہ کے اندر آپ ﷺ بستر پر دراز ہیں

[1] حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ قریشی اسدی ہیں ان کا شمار مدینہ والوں میں ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پشت سے سہارا دے رکھا ہے۔ پانی کا پیالہ پاس ہی دھرا ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں

Marfat.com

کے بعد پانی میں ہاتھ بھگو کر چہرہ مبارک پر مل لیتے ہیں۔جسم اطہر کالے رنگ کے کمبل سے ڈھانپ رکھا ہے۔ جس سے کبھی چہرہ انور کو ڈھانپتے ہیں تو کبھی رخ اقدس سے کمبل ہٹا دیتے ہیں۔زبان سے یہ الفاظ جاری ہیں۔

''لا الہ الا اللہ ان للموت مسکرات''

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں موت میں تلخی ہوا ہی کرتی ہے۔''

اتنے میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ آپہنچتے ہیں انہوں نے ہاتھ میں مسواک اٹھا رکھی ہے۔ آپ ﷺ کی نظریں جو مسواک پر پڑتی ہیں تو مسواک استعمال کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ جاتی ہیں۔مسواک حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر اپنے دانتوں سے نرم کرتی ہیں اور آپ ﷺ کے حوالے کرتی ہیں۔آپ ﷺ مسواک کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

''اَللّٰھُمَّ الرفیق الاعلیٰ''

اس کے ساتھ ہی ہاتھ لٹک جاتا ہے اور آنکھوں کی پتلیاں اوپر اٹھ جاتی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

دم بخود

خدا کے رسول ﷺ رحلت فرما گئے۔

کیا کہا......خدا کے رسول ﷺ رحلت فرما گئے......؟نہیں نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا......!

جس کے کانوں میں یہ خبر پہنچتی بوکھلا جاتا ہے اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کوئی کہتا ہے۔

''محمد(ﷺ) وفات پا گئے۔''

تو شدت جذبات سے پکار اٹھتے ہیں۔

''نہیں! بلکہ منافقین یہ کہہ رہے ہیں کہ محمد(ﷺ) وفات پا گئے۔حالاں کہ اللہ کی قسم آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے رب کی جانب گئے ہیں۔جس طرح موسیٰ(علیہ السلام) گئے تھے موسیٰ(علیہ السلام) چالیس رات تک اپنی قوم سے غائب رہے اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ مر گئے مگر بعد میں اپنی قوم میں پلٹ آئے تھے۔اللہ کی قسم رسول اللہ(ﷺ) بھی اسی طرح پلٹ آئیں گے جس طرح موسیٰ(علیہ السلام) پلٹ آئے تھے۔پھر ان لوگوں کے ہاتھ اور زبانیں کاٹی جائیں گی جو یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ(ﷺ) وفات پا گئے ہیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بپھرے ہوئے جذبات مسجد کے دروازے میں کھڑے سن رہے ہیں ٹوٹا ہوا دل ہے اور ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے ہیں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے حجرہ نبوی ﷺ میں داخل

Marfat.com

ہوتے ہیں...... سامنے آپ ﷺ کا جسد مبارک پڑا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کپڑا اٹھا کر چہرہ اقدس پر بوسہ دینے کے بعد فرماتے ہیں۔

''میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان! جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کے مقدر میں لکھی تھی وہ آ گئی...... اس کے بعد آپ کبھی بھی موت کی تکلیف نہیں اٹھائیں گے۔''

پھر آپ (ﷺ) کے رخ انور کو کپڑے سے ڈھانپ کر نم آلود آنکھوں اور بوجھل قدموں سے مسجد میں داخل ہوجاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبات کا اب بھی وہی عالم ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے دلگیر انداز میں فرماتے ہیں۔

''صاحبو! جو لوگ محمد (ﷺ) کی بندگی کرتے تھے وہ جان لیں کہ محمد (ﷺ) وفات پا گئے لیکن جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں بے شک اللہ تو زندہ ہے وہ کبھی مرنے والا نہیں۔''

پھر قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرماتے ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِيْبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۝

(آل عمران: ١٤٤)

''اور محمد (ﷺ) اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں...... ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر محمد (ﷺ) وصال فرمائیں گے یا شہید کر دیے جائیں گے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ وہ اللہ کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچائے گا...... اور اللہ تو شکر گزاروں کو عنقریب جزائے خیر دے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتے ہیں تو دم بخود رہ جاتے ہیں اب انہیں بھی یقین ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ وفات پا گئے ہیں...... غسل اور نماز جنازہ کے بعد رحمۃ للعالمین ﷺ کی تدفین حجرہ پاک میں ہی کی جاتی ہے۔[1]

''عليه بناءٌ من صفيحٍ منقدٌ.''

''لحد ہوگی جس نے ایک پاک وطیب ہستی کو اپنے اندر لیا ہے اور جسے اوپر چوڑے پتھروں کو تہہ بہ تہہ رکھ کر بند کر دیا گیا۔''

''وَاهَستْ بلادُ الْحرم رحشا بقا عها نفيبة ماكانت من الوحى تُعهَرُ فِقارٍاسِولى

[1] حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی قبر کھودی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو لحد مبارک میں اتارا۔

Marfat.com

معمورۃ اللحد ھنا فھا نقیدٌ یبُکیّہ بلاطٌ وغرقدٌ.''

''مکہ اور مکہ کے قرب وجوار کے تمام مقامات سنسان ہو گئے اس اُمی کے غائب ہو جانے کی وجہ سے جس کے یہ جانثار عادی ہو گئے تھے۔ یہ سب ویران ہو گئے بجز اس آباد لحد کے جس میں ہم سے کم ہونے والا شخص جا کر ٹھہرا ہے جس پر شجر و حجر رو رہے ہیں۔''

''نجودی علیہ بالُاموع داعولی لفقدالّذی لا مثلُلہ الدھرَیُوجَدُ.''

''پس تو ان آنسوؤں کی اچھی طرح سخاوت کر اور اسی ہستی کے فقدان پر چیخیں مار کر رو جس کی مثال زمانہ بھر میں نہیں پائی جا سکتی......''

Marfat.com

المختصر

Marfat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوۃ حسنۃ.

(القرآن)

تمہارے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

Marfat.com

سوانح حیات ایک نظر میں

ولادت	۹ ربیع الاول	۱ھ عام الفیل	۲۲ اپریل ۵۷۱ء

(بمطابق طبری وابن خلدون ۱۲ ربیع الاول)

حلیمہ رضی اللہ عنہا سعدیہ کی گود میں	بہ عمر چار ماہ	۱ھ عام الفیل	۵۷۱ء
دوبارہ آغوش مادر میں	بہ عمر ۵ برس	۶ عام الفیل	۵۷۲ء
والدہ ماجدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کی رحلت	بہ عمر ۶ برس	۷ھ عام الفیل	۵۷۷ء
دادا عبدالمطلب کا انتقال	بہ عمر ۸ برس	۹ھ عام الفیل	۵۷۹ء
پہلا تجارتی سفر شام کی طرف	بہ عمر ۱۲ برس	۱۳ھ عام الفیل	۵۸۳ء
جنگ فجار میں شرکت	بہ عمر ۱۵ برس	۱۶ھ عام الفیل	۵۸۴ء
حلف الفضول میں شرکت	بہ عمر ۱۶ برس	۱۷ھ عام الفیل	۵۸۷ء
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	بہ عمر ۲۵ برس	۲۴ھ عام الفیل	۵۹۶ء
قوم کی جانب سے ''الامین'' کا خطاب	بہ عمر ۳۰ برس	۳۱ھ عام الفیل	۶۰۱ء
تنصیب حجر اسود کا واقعہ	بہ عمر ۳۵ برس	۳۶ھ عام الفیل	۶۰۶ء
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمہ داری	بہ عمر ۳۵ برس	۳۶ھ عام الفیل	۶۰۶ء
غار حرا میں عبادت میں مشغولیت کا آغاز	بہ عمر ۳۷ برس	۳۸ھ عام الفیل	۶۰۸ء
بعثت......وحی کا آغاز	بہ عمر ۴۰ برس	۴۱ھ عام الفیل	۶۱۱ء
فرضیت نماز فجر وعصر دو، دو رکعت	بہ عمر ۴۰ برس	۴۱ھ عام الفیل	۶۱۱ء
خفیہ دعوت کا آغاز	بہ عمر ۴۱ برس	۱ھ نبوی	۶۱۲ء
چالیس لوگوں کا قبول اسلام	بہ عمر ۴۳ برس	۳ھ نبوی	۶۱۴ء
اعلان عام	بہ عمر ۴۳ برس	۳ نبوی	۶۱۴ء
حبش کی جانب صحابہ کو ہجرت کا حکم	بہ عمر ۴۵ برس	۵ نبوی	۶۱۶ء
حضرت عمر وحمزہ رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام	بہ عمر ۴۶ برس	۶ نبوی	۶۱۷ء

Marfat.com

شعب ابی طالب میں محصوری	بہ عمر ۴۷ برس	۷ نبوی	۶۱۸ء
مقاطعہ کا خاتمہ	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
چچا ابو طالب کی رحلت	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
طائف کی جانب سفر	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
واقعہ معراج	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
نماز پنجگانہ فرضیت	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
مدینہ اسلام کا آغاز	بہ عمر ۵۰ برس	۱۰ نبوی	۶۲۱ء
مدینہ کے ۱۶ افراد کا قبول اسلام	بہ عمر ۵۱ برس	۱۱ نبوی	۶۲۲ء
مدینہ کے ۱۲ افراد کا قبول اسلام	بہ عمر ۵۲ برس	۱۲ نبوی	۶۲۳ء
مدینہ ۷۵ افراد کا قبول اسلام	بہ عمر ۵۳ برس	۱۳ نبوی	۶۲۴ء
ہجرت مدینہ	بہ عمر ۵۳ برس	۱۳ نبوی	۶۲۴ء
مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سنگ بنیاد	بہ عمر ۵۴ برس	۱ نبوی	۶۲۵ء
مواخات مہاجرین وانصار	بہ عمر ۵۴ برس	۱ ہجری	۶۲۵ء
دفاع کی جانب توجہ	بہ عمر ۵۵ برس	۱ ہجری	۶۲۵ء
حکم جہاد	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
غزوہ دوان	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
کرز بن جابر فہری کا مدینہ پر شب خون	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
عمرو حضرمی کے قافلے سے تصادم	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
تحویل قبلہ	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
روزوں کی فرضیت	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
نماز عید الفطر اور صدقہ فطر کی ادائیگی کا حکم	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
غزوہ بدر	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء
بنو قینقاع کا محاصرہ	بہ عمر ۵۵ برس	۲ ہجری	۶۲۶ء

Marfat.com

غزوۂ احد	بہ عمر ۵۶ برس	۳ ہجری	۶۲۷ء
حادثۂ رجیع	بہ عمر ۵۷ برس	۴ ہجری	۶۲۸ء
غزوۂ بدر الاخریٰ	بہ عمر ۵۷ برس	۴ ہجری	۶۲۸ء
غزوۂ دومتہ الجندل	بہ عمر ۵۸ برس	۵ ہجری	۶۲۹ء
غزوۂ المصطلق	بہ عمر ۵۸ برس	۵ ہجری	۶۲۹ء
واقعۂ افک	بہ عمر ۵۸ برس	۵ ہجری	۶۲۹ء
غزوۂ خندق	بہ عمر ۵۸ برس	۵ ہجری	۶۲۹ء
بنو قریظہ کی سرکوبی	بہ عمر ۵۸ برس	۵ ہجری	۶۲۹ء
صلح حدیبیہ	بہ عمر ۵۹ برس	۶ ہجری	۶۳۰ء
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	بہ عمر ۵۹ برس	۶ ہجری	۶۳۰ء
شاہوں کو دعوت اسلام	بہ عمر ۶۰ برس	۷ ہجری	۶۳۱ء
غزوۂ خیبر	بہ عمر ۶۰ برس	۷ ہجری	۶۳۱ء
عمرۃ القضاء	بہ عمر ۶۰ برس	۷ ہجری	۶۳۱ء
غزوۂ موتہ	بہ عمر ۶۰ برس	۷ ہجری	۶۳۱ء
معاہدۂ حدیبیہ کی تنسیخ	بہ عمر ۶۱ برس	۸ ہجری	۶۳۲ء
فتح مکہ	بہ عمر ۶۱ برس	۸ ہجری	۶۳۲ء
طائف کا محاصرہ	بہ عمر ۶۱ برس	۸ ہجری	۶۳۲ء
فرزند رسول ﷺ ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال	بہ عمر ۶۱ برس	۸ ہجری	۶۳۲ء
غزوۂ تبوک	بہ عمر ۶۲ برس	۹ ہجری	۶۳۳ء
مسجد ضرار کا جلایا جانا	بہ عمر ۶۲ برس	۹ ہجری	۶۳۳ء
وفود کی آمد	بہ عمر ۶۲ برس	۹ ہجری	۶۳۳ء
فرضیت حج	بہ عمر ۶۲ برس	۹ ہجری	۶۳۳ء
حجۃ الوداع اور آخری خطبہ	بہ عمر ۶۳ برس	۱۰ ہجری	۶۳۴ء
علالت اور وصال	بہ عمر ۶۳ برس	۱۱ ہجری	۶۳۵ء

Marfat.com

سلسلہ نسب

رسولِ کریم ﷺ کا سلسلہ نسب

محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضیر بن کنانہ بن خزیمۃ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد عدنان بن عدو بن المقوم بن تارح بن یشجب بن یعرب بن نابت بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کا شجرہ نسب

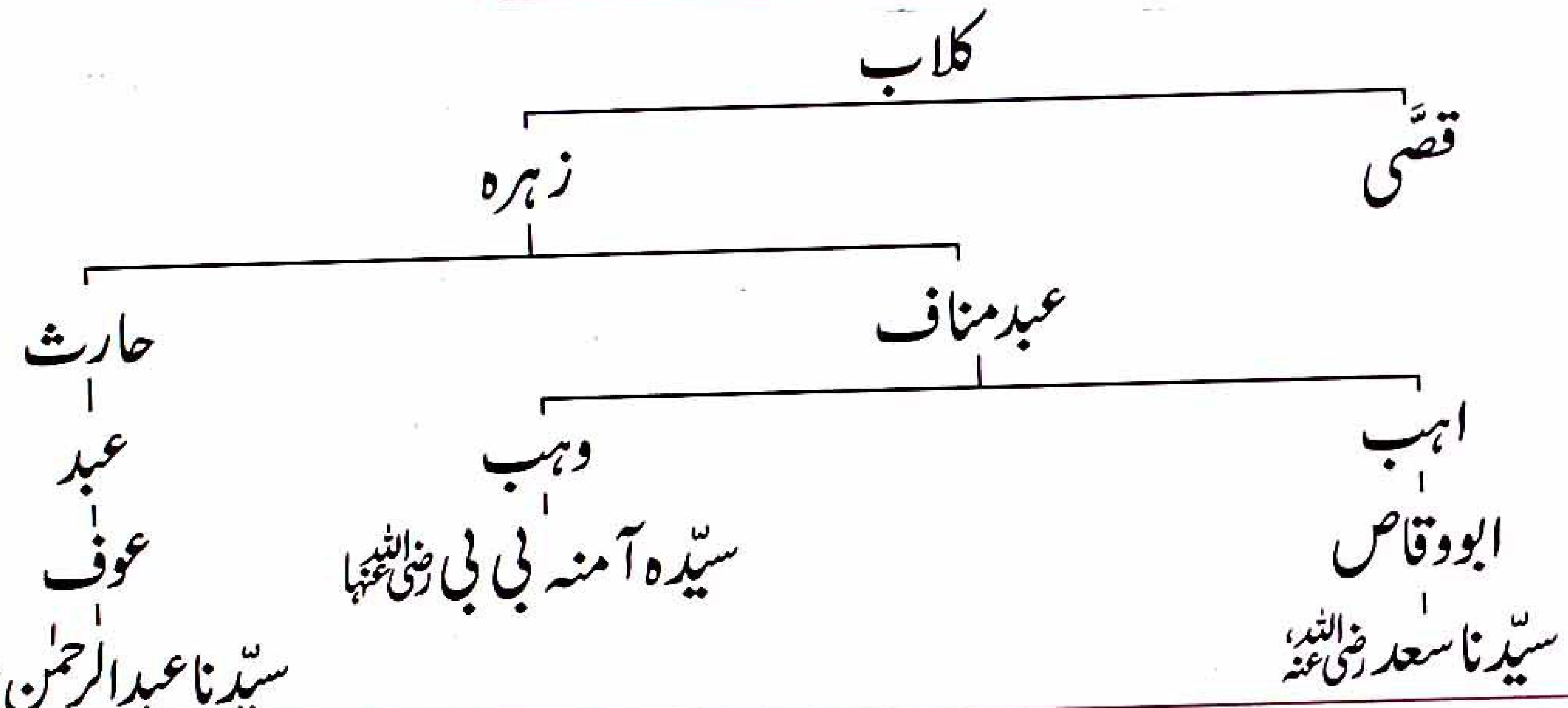

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور سیّدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کا سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے نسبی تعلق

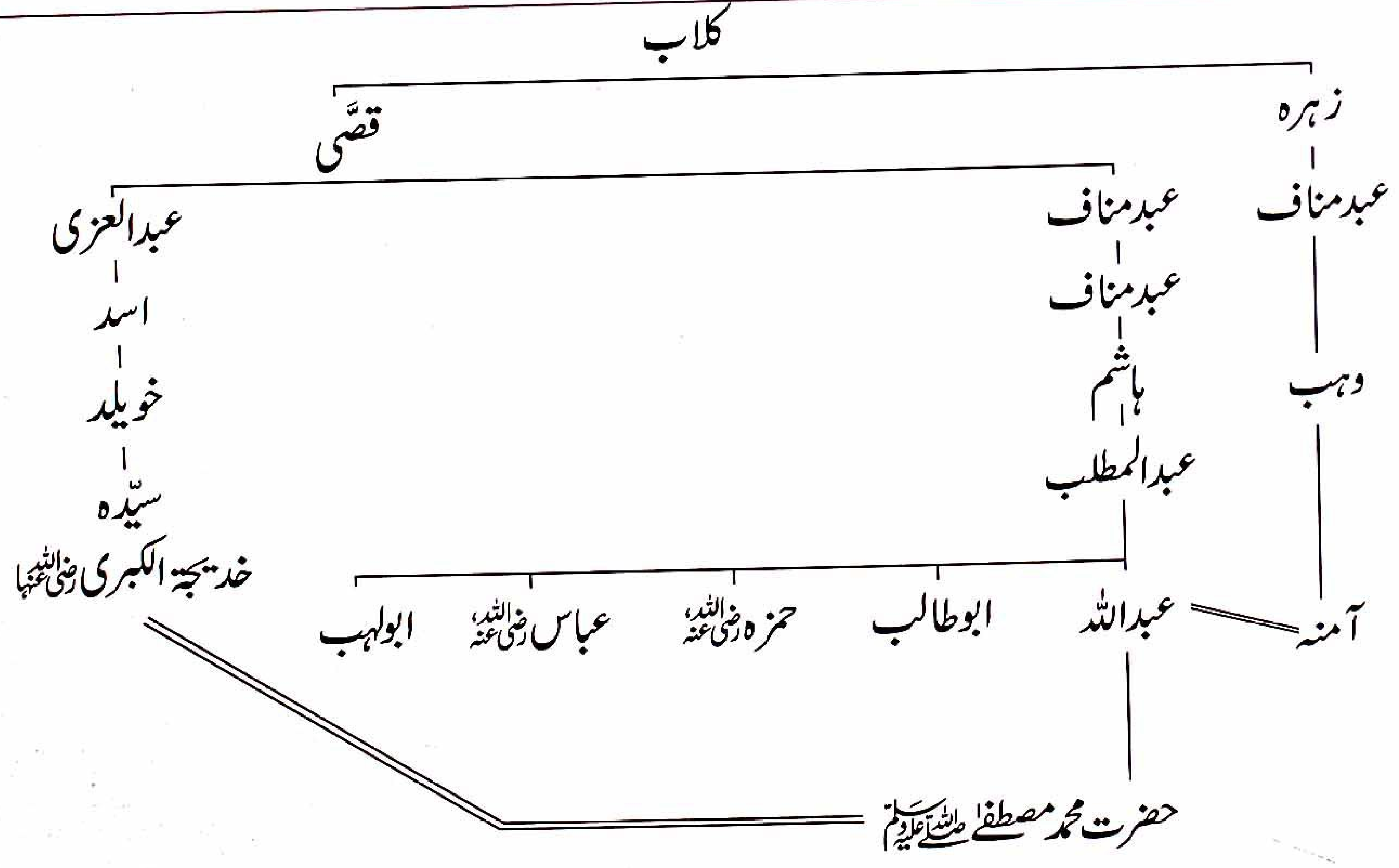

Marfat.com

معرکے

مختلف معرکوں میں مجاہدین اسلام اور کفار کی تعداد:

	مجاہدین	مشرکین
غزوہ بدر	۳۱۳	۱۰۰۰
غزوہ احد	۷۰۰	۳۰۰۰
غزوہ احزاب	۳۰۰۰	۱۰۰۰۰
صلح حدیبیہ	۱۴۰۰	کفارمکہ
غزوہ خیبر	۱۲۲۰	۱۰۰۰۰
سریہ موتہ	۳۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
فتح مکہ	۱۰۰۰۰	کفارمکہ
غزوہ حنین، اوطاس یاہوازن	۱۲۰۰۰	بنوہوازن، بنوثقیف، بنوحضر، بنوخسم وغیرہ
غزوہ طائف	۱۲۰۰۰	بنوثقیف
غزوہ تبوک	۲۰۰۰۰	قیصر ہرقل

عہد نبوی ﷺ کے شہدا، مقتولین، مجروحین اور قیدی

مسلمان	قیدی ۱	زخمی ۱۲۷	مقتول ۲۵۹	کل ۳۸۷
مخالف	قیدی ۶۵۶۴	......	مقتول ۷۵۹	کل ۷۳۲۳
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰

امہات المومنین

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد قرشیہ...... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت حذیفہ المغیرہ ...... حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خذیفہ بن حارث...... حضرت رملہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش ام الحکم...... حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت نفریہ...... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ابی ضرار...... حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالی بن حزن۔

آل رسول ﷺ

چار لڑکیاں...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا ...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ...... حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا...... حضرت

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا...... لیکن لڑکوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں...... لیکن بعض نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیب رضی اللہ عنہ اور پانچویں حضرت طاہر رضی اللہ عنہ اس طرح پانچ ہوئے...... بعض کہتے ہیں حضرت طاہر رضی اللہ عنہ اور حضرت طیب رضی اللہ عنہ دونوں ایک ہی صاحبزادے کے نام ہیں۔ اس طرح چار ہوئے اور بعض نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کے نام طاہر وطیب تھا اس طرح تین لڑکے ہوئے اور بعضوں نے دو اور لڑکوں مطیب اور مطہر کے نام بھی بتائے ہیں لکھا ہے کہ مطیب اور طیب ایک ساتھ پیدا ہوئے طاہر اور مطہر ایک ساتھ...... اس طرح سات لڑکے ہوئے لیکن اکثر کی تحقیق اول الذکر تین ہی صاحبزادے ہیں۔

آپ ﷺ کے چچا

حارث بن عبدالمطلب...... زبیر بن عبدالمطلب...... ابوطالب...... ابولہب...... حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ...... عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ...... قثم بن عبدالمطلب...... محجل بن عبدالمطلب...... فراد بن عبدالمطلب...... قام بن عبدالمطلب...... الغیداق بن عبدالمطلب...... مقوم بن عبدالمطلب......

آپ ﷺ کے داماد

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ...... حضرت محمد ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ...... حضرت محمد ﷺ کی چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت ابوالعاص بن اربع رضی اللہ عنہ...... یہ حضرت محمد ﷺ کی بڑی صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

آپ ﷺ کے نواسے اور نواسیاں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ...... حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ...... حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ...... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عثمان رضی اللہ عنہ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ...... حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ کے خدام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (دس برس تک خادم رہے)...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (خچر ہانکتے بعد میں والی مصر بنے)...... حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ (اونٹ ہانکتے)...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ (وفود کے اخراجات کا سامان ان کے پاس رہا)...... حضرت سعد لولی ابی کعب رضی اللہ عنہ...... حضرت ایمن بن

Marfat.com

عبیدہ رضی اللہ عنہا...... حضرت معیقب رضی اللہ عنہ (مہر والی انگوٹھی ان کے پاس ہوتی)...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (اصل نام حضرت جندب بن جنادہ)۔

آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ...... حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ...... حضرت ثوبان بن نجدہ رضی اللہ عنہ (کنیت حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ)...... حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ...... مشقران رضی اللہ عنہ (اصل نام حضرت صالح بن عدی رضی اللہ عنہ)...... حضرت رباح نوبی رضی اللہ عنہ...... حضرت میاد نوبی رضی اللہ عنہ...... حضرت مدعم رضی اللہ عنہ...... حضرت کرہ نوبی رضی اللہ عنہ...... حضرت الحبشہ رضی اللہ عنہ (کنیت ابوحادیہ)...... حضرت مسقیہ بن فروع رضی اللہ عنہ...... حضرت السنہ رضی اللہ عنہ...... حضرت افلح رضی اللہ عنہ...... حضرت زکران رضی اللہ عنہ...... حضرت ابوموبیہ رضی اللہ عنہ...... حضرت ابورخصتی رضی اللہ عنہ (شاہ مصر نے تحفہ بھیجا تھا)...... حضرت سندر رضی اللہ عنہ......اور...... حسنین رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ کے مقرر کردہ موذن

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ...... ابن ام کلثوم قرشی انصاری...... حضرت سعد القراظ رضی اللہ عنہ...... حضرت ابومحذروہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ (اوس)

آپ ﷺ کا اسلحہ

آپ ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

”ماثور...... العضب...... القلعی...... الصمصامہ...... الخیف...... الرسوب...... المخدم...... الغضیب...... ذوالفقار۔“

آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں نام کچھ یوں ہیں۔

”ذات الفضول...... ذات الوشاح...... ذات الحواشی...... السغریہ...... الفضہ...... البسترا ء...... الخرنق......“

آپ ﷺ کے پاس دو ڈھالیں تھیں۔

الالزلوق...... الفتق

اور آپ ﷺ کے پاس سات نیزے تھے۔

بڑے نیزے...... المثولی...... المثنیٰ...... چھوٹے نیزے...... البعہ...... البیضا...... الغزہ...... المہر...... النمر

آپ ﷺ کے پاس دو خود تھے نام حسب ذیل ہیں۔

ذوالموشح...... ذوالمیوع

Marfat.com

عشرہ مبشرہ

وہ خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جنہیں رسولِ کریم ﷺ نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ...... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ...... حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ...... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ...... حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ...... حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ...... حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

خطبات

Marfat.com

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ۔

(النحل: ۱۲۵)

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔''

Marfat.com

تم میں سے کون ہے؟ [1]

''صاحبو! ...... میں تم سب کے لیے دنیا و آخرت کی نجات لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب کے سارے ملک میں کوئی بھی اس سے بہتر اور افضل چیز اپنی قوم کے لیے لایا ہو! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتاؤ...... تم میں سے کون ہے جو میرا حکم ساتھ دے گا......''

مصمم ارادہ [2]

''سب تعریف اس اللہ کی ہے۔ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور وہی رب اور معبود حقیقی ہے...... وہ اکیلا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں...... اے لوگو! ...... اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب لا کر رکھ دو...... تو میں اپنے دین کی اشاعت سے باز آنے والا نہیں ہوں!''

نجات کی راہ [3]

''صاحبو! میں تم کو ایک ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں جو بس آنے ہی والا ہے۔ اور اے لوگو......! تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دو...... نجات پا جاؤ گے۔''

جنت یا جہنم [4]

''قافلے کا چارہ گر اپنے ہمراہیوں کو جھوٹی خبر کبھی نہیں دیتا۔ اللہ کی قسم اگر میں سب لوگوں سے جھوٹ کہنے پر تیار ہو جاتا۔ تب بھی تم سے خلاف واقعہ بات نہ کرتا اور اگر سب لوگوں کو دھوکا دینے پر آمادہ ہو بھی جاتا تو تم کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالتا...... اس اللہ کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے۔ کہ میں تمہاری طرف خصوصاً اور باقی لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بخدا...... تم کو اک دن ضرور مرنا ہے۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے روز سوتے ہو اور بلاشبہ زندہ ہونا ہے۔ جیسا

---

[1] آغاز دعوت میں اہل خانہ سے حضور اکرم ﷺ کا خطاب۔

[2] سرداران قریش سے خطاب۔

[3] کوہ صفا پر اہل مکہ سے خطاب۔

[4] قریش کے سامنے ایک اور خطبہ۔

Marfat.com

کہ روز خواب سے بیدار ہوتے ہو...... اور تمہارے اعمال کا ضرور محاسبہ ہوگا۔ نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی مل کر رہے گی۔ اس وقت یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ملے گی یا ابدی جہنم۔''

کامیاب شخص ❶

''بے شک تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد کا طالب ہوں...... اور ہم سب اس کے دامن میں اپنی نفسانی شرارتوں اور عمل کی خرابیوں سے پناہ چاہتے ہیں...... جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اور جسے اللہ راہ راست پر لائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے۔ جس کے دل میں اللہ نے اس کتاب کے محاسن آراستہ کیے اور کفر کے بعد اس کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی اور دنیاوی باتوں کو چھوڑ کر اس نے اللہ کا کلام پسند کیا۔ وہ بلاشبہ کامیاب ہوا۔ کیوں کہ اللہ کا کلام سب سے سچا اور زیادہ پر اثر ہے۔ جو اسے دوست رکھتا ہے۔ اسے تم بھی دوست رکھو۔ اور اللہ کے ساتھ دلی محبت پیدا کرو۔ اور اس کا کلام پڑھنے اور نام لینے سے ملول نہ ہو۔ نہ تمہارے دل اس طرف سے سخت ہوں۔ پس اللہ ہی کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اس سے پورے پورے ڈرتے رہو۔ اور اپنے نیک اعمال کی تصدیق زبان سے کیا کرو...... زبان کو قابو میں رکھو اور رحمت خداوندی کے واسطے سے آپس میں پیار و محبت سے رہو۔''

یاد رکھو! ❷

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس ہی سے مدد اور بخشش اور رہنمائی چاہتا ہوں، میرا ایمان اسی پر ہے، میں نافرمانی نہیں کرتا اور نہ ہی نافرمانی کرنے والوں کو پسند کرتا ہوں...... میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ واحدہ ہے، بے مثل ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اسی نے مجھ کو ہدایت نور اور نصیحت دے کر اس زمانہ میں بھیجا۔ مدتوں سے نبیوں کا سلسلہ بند ہے۔ علم گھٹ گیا ہے اور گمراہی بڑھ گئی ہے۔ وہ آخری زمانہ اور قیامت کے اور موت کے نزدیکی زمانہ میں بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہی گمراہ ٹھہرا اور اعلیٰ مقام سے گرا۔ اور سخت گمراہی میں مبتلا ہوا۔

❶ اہل ایمان سے خطاب۔ ❷ مقام قباء پر پہلا خطبہ جمعہ۔

Marfat.com

مسلمانو! میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں اور بہترین تاکید وہ ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آخرت کے لیے آمادہ کرے۔ اور تقویٰ کی وصیت کرے۔

اے لوگو! اللہ نے جن باتوں سے منع فرمایا ہے۔ ان سے رک جاؤ۔ اس سے بہتر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ ہی کوئی ذکر...... یاد رکھو آخرت کے بارے میں تقویٰ بہترین مددگار ثابت ہوگا اور جب کوئی اپنا اور خدا کا معاملہ ظاہر اور باطن میں درست رکھے گا تو ایسا کرنا اس کے لیے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد ذخیرہ بن جائے گا۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اللہ نے فرمایا ہے کہ ''انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے الگ رکھے جائیں''۔ خدا تم کو اپنی جانب سے ڈراتا ہے۔ اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اور جس نے خدا کے احکام کو سچ جانا اور اپنے وعدہ کو ایفا کیا ارشاد الٰہی ہے کہ ''ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی''...... ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے...... مسلمانو! ...... موجودہ اور آیندہ خفیہ اور علانیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو...... کیوں کہ تقویٰ والوں کی برائیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں۔ جو بہت بڑی مراد کو پہنچیں گے۔ اور تقویٰ اللہ کی بیزاری، اللہ کے غصے اور اللہ کے عذاب کو دور کرتا ہے۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری چہرہ کو منور۔ اللہ کو خوش اور درجات کو بلند کرتا ہے۔ مسلمانو! ...... زندگی سے اپنا حصہ ضرور لو مگر حقوق الٰہی میں کوتاہی نہ کرو خدا نے اس لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی۔ اور اپنا راستہ دکھلایا کہ سچوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔

اے لوگو......! خدا نے تمہارے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو اور جو خدا کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو۔ اور اللہ کے دین کے لیے پوری ہمت اور کوشش کرو۔ اللہ نے تم کو چن لیا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا بھی صریح نشانیوں کے ساتھ ہلاک ہوں اور زندہ رہنے والا بھی کھلی دلیلوں سے زندہ رہیں۔ یہ سب اللہ کی مدد سے ہے۔

لوگو...... اللہ کو یاد کرو...... اور آنے والی زندگی کے لیے عمل کرو۔ اس لیے جو بھی اپنا اور اپنے اللہ کا معاملہ اچھا کر لیتا ہے اللہ اس کا اور اپنے بندوں کے معاملات درست فرمایا کرتا ہے......... اللہ اپنے حکموں کو چلاتا ہے اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کوئی زور نہیں......... اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ عظیم الشان ہے اس کے علاوہ کوئی قوت و طاقت نہیں۔''

Marfat.com

نیکی کا بدلہ ❶

''اے لوگو! تم اپنے لیے اپنا سامان کر رکھو۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا جب تم اپنے ہوش وحواس کھو چکو گے۔ اور اپنی دولت سے منہ موڑ چکو گے۔ جس کا کوئی نگہبان نہیں ہوگا...... پھر خدا اور اس کے درمیان کوئی سفیر نہ ہوگا، نہ کوئی واسطہ...... نہ دربان ہے جو روکے...... اللہ اس سے کہے گا کہ کیا میرا پیامبر تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ اور میں نے تم کو دولت نہیں دی تھی۔ اور ضرورت سے زیادہ عطا نہیں کیا تھا...... تو بتا تو نے آج کے لیے کیا کر رکھا ہے۔ اس وقت بندہ اپنے دائیں دیکھے گا اس کچھ نظر نہ آئے گا۔ اس کے سامنے جہنم کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ پس جس کو طاقت ہو وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائے۔ اگرچہ ایک ٹکڑا کھجور ہی سے کیوں نہ ہو...... اور کوئی اس سے بھی معذور ہو تو اچھی اور خوش اخلاقی کی ہی بات کہے۔ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سو گنا تک دیا جائے گا۔''

تم گمراہ تھے تو...... ❶

''صاحبو! تم کہہ سکتے ہو کہ جب لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا تو ہم نے تمہارا ساتھ دیا...... جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی، ...... تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ...... اے محمد...... تم مفلس آئے تھے ہم نے مال دار کیا تم تنہا تھے ہم نے ساتھ دیا...... لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے...... کہ تم گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعے تم کو ہدایت بخشی۔ تم جدا جدا تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو ایک کیا۔ تم تنگ دست تھے خدا نے تم کو دولت مند کیا۔''

وہی معاف کرنے والا ہے ❶

''صاحبو! سب سے سچی کتاب اللہ کی کتاب ہے، سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقویٰ کی بات ہے۔ سب سے بہترین ملت، ابراہیم کی ملت ہے۔ سب سے بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے۔ سب سے بہترین ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ سب واقعات سے پاکیزہ کتاب قرآن ہے، بہترین کام اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کے کام ہیں۔ سب سے برا کام بدعت ہے۔ انبیا کا طریقہ سب طریقوں سے اعلیٰ ہے۔ شہدا کی موت سب اموات سے اعلیٰ ہے۔ سب سے بڑی گمراہی وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد آئے۔ اعمال میں

---

❶ غزوہ حنین کے موقع پر خطاب۔
❷ غزوہ تبوک کے موقع پر خطاب۔
❸ غزوہ تبوک کے موقع پر خطاب۔

Marfat.com

وہ عمل بہتر ہے جو نفع بخش ہو۔ بہترین روش وہ ہے۔ جس پر لوگ چل سکیں۔ بدترین گمراہی دل کی گمراہی ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تھوڑا اور کافی مال اس زیادہ مال سے بہتر ہے۔ جو اللہ سے غافل کردے۔ بدترین معافی وہ ہے جو موت کے وقت مانگی جائے۔ بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت میں ہوگی۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو جمعہ کو آتے ہیں لیکن ان کے دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔ سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔ سب سے بڑی مال داری دل کی مال داری ہے۔ سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔ خدا کا خوف عقل مندی کا سرمایہ ہے۔ شک پیدا کرنا کفر ہے۔ یقین دل میں رکھنے کی چیز ہے۔ آواز اور نوحے سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔ چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے۔ نشہ میں ہونا آگ میں پڑنا ہے۔ شعر ابلیس کا حصہ ہے۔ شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔ بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑتا ہے۔ اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو۔ عمل کا سرمایہ اس کا حسن خاتمہ ہے۔ بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔ جو بات ہونے والی ہے۔ وہ بہت قریب ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔ مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔ مومن کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کے غضب کو آواز دینا ہے۔ مومن کا مال ایسا ہی حرام ہے۔ جیسا کہ اس کا خون۔ جو اللہ سے تکبر کرتا ہے اللہ اس کو فنا کر دیتا ہے۔ جو کسی کے عیب چھپاتا ہے۔ اللہ اس کے عیب چھپائے گا۔ جو معاف کرتا ہے اسے معافی دی جاتی ہے۔ جو غصہ کو پی جاتا ہے۔ خدا اسے اجر دیتا ہے۔ جو چغلی کھاتا ہے خدا اسے بدنام اور رسوا کرتا ہے۔ جو صبر کرتا ہے اللہ اس کو اجر دیتا ہے۔ جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اسے عذاب دیتا ہے جو نقصان پر صبر کرتا ہے۔ خدا اس کا نقصان پورا کر دیتا ہے......

لوگو...... خدا سے معافی مانگو وہی معاف کرنے والا ہے۔''

پہلا سوال

''قیامت میں سب سے پہلے جس نعمت کی بابت سوال ہوگا۔ وہ یہ ہوگا کہ...... میں نے تم کو صحت اور حسن صورت نہیں دی تھی......؟ ...... اور ...... تجھ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا......؟ ......سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ پس اس سے تقدیر لکھنے کو کہا۔ اور سب سے پہلی پر لوح محفوظ میں یہ لکھی گئی۔

1 اہل ایمان سے ایک اور خطاب۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بے شک میں ہی خدا ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ جس نے میرے فیصلوں کے آگے سر جھکا دیا وار میری آزمائشوں پر صبر کیا۔ اور جو میرے حکموں پر راضی ہوا۔ اس کو میں ''صدیق'' لکھوں گا۔''

قیامت میں سب سے پہلے شہید کا معاملہ پیش ہوگا۔ جس نے ناموری کے لیے جان دی ہوگی۔ اسے کہا جائے گا کہ تو نے کیوں جان دی تھی۔ وہ کہے گا اے خدا صرف تیرے لیے...... کہا جائے گا جھوٹ کہتا ہے۔ اس کو جہنم میں ڈال دو۔ پھر عالم اور قاری پیش ہوں گے جنھوں نے ریاکاری کے لیے علم اور قرآن سیکھا تھا۔ ان کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا...... قیامت میں سب سے پہلے جس چیز کا سوال ہوگا۔ وہ نماز ہوگی۔ پس جب یہ درست ہوگی تو سارے اعمال درست ہوں گے اور اگر یہ خراب گئی تو سارے اعمال خراب جائیں گے۔''

عظمت والا مہینہ [1]

''اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔ اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا گیا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا (یعنی سنت اور نفل) تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا...... یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ اور یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے) افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے...... اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا...... اور جو کوئی روزہ دار کو

[1] رمضان المبارک کی آمد پر ایک خطبہ۔

Marfat.com

پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ حوض کوثر سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے...... اس مبارک ماہ کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، اور درمیانی حصہ مغفرت...... اور آخری حصہ آتش دوزخ سے رہائی ہے۔ اور...... جو آدمی اپنے غلام وخادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا...... اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا۔

جنت کی راہ [1]

''صاحبو!...... جس کسی کا کوئی حق مجھ پر نکلتا ہو۔ مجھ سے طلب کرے میری محبت اس سے زیادہ ہے جو مجھ سے اپنا حق لے لے یا مجھ کو معاف کر دے تاکہ میں اپنے پروردگار سے خوش خوش مل سکوں اور مجھ سے بغض کی امید نہ رکھے کہ یہ میری عادت نہیں ہے...... لوگو......! اپنے خدا کی خوب عبادت کرتے رہنا۔ اس میں کسی کو شریک نہ بنانا۔ نمازیں پڑھتے رہنا، روزے رکھتے رہنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا، حج کعبہ کرتے رہنا اور اپنے امیر کی اطاعت کرتے رہنا؛ جنت پالو گے۔''

[1] حضور ﷺ کا آخری خطبہ۔

Marfat.com

Marfat.com

مکتوبات

Marfat.com

إِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا.

(الفتح: ۸)

''ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبر دار کرنے والا بنا کر بھیجا۔''

Marfat.com

مکاتیب

شاہان سلطنت اور والیان ریاست کے نام حضرت محمد ﷺ کے مکاتیب۔ [1]

شاہانِ سلطنت کے نام

		مکتوب الیہ	قاصدِ نبوی
۱۔	شہنشاہ حبش	نجاشی اصحم بن ابجر	جعفر طیار رضی اللہ عنہ / عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ
۲۔	حاکم مصر	مقوقس	حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
۳۔	شہنشاہ ایران	کسریٰ خسرو پروز	عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ
۴۔	قیصر روم	ہرقل	وحیہ خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ

والیان ریاست کے نام

۱۔	والیِ یمامہ	ہوزۃ بن علی	سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۔	والیِ بحرین	منذر بن ساویٰ برادر بنو عبدالقیس	علامہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ
۳۔	والیِ عمان	جیفر بن جُلندی ابن عامر	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
۴۔	والیِ دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ

ان کے علاوہ پاپائے روم، شاہان ضمیر اور یہود خیبر کے نام بھی خطوط لکھے گئے تھے۔ مختلف بااثر لوگوں کو لکھے جانے والے خطوط کی تعداد دو اڑھائی سو سے کم نہ ہوگی۔ [2]

نجاشی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام۔ [3]

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ تحقیق محمود فاروقی نے اپنے مضمون مکاتیب رسالت ﷺ (سیارہ ڈائجسٹ رسول ﷺ نمبر جلد دوم) میں نقل کی ہے۔

[2] ڈاکٹر حمید اللہ

[3] حبش کے شاہ نجاشی کے نام حضور ﷺ کا خط ۷ ہجری میں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔ خط پیش کرنے سے قبل انہوں نے شاہ نجاشی سے کہا۔ "اے بادشاہ! میرے ذمہ حق کی تبلیغ ہے۔ اور آپ کے ذمہ حق کی سماعت۔ کوئی شبہ نہیں کہ گزشتہ دنوں سے ہم پر آپ کی شفقت و محبت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم ایک ہی ہیں اور ہم کو بھی آپ پر اس قدر اعتبار ہے کہ ہم آپ کو ⇦⇦⇦

Marfat.com

تم سلامت رہو۔ خدا کی حمد وتعریف تمہیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بادشاہ، مقدس سلامتی والا امان دہندہ اور سلامت رکھنے والا ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ روح اللہ اور کلیم اللہ ہیں، جن کو پاک مریم بتول کی طرف ڈالا گیا جو برائی سے محفوظ تھیں۔ اللہ نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو اپنی روح اور پھونک سے اس طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔

میں تم کو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں تم میری اتباع کرو کیوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں میں تم کو اور تمہارے لشکروں کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔

میں نے اللہ کا پیغام خلوص کے ساتھ پہنچا دینے میں تمہاری خیر خواہی کی ہے۔ میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا تمہارا کام ہے۔ میں تمہاری رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں

اس پر سلامتی جو راہ راست پر چلے۔'' [1]

⇦⇦⇦ کسی طرح اپنی جماعت سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔ ہم نے آپ سے جس بھلائی کی امید کی وہ حاصل ہوئی۔ اور جس خطرے کا اندیشہ کیا۔ اس سے محفوظ اور بے خوف رہے۔ ہماری طرف سے آپ پر ایک قطعی حجت ہے۔ اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہے۔ جسے قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا کیا۔ اسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے بطن مادر سے پیدا کیا۔ ''اللہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر حکم دیا تو عالم وجود میں آ گئے...... ہمارے آپ کے درمیان انجیل وہ گواہ ہے جس کی شہادت کبھی مردود نہیں ہوسکتی۔ اور وہ حکم ہے جس سے ظلم کا امکان نہیں۔ اس لیے نبی ﷺ کی پیروی میں خیر وبرکت کا نزول اور فضیلت وبزرگی کا حصول ہے...... اے بادشاہ اگر آپ نے حضرت محمد ﷺ کا اتباع نہ کیا تو اس نبی امی ﷺ کا انکار آپ کے لیے اسی طرح باعث وبال ہوگا جس طرح یہود کے حق میں عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ثابت ہوا...... میری طرح رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے لیے قاصد بن کر گئے ہیں۔ اور جس بات کا ان سے اندیشہ ہے آپ سے نہیں۔ آپ کے بارے میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان گزشتہ اطاعات اور آئندہ کے اجر وثواب کا خیال رکھیں گے...... اصحم نجاشی نے یہ گفتگو سن کر کہا...... ''اے عمرو رضی اللہ عنہ بہ خدا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے وہی برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کی آمد کا اہل کتاب انتظار کر رہے تھے۔ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ''راکب خر عیسیٰ علیہ السلام'' کی بشارت دینا ٹھیک اسی طرح ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''راکب جمل محمد ﷺ'' کی بشارت دی ہے دونوں میں سر مو فرق نہیں۔ اور اس بارے میں میرے لیے مشاہدہ اور خبر دونوں برابر ہیں مگر اہل حبشہ میں میرے حامی اور مددگار بہت کم ہیں۔ اس لیے تم مجھ کو اتنی مہلت دو کہ میں اپنی قوم میں اپنے مددگار اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا کرلوں اس کے بعد حضور ﷺ کا خط لے کر تعظیماً کھڑا ہوگیا۔ پھر خط کو آنکھوں سے لگایا اور ترجمان سے پڑھوا کر سنا۔

[1] خط سننے کے بعد نجاشی در پردہ مسلمان ہوگیا۔ اور اس خبر کو خفیہ رکھا گیا مگر بات پھیلتے پھیلتے پھیل گئی تو اہل حبش بغاوت پر اتر آئے۔ حالات پر قابو پانے کے لیے نجاشی نے ایک تحریر لکھ کر ''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں، نیز گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم آیت خدا کے بندے ہیں اور اس کی روح وحکم میں کہ جس کو خدا نے حضرت مریم آیت پر القا کیا۔''...... یہ تحریر کپڑوں کے نیچے سینے کے ساتھ لگا کر چھپا دی اور دربار عام ⇦⇦⇦

Marfat.com

ہرقل کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

محمد کی جانب سے، جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ ہرقل سردار روم کے نام۔ (۱)

سلامتی ہے اس کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی...... بعدازاں میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو...... تمام آفات سے تم محفوظ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا کرے گا اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر واضح ہو جانا چاہیے کہ تمہاری رعیت کا وبال بھی تمہارے ہی اوپر رہے گا...... اور اے اہل کتاب آؤ ایسی بات پر جمع ہو جاؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں طور پر تسلیم شدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت

⇦⇦⇦ میں پہنچا درباریوں سے پوچھا۔ تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا میں تمہاری حکومت کے قابل نہیں۔'' سب نے کہا ''ہم آپ کو حکومت کے لیے بہترین شخص سمجھتے ہیں مگر یہ بھی سنا ہے۔ آپ نے دین عیسوی ترک کر دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ مان لیا ہے۔'' نجاشی نے کہا ''تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو'' جواب ملا ''وہ خدا کے بیٹے تھے'' نجاشی نے اپنا ہاتھ سینے پر (جہاں تحریر چھپی ہوئی تھی) رکھا اور کہا اس سے (یعنی جو کچھ تحریر لکھی ہوئی ہے) زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی تعلیم نہیں دی، اس بات پر اہل حبش مطمئن ہو گئے اور بغاوت کا خطرہ ٹل گیا اس کے بعد نجاشی نے حضور ﷺ کو خط لکھا...... ''کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا خط مجھے مل گیا، آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا، زمین و آسمان کے مالک کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے۔ جیسا آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے آپ ﷺ کے فرستادوں سے تعارف حاصل کیا''...... ''میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسول ﷺ ہیں...... اب میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیج رہا ہوں مگر مجھے بجز اپنے اور کسی پر اختیار نہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ ﷺ مجھے طلب کریں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہی سچ ہے۔

(۱) یہ خط صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے قبل حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر قیصر روم کی طرف روانہ ہوئے قیصر کے دربار میں براہ راست خط پہنچانا ناممکن تھا۔ اس لیے شہر بصریٰ کے حاکم سے ملاقات کی اور اسے اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔ بصریٰ کا حاکم اس جلوس میں شرکت کے لیے حمص آیا ہوا تھا۔ جو صلیب مقدس کو لے کر بیت المقدس جا رہا تھا...... ہرقل قیصر روم جب لاکھوں شیدائیوں کے ہمراہ صلیب مقدس لیے حمص پہنچا تو یہاں شہر بصریٰ کے حاکم کے توسط سے دحیہ رضی اللہ عنہ کلبی نے قیصر کے دربار میں پہنچ کر نامہ رسالت ﷺ پیش کیا...... قیصر خط پڑھ کر خاموش رہا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اسے بیت المقدس کے دربار میں پیش کیا جائے...... بیت المقدس میں جشن کے بعد قیصر کے دربار خاص میں جب نامہ مبارک سنایا گیا تو وہاں قریش کا سردار ابوسفیان بھی موجود تھا۔ وہ ایک تجارتی قافلہ لے کر بیت المقدس آیا تھا۔ شاہی پیادے اسے دربار میں لے آئے کہ شہنشاہ تم سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ خط پڑھنے کے بعد قیصر نے ابوسفیان سے حضور ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ اور ابوسفیان کو حضور ﷺ کی صدق بیانی اور دیانت داری کا اقرار کرنا پڑا۔ اس پر قیصر نے کہا ''مدعی نبوت ﷺ کے بارے میں تم نے جن باتوں کی تصدیق کی ہے۔ بلاشبہ وہ ایک رسول کی صفات ہیں۔ اس واقعہ کے بعد ہرقل بڑے تذبذب کا شکار ہو گیا۔

Marfat.com

نہ کریں۔ اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا ایک دوسرے کو اپنا رب قرار دیں اور اگر وہ رجوع کریں تو کہہ دو! تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔" ①

والی روم کے نام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے والیٔ روم کے نام۔ ②

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام قبول کر لو تو تمہارے حقوق بھی مسلمانوں کے سے ہوں گے اور فرائض بھی...... اور اگر اسلام میں داخل ہونا نہ چاہو تو پھر جزیہ ادا کرو............

(ہمیں) اللہ کا حکم ہے کہ "جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائیں اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اسے حرام ٹھہرائیں اور خاص طور سے اہل کتاب جو دین حق کا حق ادا نہ کریں، تو ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔"

اگر تمہیں یہ منظور نہیں ہے تو تم کم از کم ماتحت (عرب قبائل) رعیت اور اسلام کے درمیان اس امر میں حائل نہ ہو کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ ادا کریں۔

---

① جس زمانے میں یہ خط نہیں لکھا گیا تھا فتح مکہ نہیں ہوا تھا اس لیے رومی اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا صحیح اندازہ نہ کر سکے۔ تین چار سال کے اندر اندر جب مکہ فتح ہو گیا تو پہلی بار قیصر اور اکابر روم نے اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرہ محسوس کیا۔ ہرقل نے شام کے عرب قبائل کو مکہ اور مدینہ پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا اور خود روم کے ماتحت سرداران قبائل نے مدینے کی تجارت کا راستہ روک دیا۔ حضور ﷺ کے قاصدوں میں سے ایک کو شہید بھی کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ دیکھا تو تیس ہزار جاں باز مجاہدوں کا لشکر تبوک کی جانب بھیجا حضور ﷺ کی یہ پیش قدمی ہرقل کے لیے غیر متوقع تھی۔ بدحواس ہو گیا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکا باقی قبائل بھی اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بعض نے جزیہ پر امان حاصل کر لی۔ یہ ایک عظیم الشان فتح تھی جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔

② تبوک کے میدان سے حضور ﷺ نے یہ خط رجب ۹۔ ہجری کو بھیجا تھا۔ یہ خط ملنے کے بعد قیصر نے منادی کرائی کہ قیصر نے نصرانیت کو ترک کر دیا ہے۔ اور اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کی فوج مشتعل ہو گئی اور اس نے شاہی قصر کو گھیر لیا۔ جب قیصر نے یہ دیکھا تو اس نے منادی کرائی کہ وہ تو صرف ان کی آزمائش کر رہا تھا کہ وہ اپنے دین پر کتنی استقامت رکھتے ہیں۔ پھر اس نے حضور ﷺ کے قاصد سے کہا مجھے اپنی سلطنت کے چھن جانے کا خوف ہے۔ پھر حضور ﷺ کو خط لکھا کہ "میں مسلمان ہو گیا ہوں" حضور ﷺ نے خط پڑھا تو فرمایا "دشمن خدا جھوٹا ہے مسلمان نہیں ہوا نصرانیت پر قائم ہے۔"

Marfat.com

شاہ فارس کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام (1)

جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلام ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے لاشریک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ ہر زندہ انسان کو آگاہ کر دوں اور خدا کا خوف دلاؤں تم بھی اسلام قبول کر لو اور سلامتی کو پالو اگر تم نے انکار کیا تو تمام مجوسی قوم (کی گمراہی) کا وبال تمہارے سر ہو گا۔

مقوقس مصر کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اللہ کے بندے اور رسول محمد کی طرف سے عظیم القبط مقوقس مصر کے نام (2)

---

(1) ایران کے شہنشاہ خسرو کے نام یہ خط صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ اس وقت لے کر گئے جب خسرو کو رومیوں نے نینوا میں شکست فاش دی تھی۔ اس شکست کی وجہ سے وہ بہت بدحواس اور تنگ مزاج ہو گیا تھا۔ اسی عالم میں عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ جس کے جسم پر بہت بوسیدہ کپڑے تھے دربار خسرو میں حاضر ہو کر حضور ﷺ کا نامہ پیش کیا۔ خسرو نامہ مبارک کا مضمون سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور چیختے ہوئے کہا۔ اس کی یہ مجال کہ اس نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا۔ سفیر نبوی ﷺ سے کہا اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کا حکم دیتا۔ پھر خط اٹھا کر چاک کر دیا اور سفیر نبوی ﷺ کو دربار سے دھکیلنے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ یہ روداد سنی تو بے اختیار کہا۔ اللہ اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دے پھر ایک سال کے عرصے میں حضور ﷺ کی پیش گوئی بھی درست ثابت ہوئی۔ اور خسرو پرویز بھی قتل ہو گیا۔

(2) ہجرت کے ساتویں برس کو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ یہ نامہ مبارک لے کر قدیم قلعہ بابلیون مصر میں عظیم القبط مقوقس بن یامن کے سامنے حاضر ہوئے۔ خط سن کر بن یامن بہت دیر تک خاموش رہا پھر قاصد سے کہا کہ جواب کے لیے انتظار کرے رات ہوئی تو اس نے مدینے کے قاصد کو رازدارانہ طور پر اپنے پاس بلایا اور تخلیہ میں حضور ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پھر یہ سن کر پکار اٹھا کہ ”میں جانتا تھا کہ خداوند خدا کے آخری پیغمبر کو ابھی آنا ہے مگر میرا خیال تھا کہ وہ شام میں ظہور کرے گا کیوں کہ اس سے پہلے عام پیغمبر وہیں مبعوث ہوئے مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ جہد و مصیبت کی سرزمین عرب میں ظاہر ہوا۔“ پھر کچھ دیر سوچ کر کہنے لگا سنو! میری قوم کے لوگ اہل قبط اس کی حلقہ بگوشی عرب میں میرا ساتھ نہیں دیں گے لیکن میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پیغمبر کا اس ملک میں غلبہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھی ہمارے ان میدانوں میں، جو نیل سے گھرے ہوئے ہیں اتریں گے اور ان پر چھا جائیں گے۔ سفیر مدینہ رخصت ہونے لگے تو بن یامن نے اپنا ہاتھ سفیر کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا۔ میں قبطیوں سے اس معاملے میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا میں نہیں چاہتا کہ میری اور تمہاری گفتگو کا انہیں علم ہو ہاں جب تم اپنے صاحب کے پاس جاؤ تو سب کچھ بتا دینا...... اگلے روز صبح دربار میں بنی یامن کے خط کا جواب لکھواتے ہوئے کہا۔ میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا میں جانتا تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ مگر میرا خیال تھا وہ شام میں ظہور کرے گا۔“ بنی یامن کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت تھی لیکن رسالت کا اقرار نہیں کیا نتیجتاً حضور ﷺ کے نامہ مبارک کو ابھی پانچ سال بھی نہ گزرے تھے کہ رومیوں نے فوج کشی کر کے بابلیون پر قبضہ کر لیا۔ اور بنی یامن وہاں سے فرار ہو کر نیل کے بالائی حصے کی طرف صحرا میں گم ہو گیا۔

Marfat.com

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو تم بھی سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تجھے اس کا دوگنا اجر ارزانی فرمائے گا۔ اور اگر انکار کیا تو سارے اہل قبط کے گناہ (کا وبال) تمہارے سر ہوگا...... اے اہل کتاب اس بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم دونوں کے لیے یکساں تسلیم شدہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی انسان دوسرے انسان سے ایسا برتاؤ کرے گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا رب بنا لیا ہے۔ پھر وہ روگردانی کریں تو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ ہم تو بہرحال خدا کے ماننے والے ہیں (اور اس کی یکتائی کا عقیدہ رکھنے والے ہیں)

حارث وغیرہ کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے حارث وغیرہ کے نام (1)

آپ لوگوں پر اس وقت تک سلامتی ہے۔ جب تک آپ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

(1) ابرہہ جب بھاری لشکر لے کر ۵۷۰ء کو (نعوذ باللہ) بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے مکہ آیا تو اس کی عدم موجودگی میں حمیر کے شاہی خاندان کا ایک شہزادہ موقع پا کر فارس کی طرف نکل گیا فارس پر اس وقت نوشیرواں حکومت کر رہا تھا۔ شہزادے نے نوشیرواں سے فوجی امداد لے کر یمن پر حملہ کر دیا خوش قسمتی سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی کہ ابرہہ کی فوج مکہ میں ابابیلوں کا شکار ہو چکی تھی۔ اور ایرانی آسانی سے یمن پر قابض ہو گئے۔ اس طرح یمن سلطنت ایران کا صوبہ بن گیا جو ایرانی یمن میں رہ گئے وہ وہاں ''نباء'' کے نام سے مشہور تھے۔ یمن پر عرصے تک اس خاندان کی حکومت رہی۔ ادھر حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ سے کسریٰ خسرو پرویز کو خط لکھا تو اس نے بے ادبی سے خط چاک کر دیا اور یمن کے ایرانی گورنر باذان کو حکم دیا کہ دو آدمی بھیج کر اس حجازی کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیج دے۔ باذان نے اپنے ایک درباری بابویہ اور ایک فوجی افسر خرخسرہ کو حجاز بھیج دیا۔ جب یہ لوگ طائف سے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیرویہ نے کسریٰ کو کل رات قتل کر دیا'' یہ خبر سن کر دونوں بدحواس ہو گئے اور پھر واپس پلٹ کر ''باذان'' کو اس واقعہ سے مطلع کیا یہ سن کر باذان نے کہا ہم انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جو کچھ کسریٰ کے بارے میں پیش گوئی کی گئی اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے...... چند ہی دنوں بعد ایران سے شاہی قاصد باذان کے پاس آیا اور اس نے نئے شہنشاہ ''شیرویہ'' کا خط اسے دیا اس خط میں شیرویہ نے لکھا تھا کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا۔'' قاصدوں نے جب قتل کی تفصیل بتائیں تو بابویہ اور خرخسرہ کہہ کر اٹھے ''قسم خدا کی کسریٰ کے قتل کی رات وہی ہے جس کا ذکر مسلمانوں کے رسول ﷺ نے کیا تھا۔'' اس پر باذان نے کہا: ''بے شک وہ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں اس کے پاس خبریں اللہ کے ہاں سے آتی ہیں۔'' پھر اعلان کیا ''میں آج سے اللہ کے سچے رسول ﷺ محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی اطاعت کا اقرار کرتا ہوں۔'' باذان کے ساتھ اس کے بہت سے آدمی بھی مسلمان ہو گئے ایک قاصد کے ذریعہ مسلمان ہونے کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی گئی اور درخواست کی گئی کہ کسی نمائندے کو یمن بھیج دیں تاکہ جو لوگ اسلام لائے ہیں انہیں دینی باتیں سکھائیں۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا جو مکتوب ہذا لے کر باذان کے دربار میں حاضر ہوئے۔

Marfat.com

رکھیں بے شک اللہ وہ ذات ہے جو یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے موسیٰ کو معجزے دے کر بھیجا عیسی کو اپنے کلمے سے پیدا کیا...... مگر یہود کہتے ہیں عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ اور نصرانی کہتے ہیں عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ اور تین میں سے ایک ہیں۔

بحرین کے حکمران کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام (1)

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعدازاں یہ تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں تم اسلام قبول کرلو تو سلامت رہو گے اور جو کچھ تمہارے ماتحت ہے۔ اس کو اللہ تمہارے سپرد کردے گا۔ اور جان لو کہ اللہ کا یہ دین عنقریب اس انتہا تک غالب آجائے گا جہاں تک گھوڑے اور اونٹ پہنچ سکے ہیں۔

منذر کے نام دوسرا خط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام (2)

تم پر اللہ کی سلامتی ہو میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے۔ اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں خدا کی وحدانیت کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

بعدازاں میں تم کو اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں...... جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی۔ اور جس نے اس کے ساتھ نیکی کی اس نے میرے ساتھ نیکی کی۔ میرے قاصدوں نے تمہارے طرزِ عمل کی بہت تعریف کی ہے۔ اور تم نے جو اپنی قوم کی سفارش کی ہے؛ وہ منظور ہے۔ پس مسلمانوں کے اس مال کو چھوڑ دو جس کے ساتھ وہ ایمان

---

(1) بحرین کا حکمران ان دنوں سخت پریشان تھا کہ ایک طرف تو وہ ایرانیوں کے شہنشاہ خسرو پرویز کا اعتماد بھی حاصل نہ کرسکا تھا حالاں کہ ان کا علاقہ ایرانیوں کے زیر تسلط تھا اور دوسری طرف روم کے قیصر کی جانب سے فوج کشی کا خطرہ تھا انہی حالات میں حضور ﷺ کا نامہ مبارک حضرت علامہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ لے کر بحرین کے حکمران منذر بن ساویٰ کے پاس پہنچے یہ خط پڑھنے کے بعد ساویٰ بن منذر مسلمان ہوگیا۔ یہ خط حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ سے قبل بھیجا تھا۔

(2) پھر جب منذر کے اسلام لانے کی خبر حضور ﷺ کو ہوئی تو صلح حدیبیہ کے بعد یہ خط روانہ فرمایا۔

Marfat.com

لائے میں قصور واروں کو معاف کرتا ہوں پس تم بھی ان سے درگزر کرو تم جب تک صالح رہو گے تمہارے منصب پر تمہیں ہم الگ نہ کریں گے اور جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہے۔ اس پر جزیہ واجب ہے۔

منذر کے نام تیسرا خط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام [1] سلام اللہ علیک

میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور اللہ نہیں۔ اما بعد تمہارا خط میرے پاس آیا میں نے اس کے مضمون کو سنا پس جو ہماری نماز پڑھے، اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو ہمارے ہیں اس پر فرائض وہی ہیں جو ہم پر ہیں اور جو ایسا نہ کرے اس پر معاضری کی قیمت والا ایک دینار (سالانہ جزیہ) ہے۔

والسلام ورحمة الله يغفر الله لك

شیوخ عمان کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے جلندی کے بیٹوں جیفر اور عبد کے نام [2]

اس شخص پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اما بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تم اسلام کو قبول کر لو اس میں سلامتی ہے۔ واضح ہو کہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ خدا کے (نافرمان) بندوں کو ڈراؤں۔ اور انکار کرنے والوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو تمہارا ملک تمہارے پاس ہی رہے گا۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو سمجھ لو کہ تمہاری حکومت مٹ جانے والی ہے۔ اور میری فوج تمہارے میدانوں میں داخل ہو جائے گی۔ اور تمہارے ملک پر میری نبوت عیاں ہو جائے گی۔

---

[1] حضور ﷺ کے دوسرے خط کے بعد منذر بن ساویٰ نے ایک خط حضور ﷺ کو اس مضمون کا لکھا کہ آپ نے "اہل بحرین کے متعلق لکھا کہ جو اسلام پسند کریں اس میں داخل ہو جائیں، اور جو ان میں سے ناپسند کریں اور میرے ملک میں مجوسی اور یہودی بھی ہیں۔ سو اسے معاملے میں وضاحت فرمائیے۔" تو حضور ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا۔ یاد رہے کہ منذر بن ساویٰ آخر وقت تک مخلص مسلمان رہا اور حضور ﷺ کی زندگی میں ہی اس کا انتقال ہوا۔

[2] یہ خط حضور ﷺ کی جانب سے عمان کے شیوخ کے نام ہے۔

Marfat.com

شاہ دمشق کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام [1]

سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اللہ پر ایمان لائے اور سچا جانے میں آپ کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ ایک خدا پر ایمان لائیں جس کا کوئی شریک نہیں آپ کا ملک آپ کے پاس رہے گا۔

پاپائے روم کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلام اس پر جو خدا پر ایمان لائے۔ [2]

میں اس عقیدے پر ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم۔ اللہ کی روح اور اس کا حکم ہیں۔ خدا نے ان کو پاک دامن مریم پر القا کیا۔ میں اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوئے اور جو ابراہیم و اسماعیل و اسحاق اور یعقوب اور ان کی آل پر اتاری گئیں۔ اور اسی طرح ان پر بھی میرا ایمان ہے جو موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیا کو ان کے رب کی جانب سے دی گئی ہیں، ہم ایمان و اعتقاد میں کسی نبی کے تسلیم کرنے میں باہمی فرق نہیں کرتے۔ ہم مسلم (تسلیم کرنے والے) ہیں۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

[1] یہ نامہ مبارک حضور ﷺ کی جانب سے شاہ دمشق کے نام ہے۔

[2] پاپائے روم کے نام حضور ﷺ کا نامہ مبارک

Marfat.com

Marfat.com

جستہ جستہ

Marfat.com

خامۂ فطرت کا نقش اولیں ان کا وجود
ہے عیاں ان کی نگاہ پاک پر عیب وشہود
پتا، پتا گلشنِ امکاں کا ہے محوثناء
ذرہ، ذرہ دہر کا مصروفِ نغمات و درود

Marfat.com

قرآن کے آئینے میں [1]

''کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک آدمی پر ہم نے وحی بھیجی اس بات کی کہ لوگوں کو خبردار کر دے اور اہل ایمان کو خوشخبری دے دے کہ پروردگار کے نزدیک ان کا مقام اچھا ہے۔'' (سورۃ یونس:۲)

''تمہارے پاس اللہ کا ایک رسول آ گیا جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا دکھوں اور تکلیفوں میں پڑنا اس پر بہت بھاری گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بڑا خواہش مند ہے۔ وہ مومنوں کے لیے شفقت رکھنے والا، رحمت والا ہے۔''...... (سورۃ توبہ:۱۲۸)

''کہہ دیجیے میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہے تو چاہیے کہ اچھے کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی عبدیت میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے۔'' (سورۃ کہف:۱۱۰) [2]

''کہہ دیجیے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے غیبی خزانے ہیں نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا جاننے والا ہوں نہ میرا یہ کہنا ہے کہ میں فرشتہ ہوں میری حیثیت تو فقط یہ ہے کہ اسی بات پر چلتا ہوں جس کی خدا نے مجھ پر وحی کر دی ان سے پوچھو کیا وہ جو اندھا ہے۔ اور وہ جو بینا ہے۔ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ پھر کیا تم غور وفکر نہیں کرتے''

(سورۃ انعام:۵۰)

''کہہ دیجیے میرا حال تو یہ ہے کہ خود اپنی جان کا نفع ونقصان بھی اپنے قبضہ میں نہیں رکھتا۔ وہی ہو کر رہتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو ضرور ایسا کرتا کہ بہت سی منفعت بٹور لیتا۔ اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتی۔ میں اس کے سوا کیا کہوں کہ ماننے والوں کے لیے خبردار کرنے

---

[1] حضرت محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں۔

[2] اسی قسم کا مضمون سورۃ حم السجدۃ آیت نمبر ۶ میں بھی موجود ہے۔

Marfat.com

والا بشارت دینے والا ہوں۔'' ❶

(سورۃ اعراف:۱۸۸)

''اور محمد اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وصال کر جائیں یا ایسا ہو کہ وہ قتل کر دیے جائیں، تو کیا تم الٹے پاؤں راہ حق سے پھر جاؤ گے اور جو کوئی راہ حق سے الٹا پھرے گا تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور جو لوگ شکر گزار ہیں تو تو قریب ہے کہ خدا انہیں ان کا اجر عطا فرمائے۔''

(سورۃ آل عمران:۱۴۴)

سراپا اصحاب کی نظر میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''آپ ﷺ نہ تو زیادہ لمبے تھے اور نہ ہی پستہ قد بلکہ لوگوں میں آپ ﷺ متوسط قامت کے تھے، آپ ﷺ کے بال نہ بہت زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکا خم لیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نہ تو بہت موٹے تھے اور نہ ہی چھوٹے چہرے والے تھے۔ چہرہ ہلکی گولائی لیے ہوئے۔ سفید سرخی مائل تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں دراز تھیں۔ ہڈیوں کے سرے یعنی جوڑ موٹے تھے۔ بدن پر زیادہ بال نہ تھے۔ سینے سے ناف سے بالوں کی ایک باریک لکیر تھی ہتھیلیاں اور پاؤں پُر گوشت تھے جب چلنے کو قدم اٹھاتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہوں جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہوتے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبین تھے۔ آپ ﷺ لوگوں میں کشادہ دل اور فیاض اور زبان کے نہایت سچے تھے۔ طبیعت کے بہت نرم اور قوم کے نہایت شریف اور بزرگ تھے۔ جو کوئی آپ ﷺ کو یکا یک دیکھتا اس پر آپ ﷺ کی ہیبت طاری ہو جاتی اور جو پہچان کر آپ ﷺ سے ملتا جلتا وہ آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے اوصاف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ نہ آپ ﷺ سے پہلے اور نہ آپ ﷺ کے بعد......'' ❷

---

❶ اس قسم کا مضمون سورۃ یونس کی آیت نمبر ۴۹ اور سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۱،۲۲ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

❷ اصحاب رسول ﷺ کی نظر میں رسول اللہ ﷺ۔

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان کیجیے...... انہوں نے کہا...... بیٹے اگر تم انہیں دیکھتے تو اس طرح دیکھتے جیسے آفتاب طلوع ہوا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی وجہ سے خوشی ہوتی تو آپ ﷺ کا چہرہ ایسا چمک اٹھتا گویا روئے مبارک چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس سے واقف ہوتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا

کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ پکار اٹھے......نہیں نہیں حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے۔ اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے۔ میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا۔ مجھے ٹھنڈک سی محسوس ہوئی اور ایسی خوشبو آئی۔ گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا ہو!

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو حضور ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو!

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب کوئی یکا یک حضور ﷺ کے سامنے آجاتا۔ وہ مرعوب ہو جاتا...... جو پہچان کر سامنے بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

چاندنی رات تھی حضرت رسول اللہ ﷺ حلہٴ حمرا اوڑھے سو رہے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تو کبھی حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا بالآخر میں نے یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

قرآن مجید

۱۔ فتح الحمید ترجمہ القرآن الحکیم — از مولانا فتح محمد جالندھری
۲۔ تفسیر ابن کثیر (اوّل تا چہارم) — حافظ عماد الدین ابن کثیر/ ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہری
۳۔ تفہیم القرآن (اول تا ششم) — سید ابوالاعلیٰ مودودی

احادیث نبوی ﷺ

۴۔ صحیح بخاری — محمد بن اسماعیل بن ابراہیم
۵۔ صحیح مسلم — ابوالحسین مسلم بن حجاج عساکر الدین / ترجمہ: رئیس احمد جعفری
۶۔ جامع ترمذی — محمد بن عیسیٰ بن سورۃ موسیٰ
۷۔ شمائل حضور اکرم ﷺ — محمد بن عیسیٰ بن سورۃ موسیٰ
۸۔ مشکوٰۃ شریف — امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری
۹۔ کلام نبوت ﷺ — محمد فاروق خان
۱۰۔ زادِ سفر/ ریاض الصالحین — امام نووی/ ترجمہ: امتہ اللہ تسنیم
۱۱۔ راہِ عمل — جلیل احسن ندوی
۱۲۔ زادِ راہ — جلیل احسن ندوی
۱۳۔ گلدستہ حدیث — محمد یوسف اصلاحی

سیرت النبی ﷺ

۱۴۔ سیرت النبی ﷺ (اول، دوم) — ابو محمد عبدالملک بن ہشام/ ترجمہ: غلام رسول مہر
۱۵۔ سیرت النبی ﷺ (اول تا ششم) — علامہ شبلی نعمانی/ سید سلیمان ندوی
۱۶۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ (اول تا سوم) — قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
۱۷۔ سیرت سرور عالم ﷺ (اول، دوم) — سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۸۔ محسن انسانیت ﷺ — نعیم صدیقی
۱۹۔ رحمت عالم ﷺ — سید سلیمان ندوی
۲۰۔ اسوۂ رسول ﷺ — ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ
۲۱۔ پیغمبر صحرا ﷺ — کے۔ ایل گابا

Marfat.com

۲۲۔ حیات طیبہ ﷺ	محمد عبدالحی
۲۳۔ محسن اعداء ﷺ	ابوالقاسم رفیق دلاوری
۲۴۔ محمد عربی ﷺ	محمد عنایت اللہ سبحانی
۲۵۔ عرب کا چاند ﷺ	سوامی لکشمن پرشاد
۲۶۔ رسول ﷺ نمبر	سیارہ ڈائجسٹ

تاریخ، سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، دیگر

۲۷۔ تاریخ طبری مع سیرت النبی ﷺ	ابوجعفر محمد بن جریر طبری
۲۸۔ طبقات ابن سعد	ابن سعد
۲۹۔ صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین	مسعود احمد
۳۰۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۳۱۔ عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۳۲۔ تاریخ اسلام	ڈاکٹر حمید الدین
۳۳۔ رزم حق و باطل	شاہ بلیغ الدین
۳۴۔ سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین	شاہ معین الدین ندوی
۳۵۔ مہاجرین	شاہ معین الدین ندوی
۳۶۔ حیات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین	مولانا محمد یوسف کاندھلوی
۳۷۔ روشنی کے مینار	حافظ محمد ادریس
۳۸۔ عشرہ مبشرہ	قاضی حبیب الرحمٰن
۳۹۔ کوکبہ غزوہ بدر	بخشی میسوری مدنی

مختصر مقالات

وہ اصحاب جن کے دیگر مختصر مقالات جزوی طور پر میرے معاون رہے۔

۱۔ امین احسن اصلاحی
۲۔ سید مناظر احسن گیلانی
۳۔ سید قطب
۴۔ مولانا محمد شفیع
۵۔ عبدالرحمٰن دہلوی
۶۔ محمد منظور نعمانی
۷۔ محمود فاروقی
۸۔ اسعد گیلانی
۹۔ عبدالکریم عابد
۱۰۔ عبدالواحد خان درانی

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

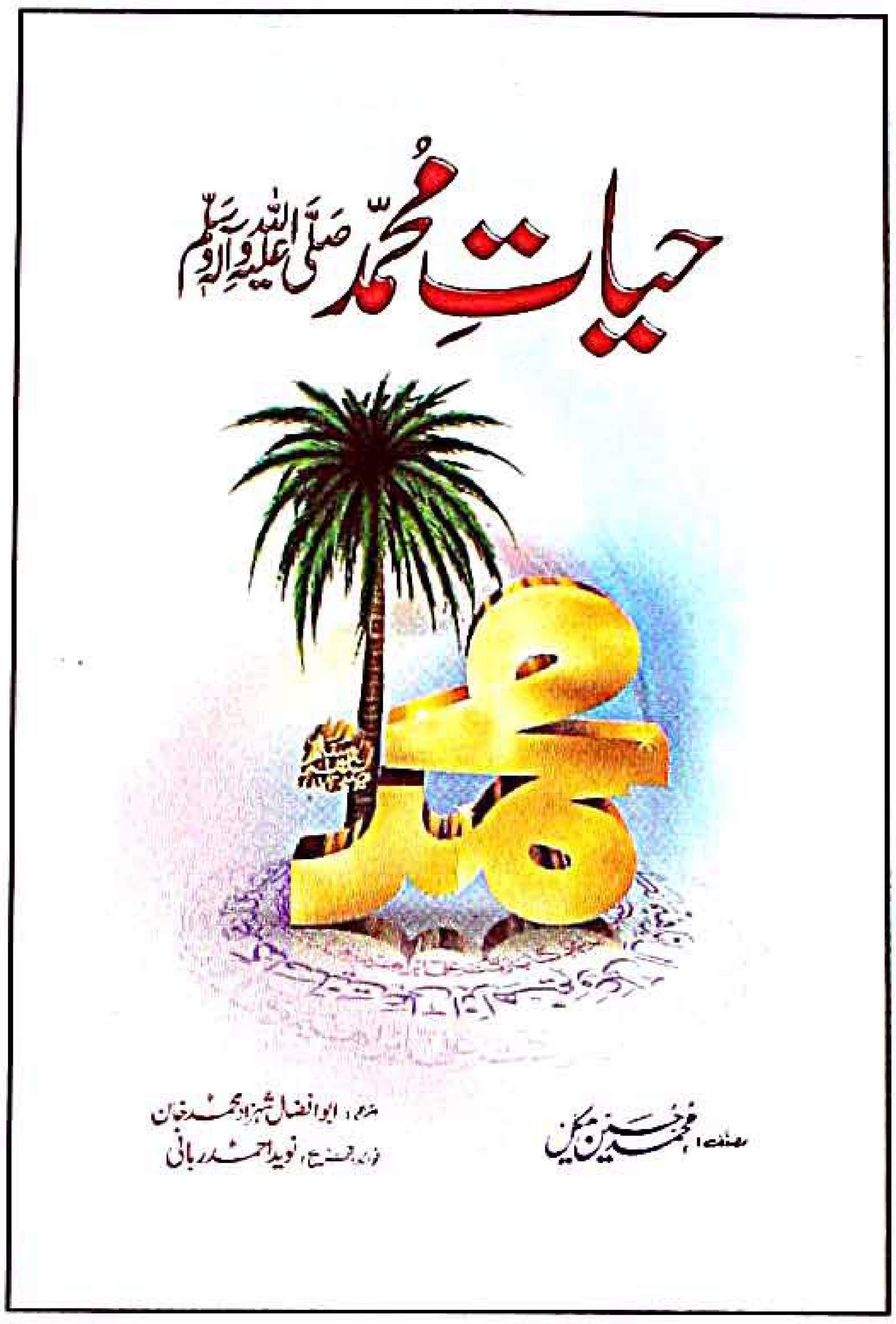

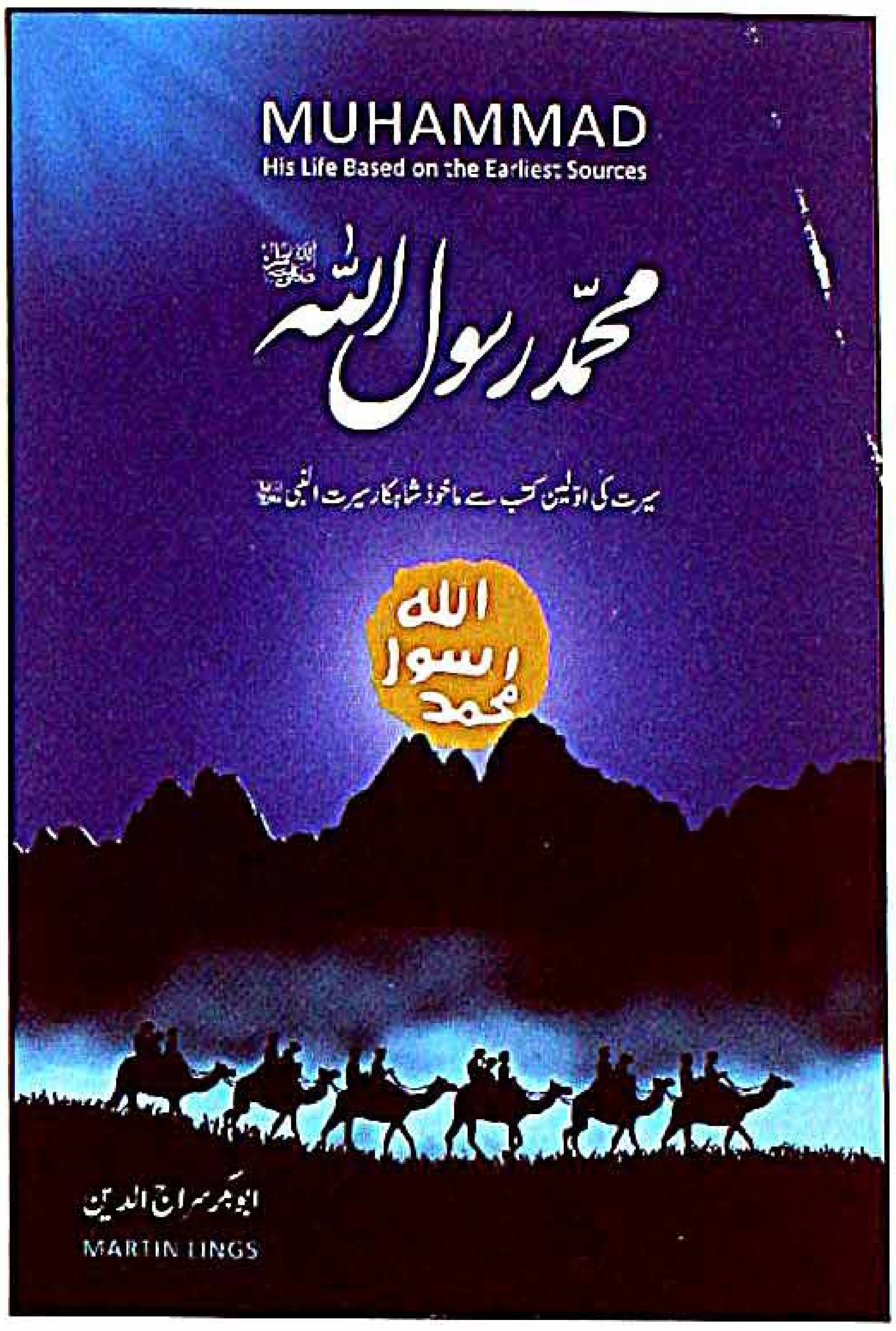

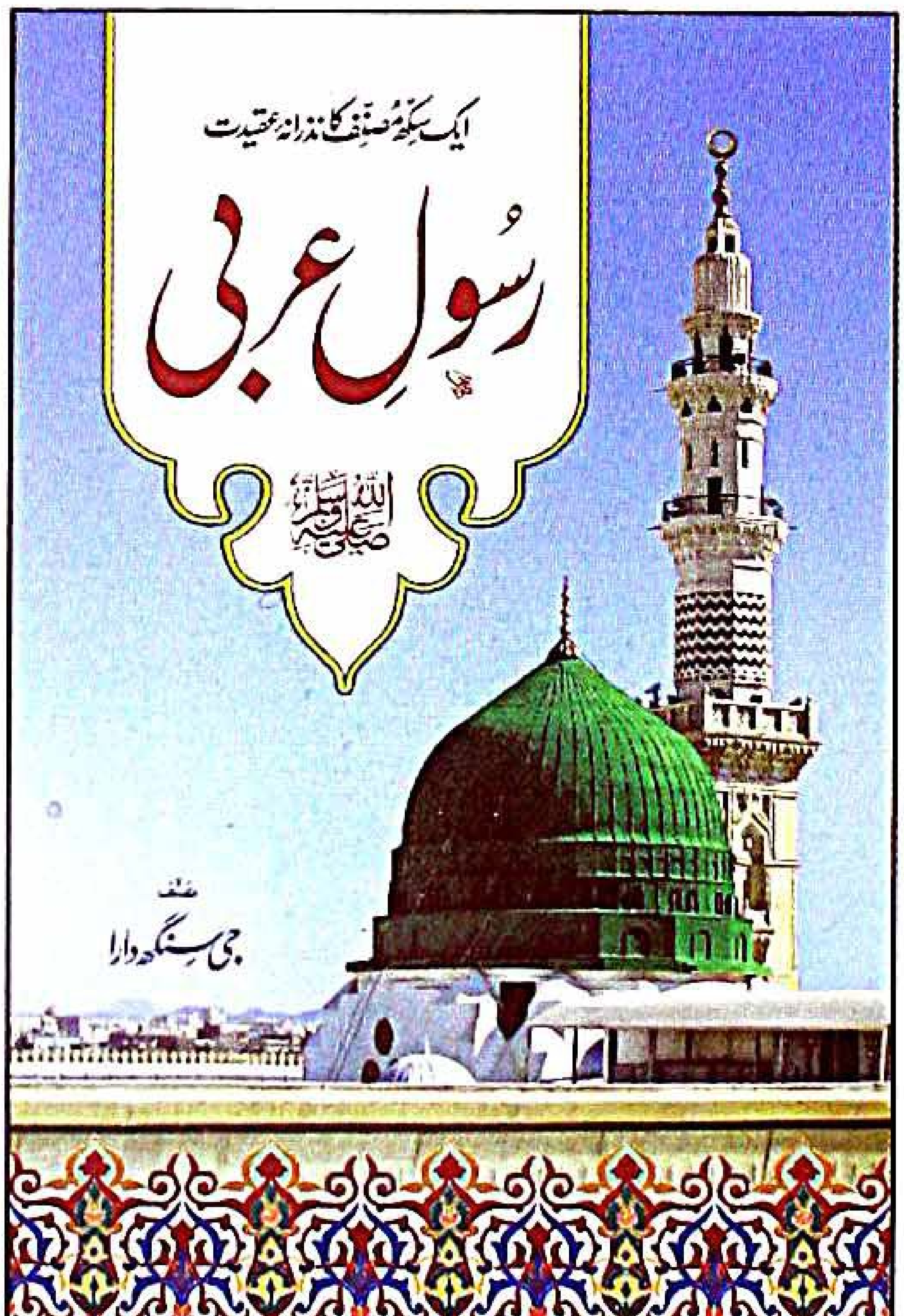

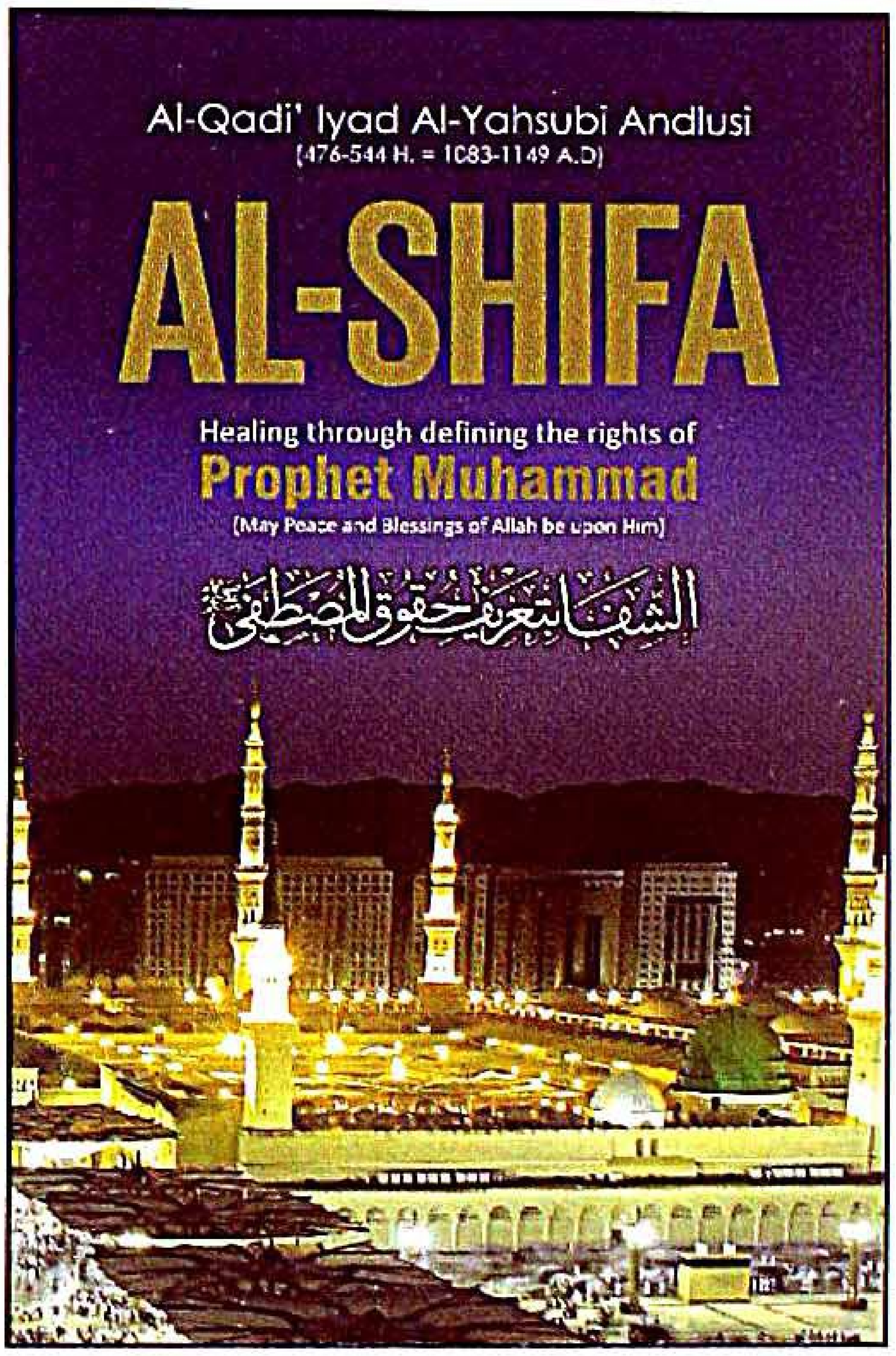

Find us on facebook. book corner showroom

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

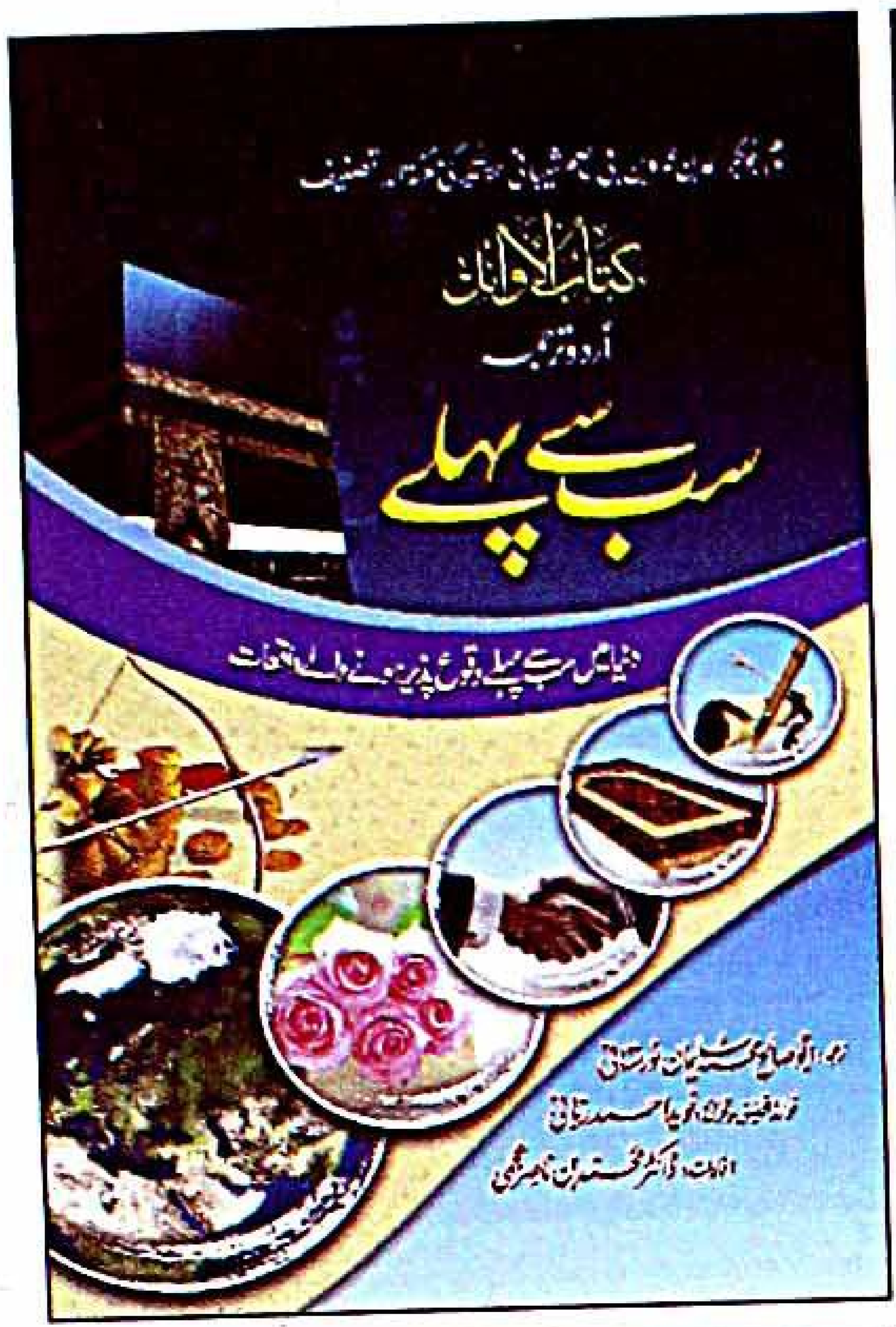

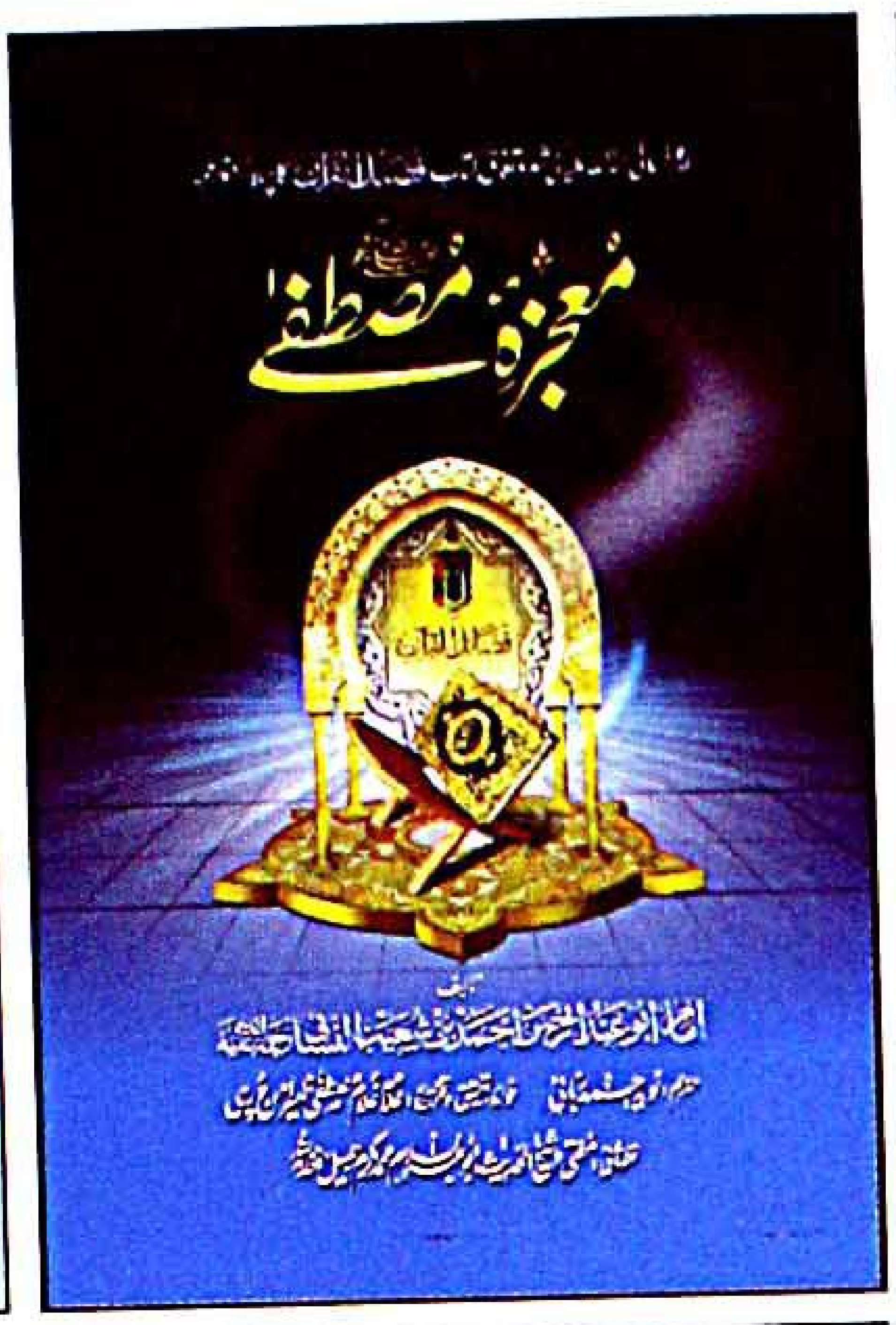

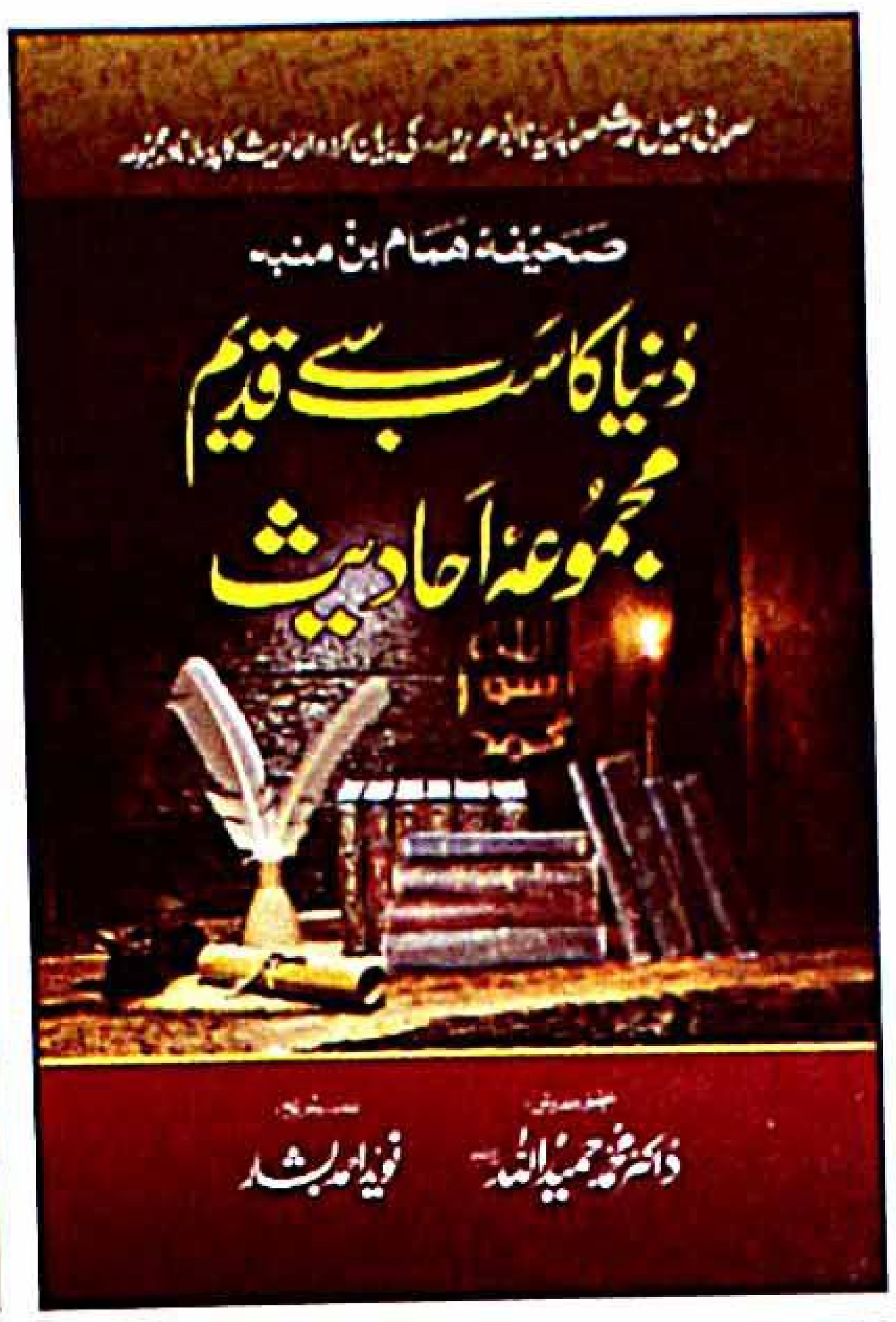

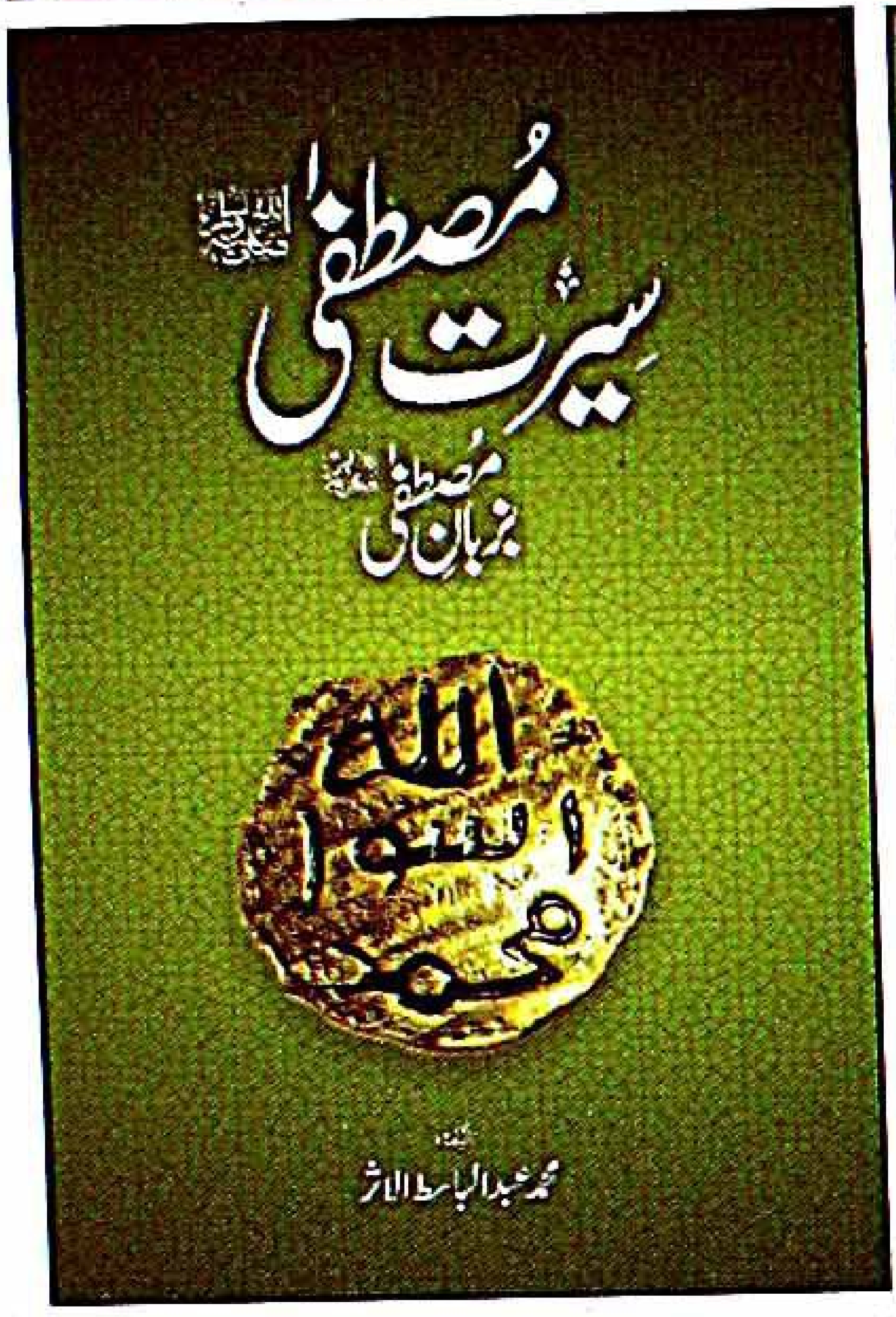

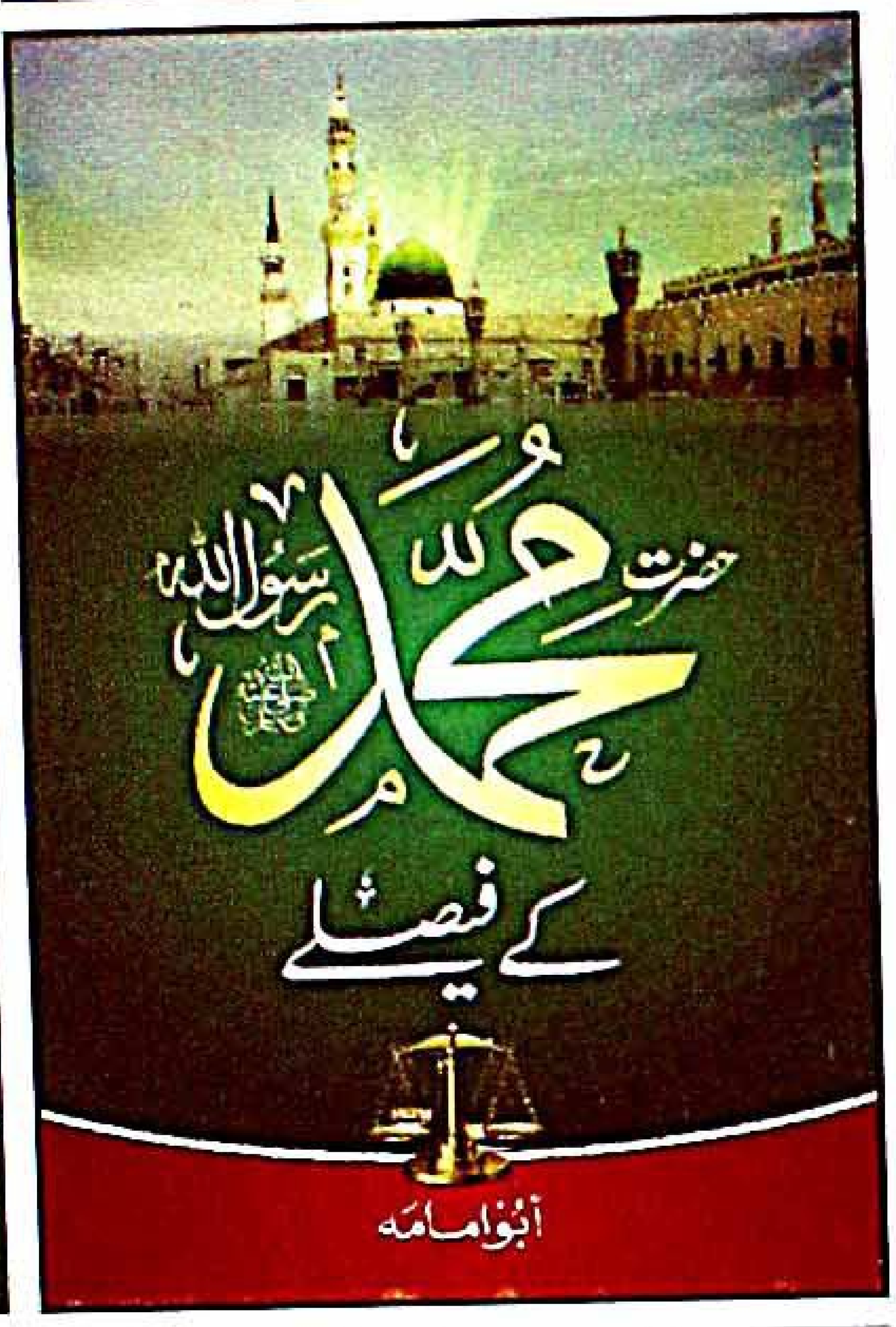

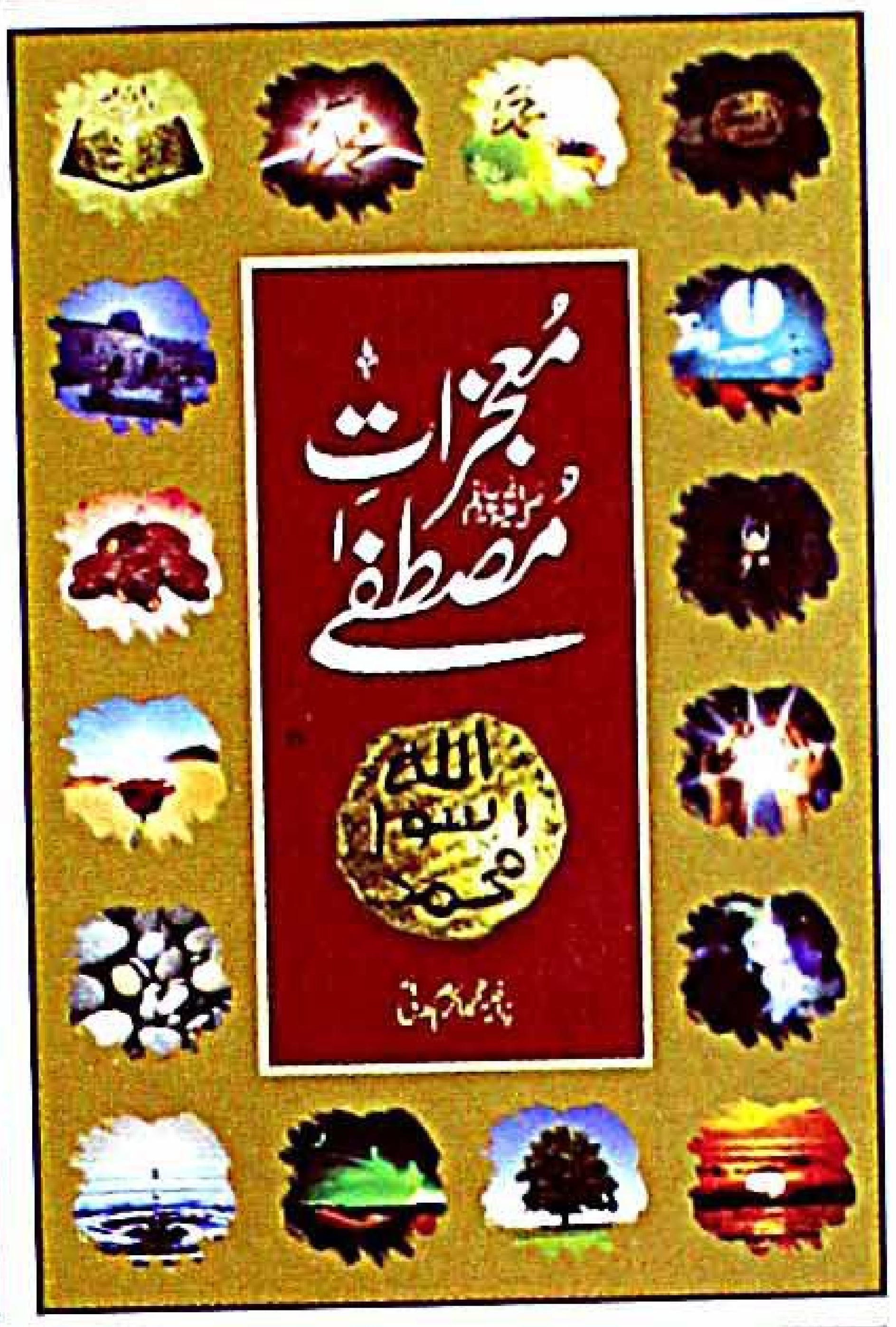

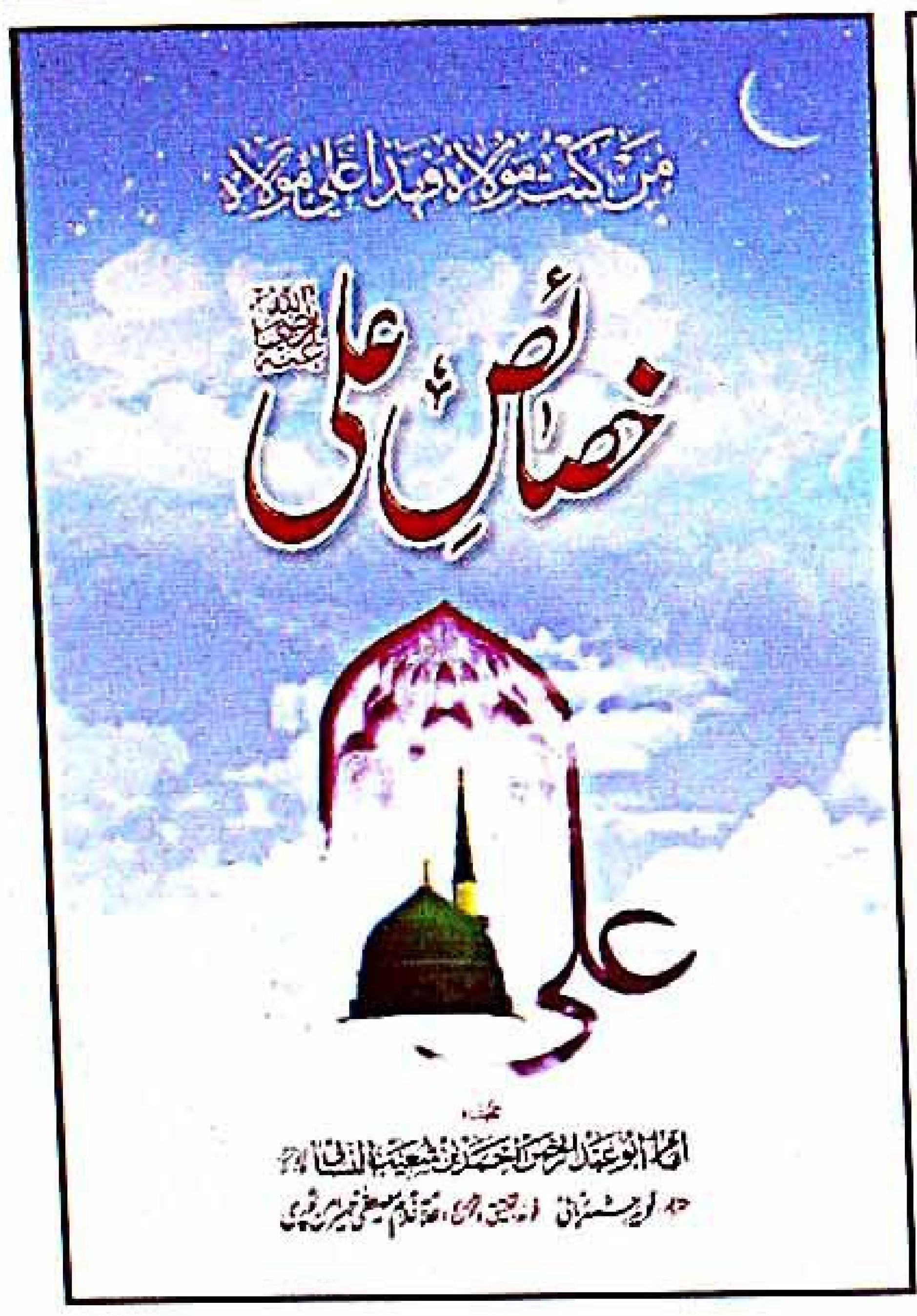

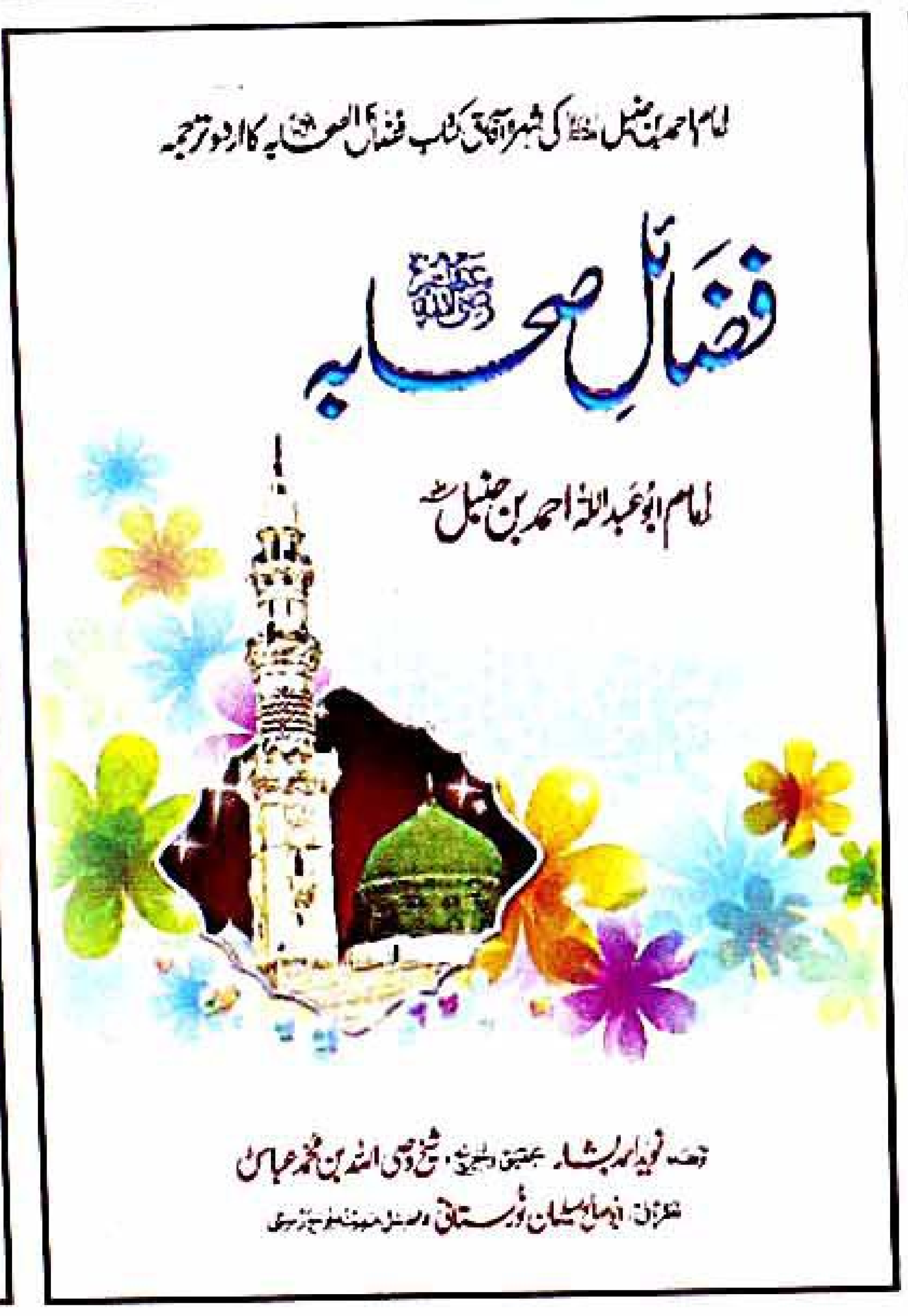

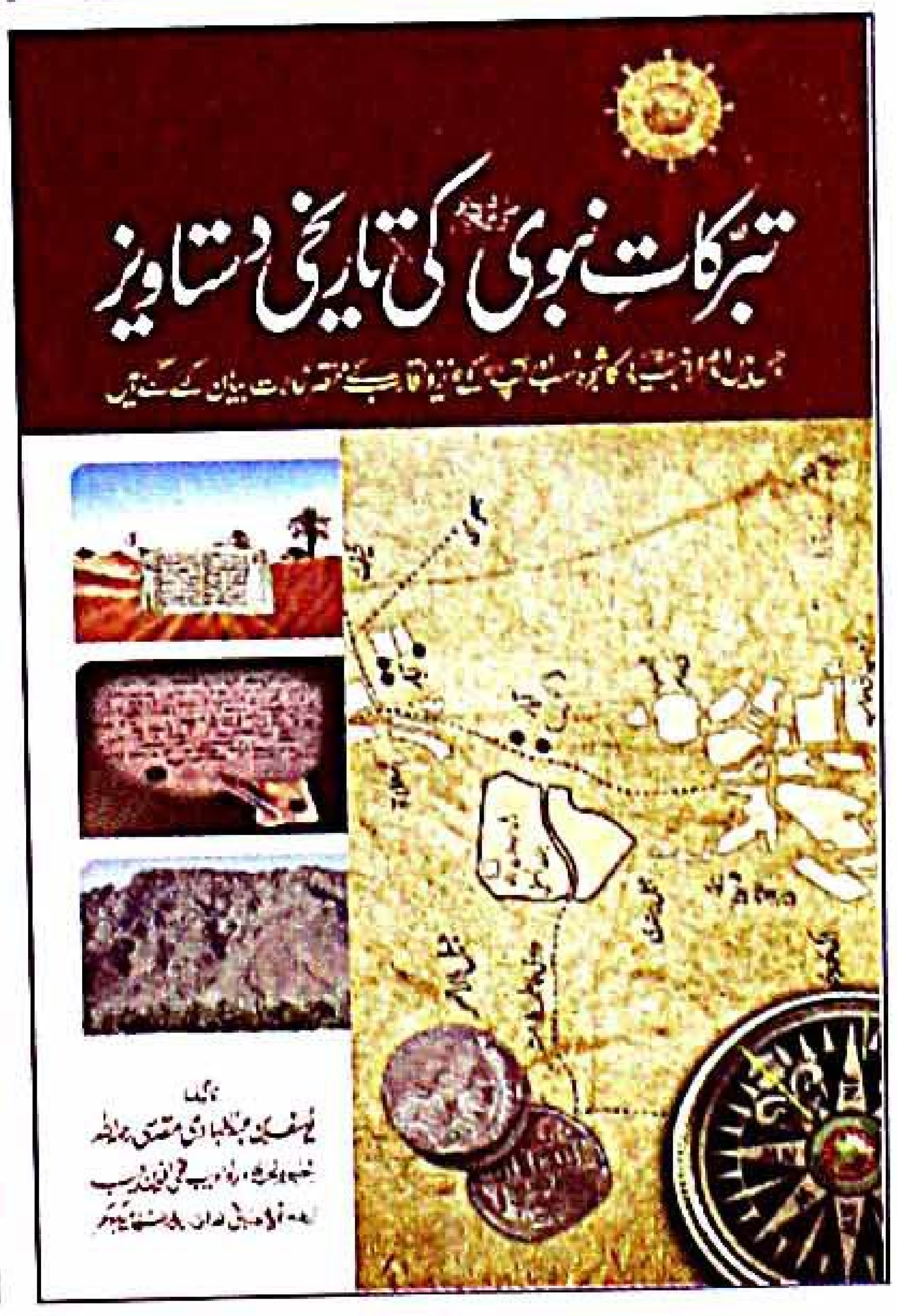

Find us on: facebook. book corner showroom WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

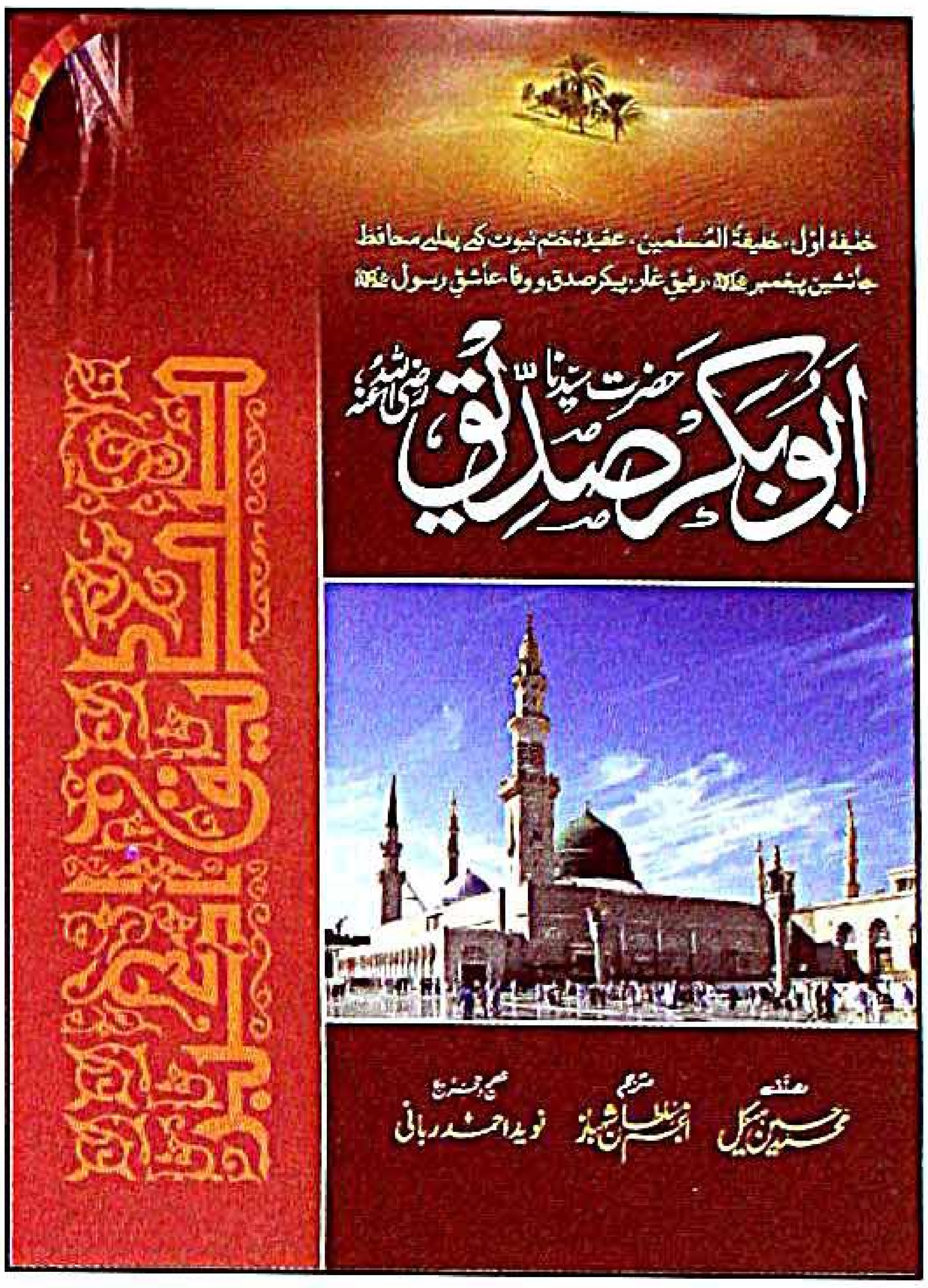

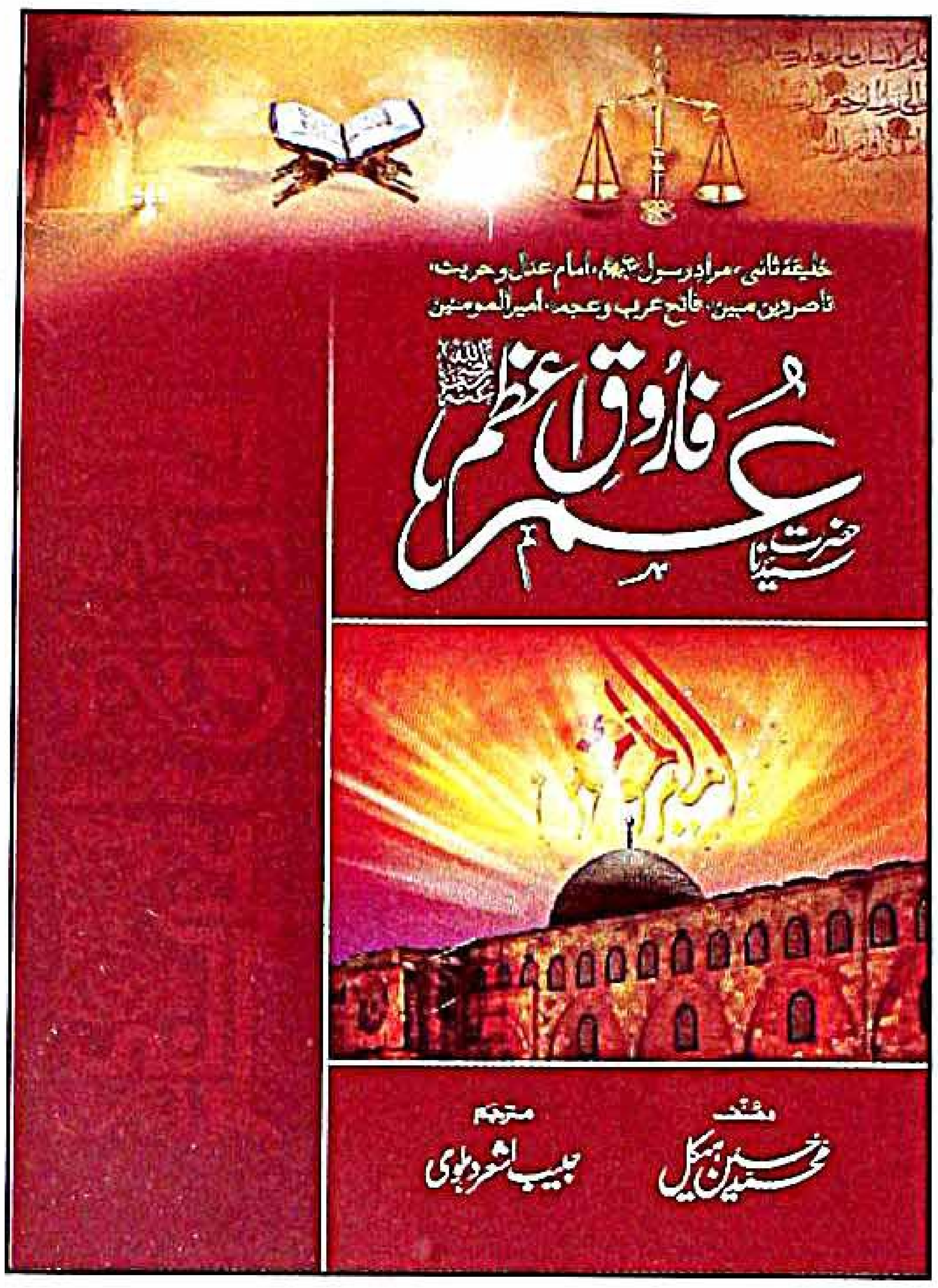

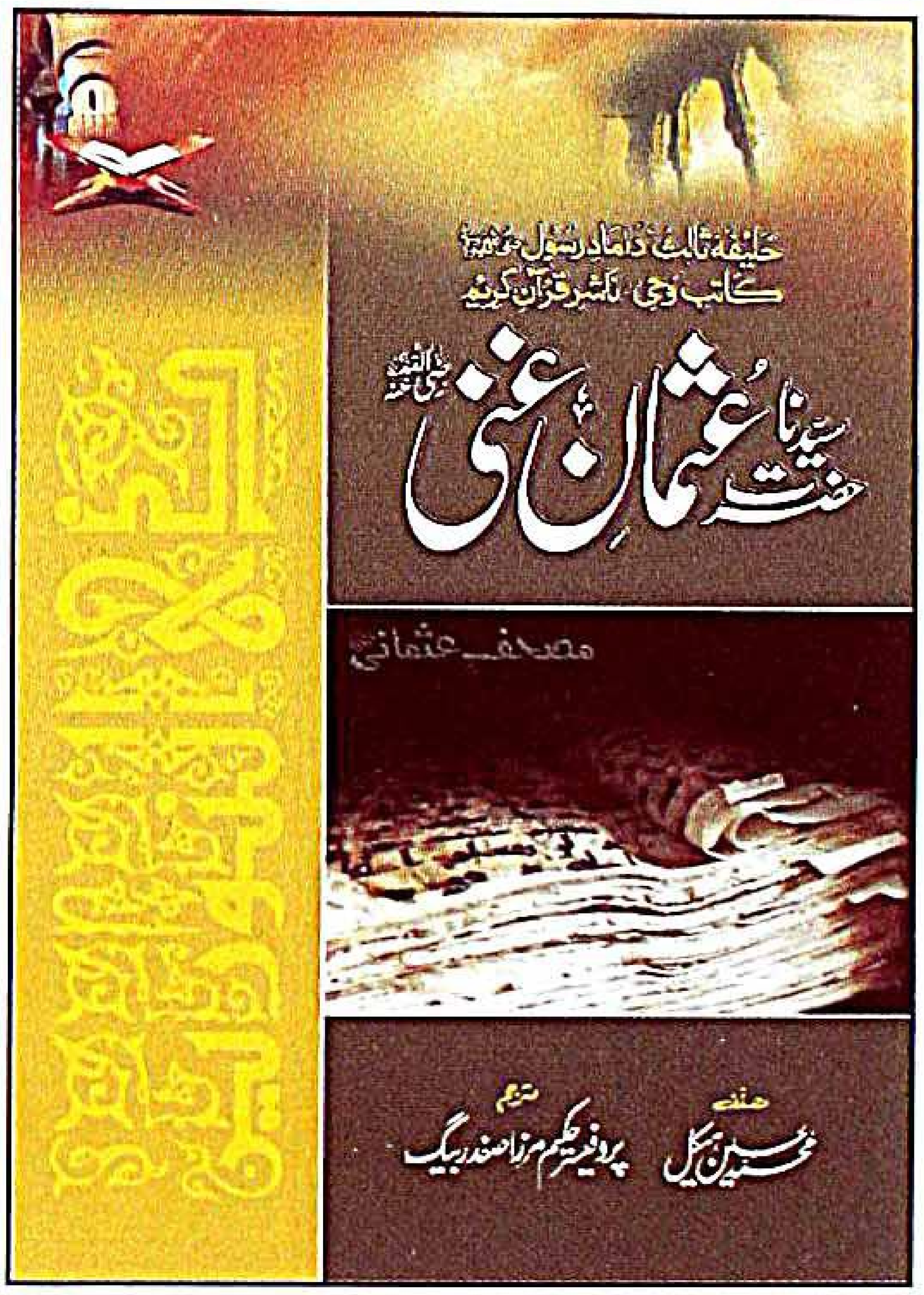

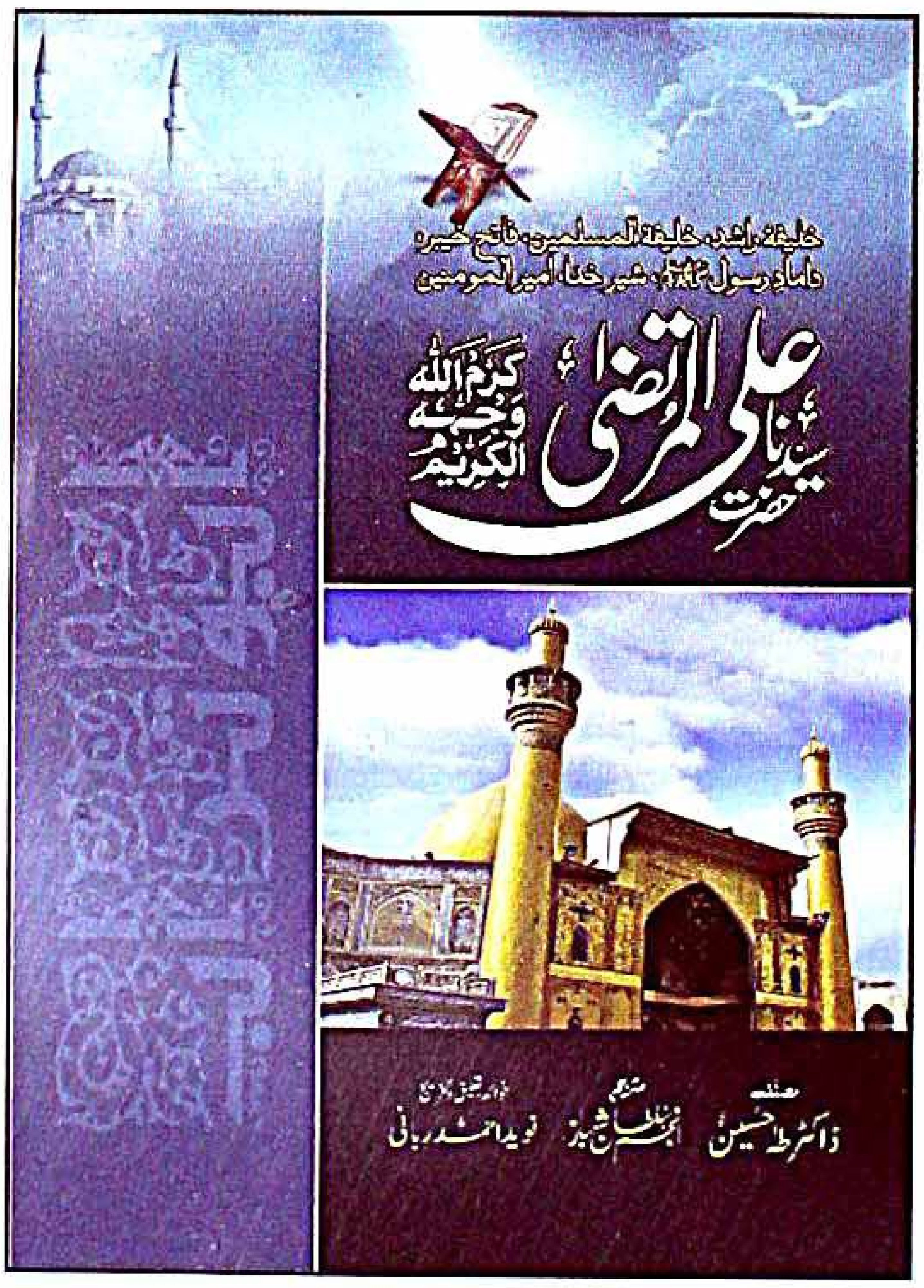

Find us on facebook. book corner showroom

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

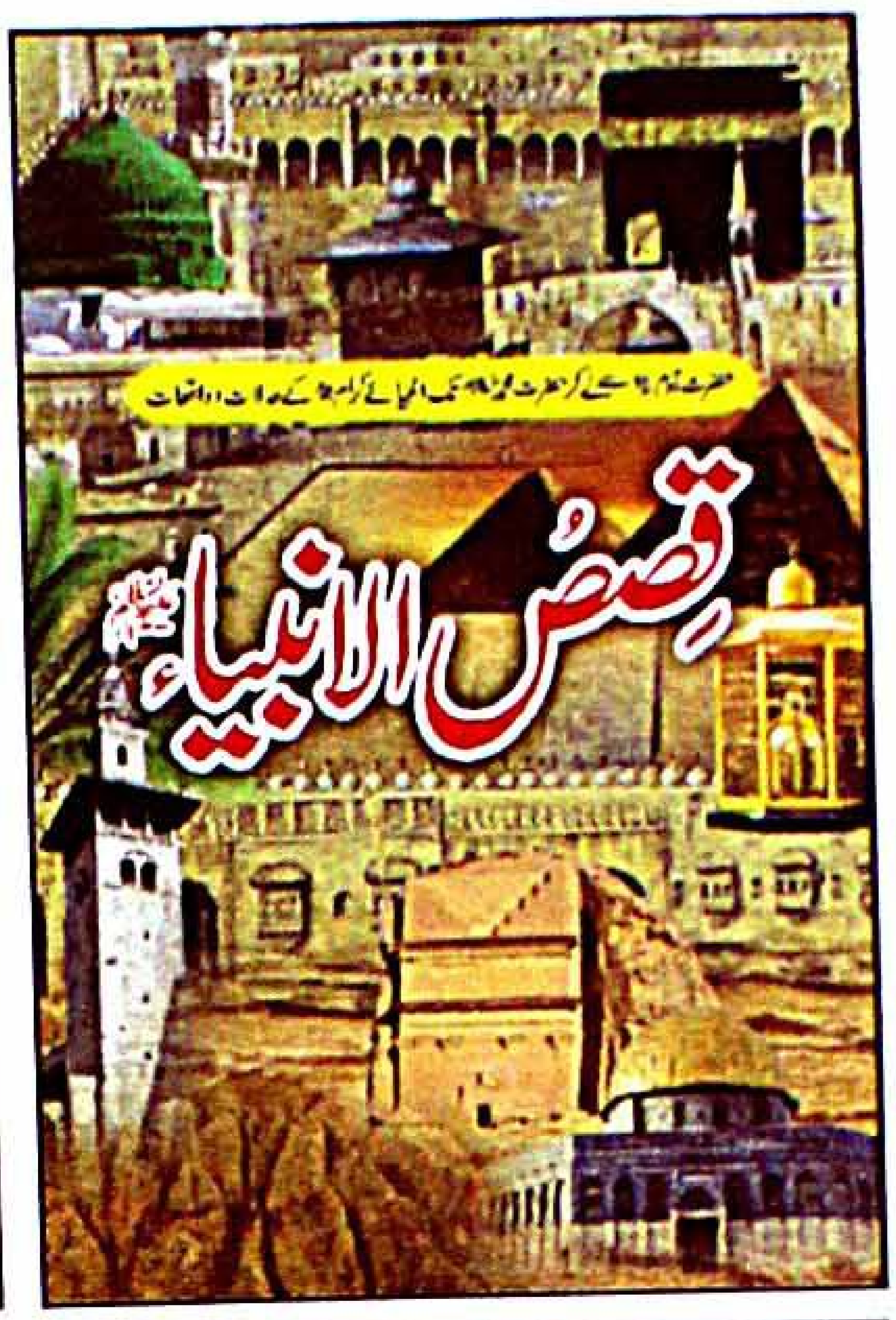

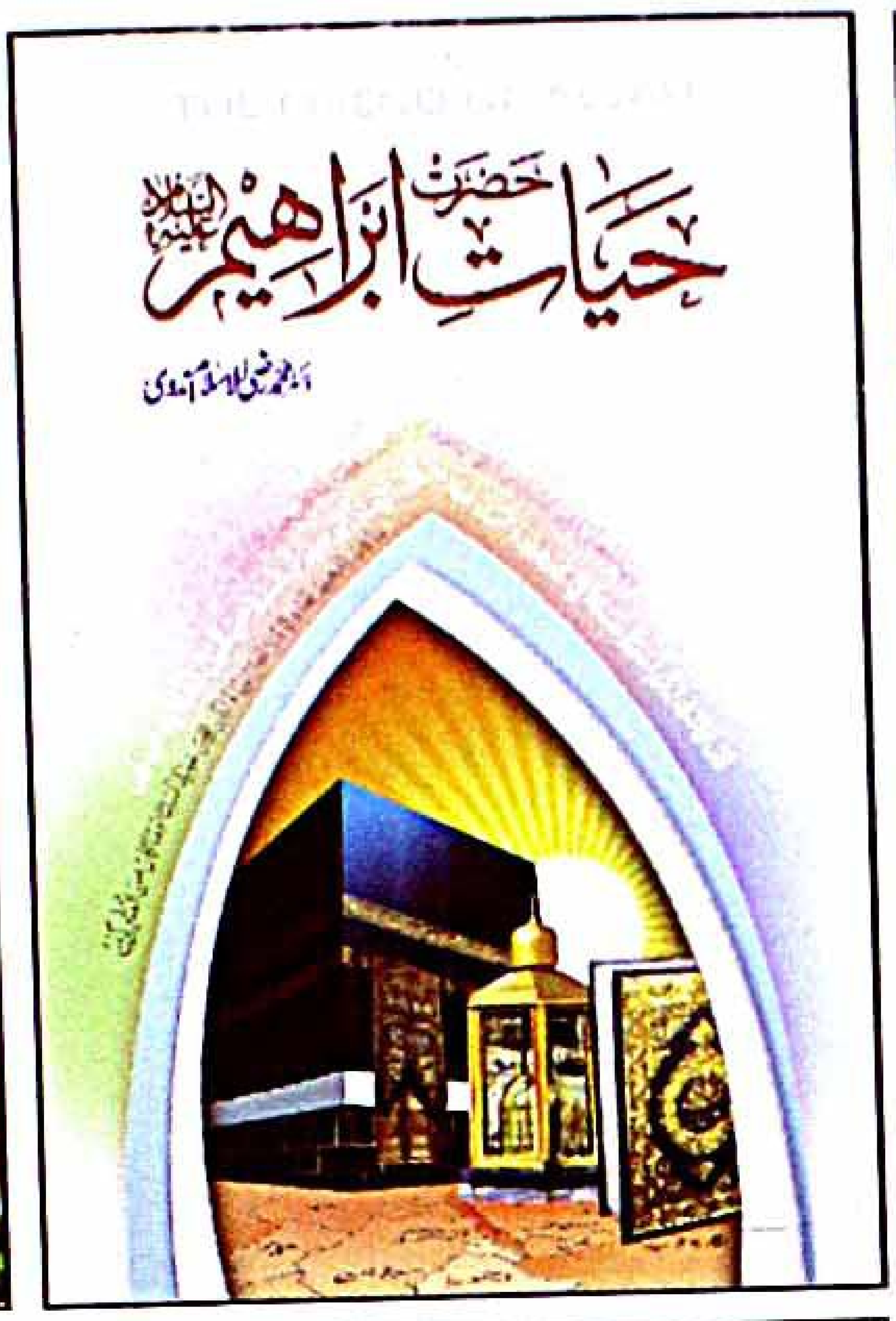

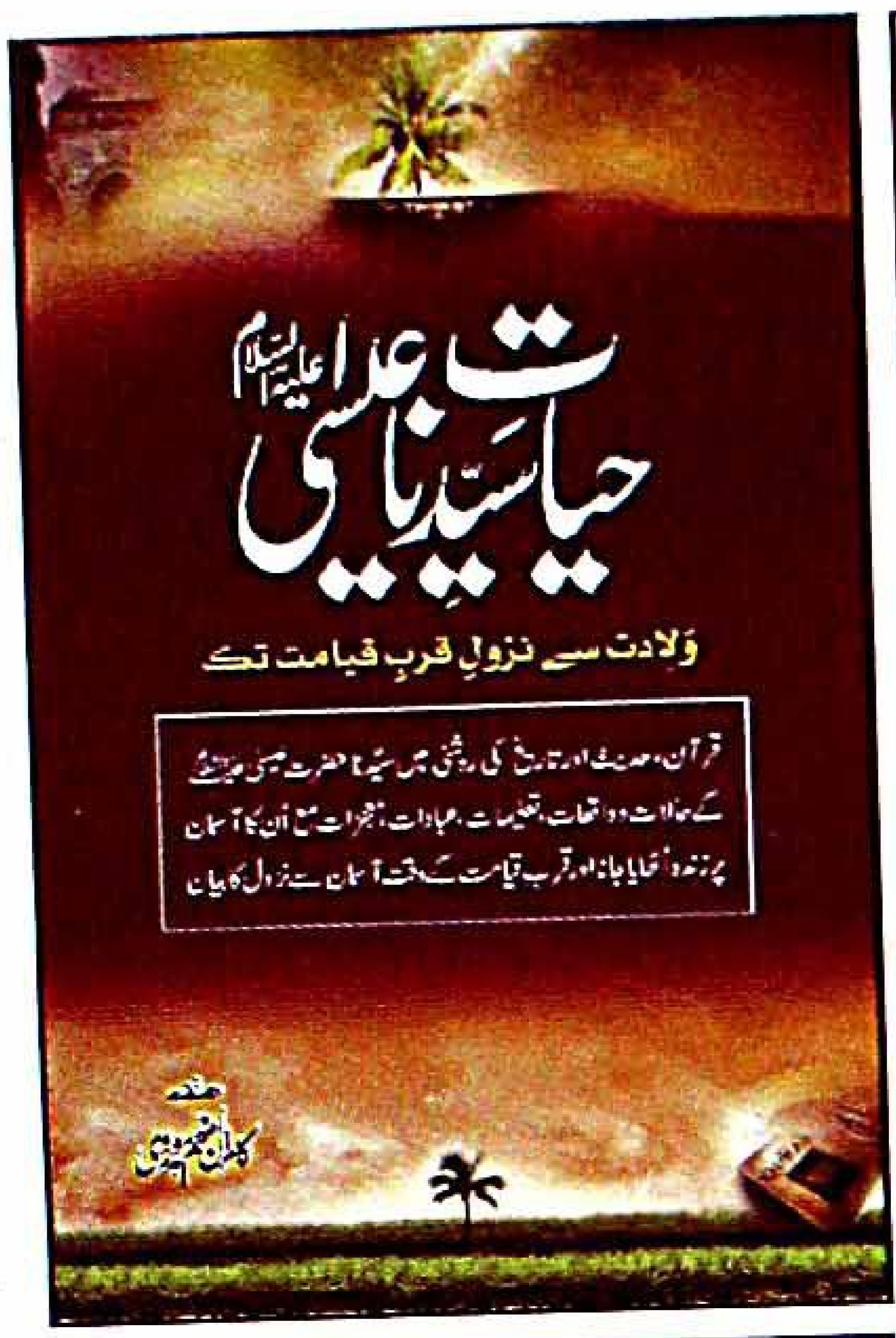

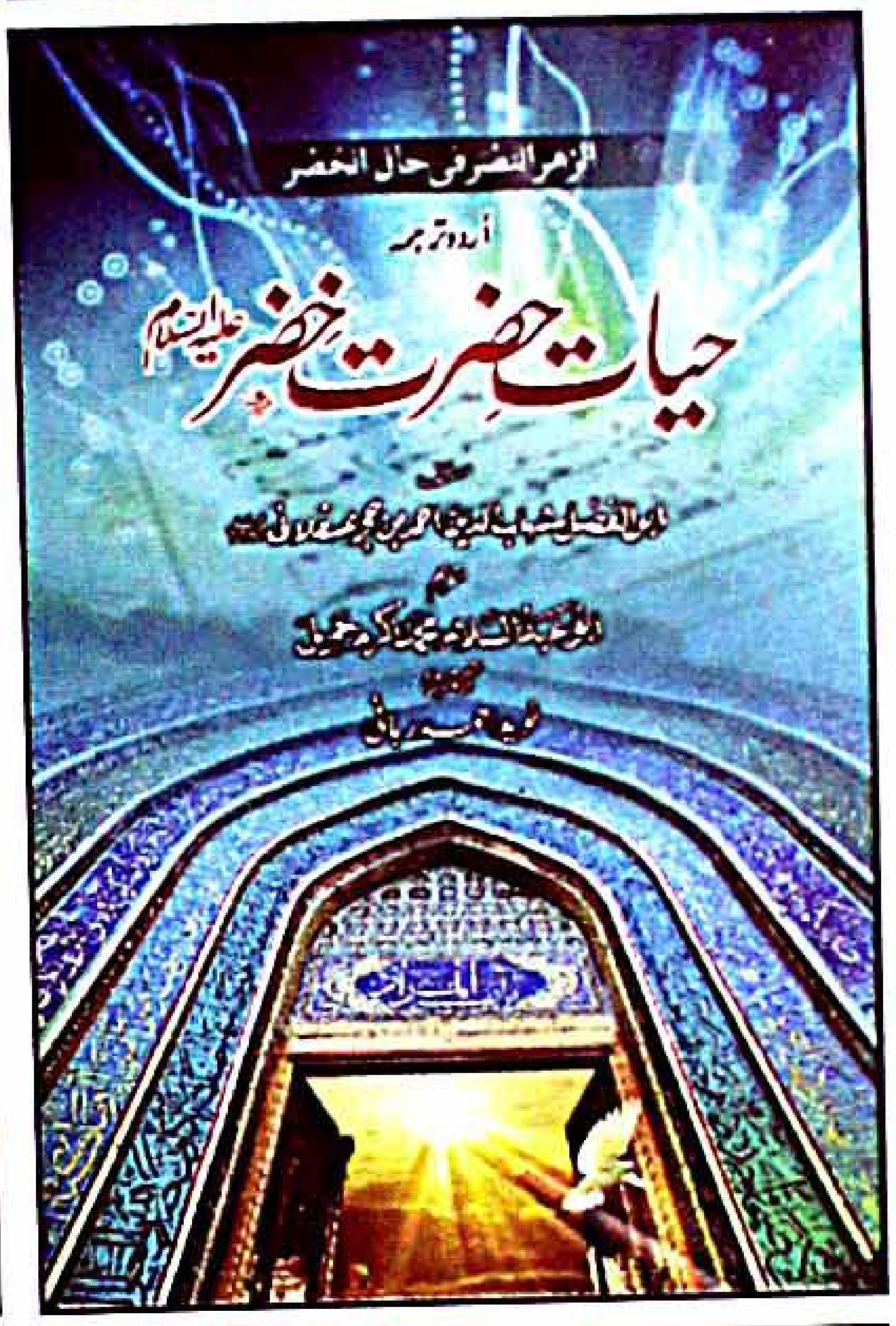

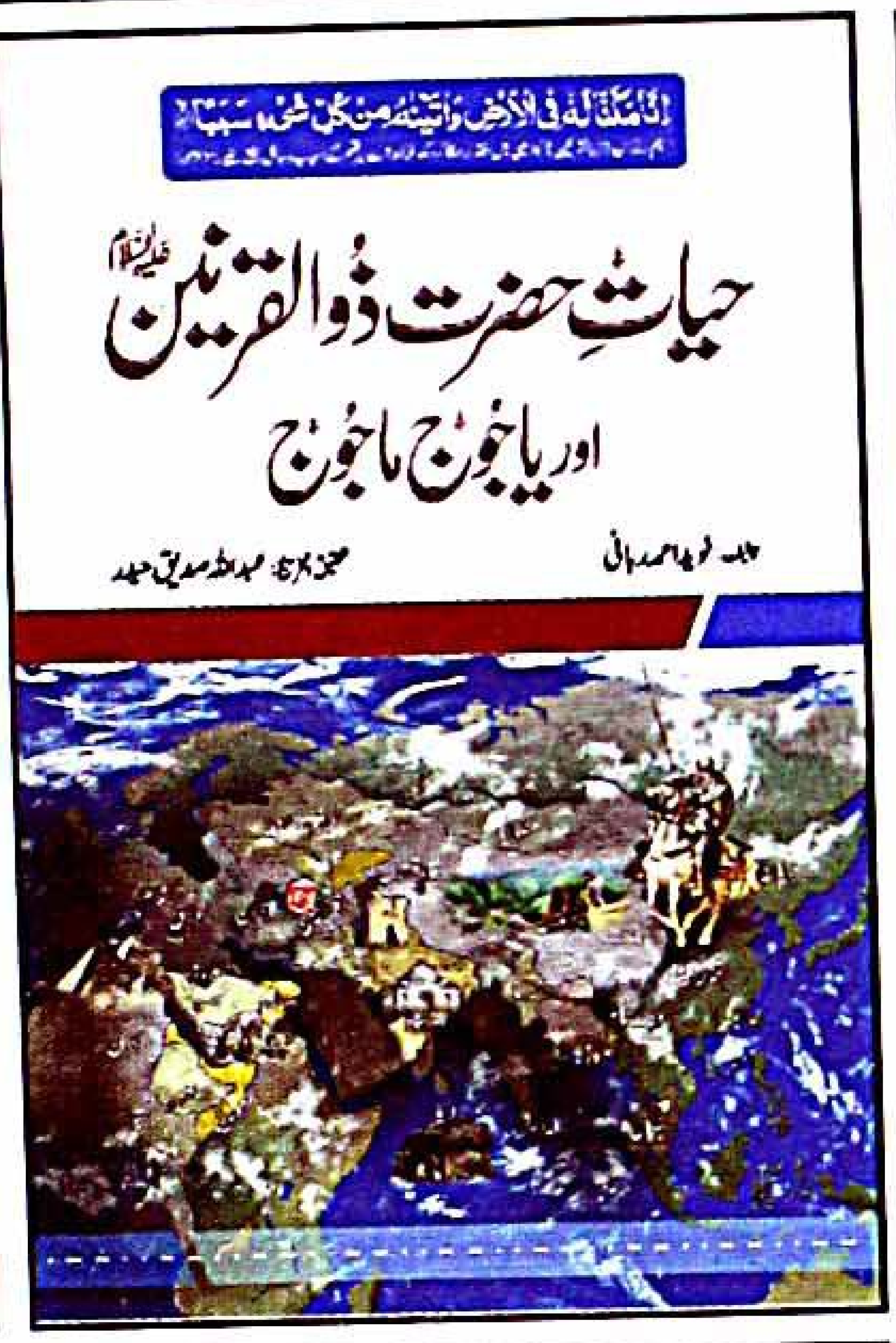

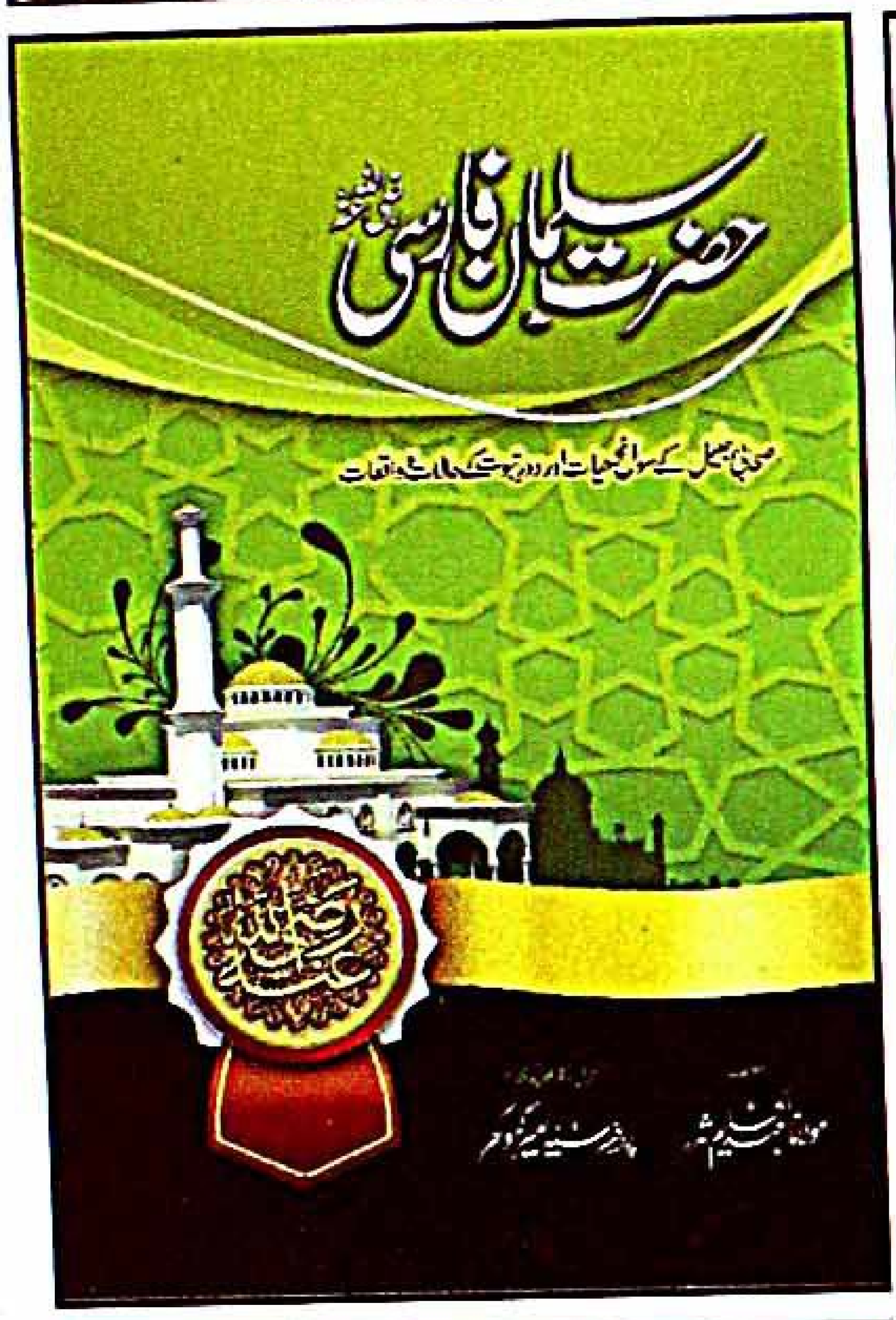

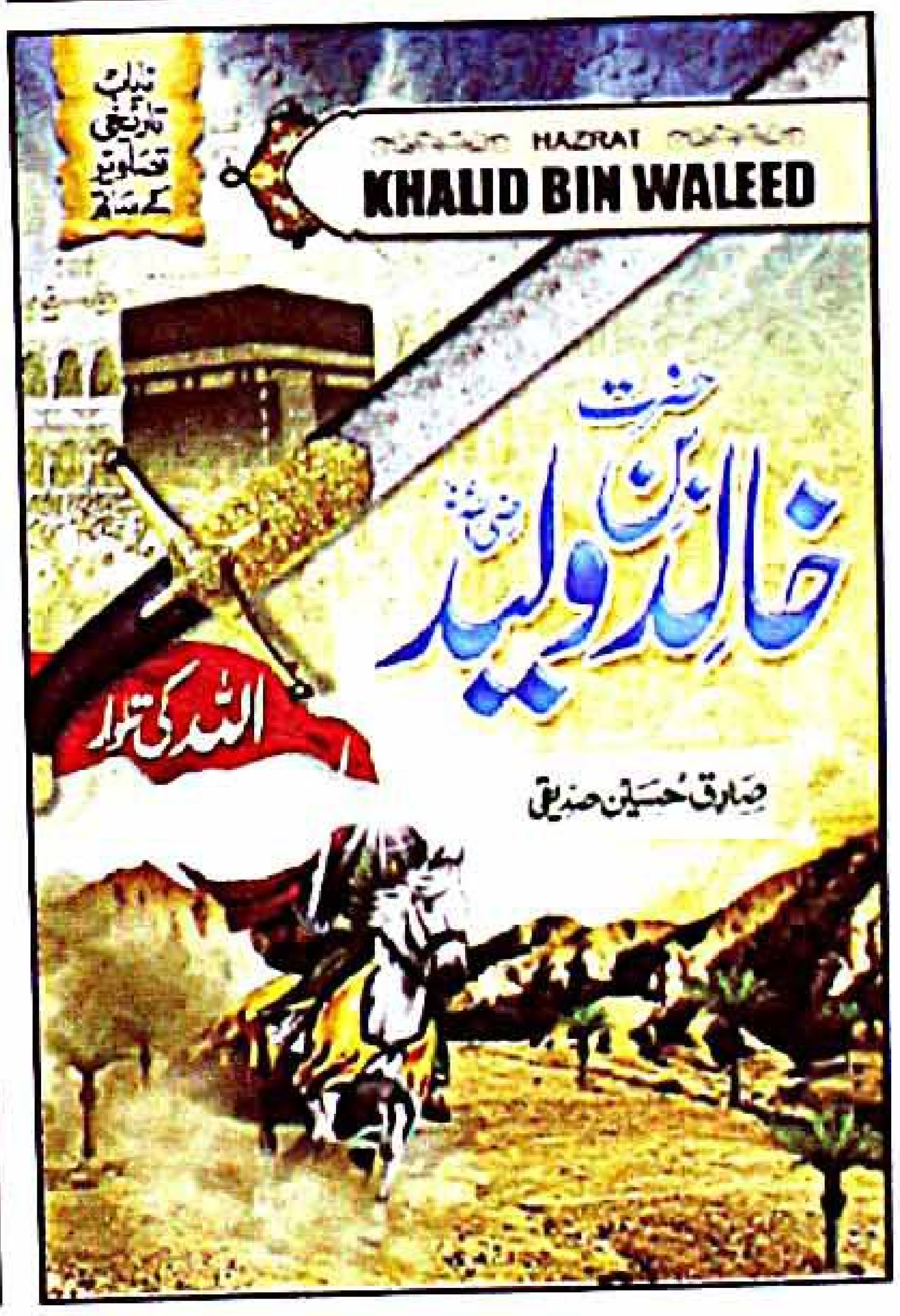

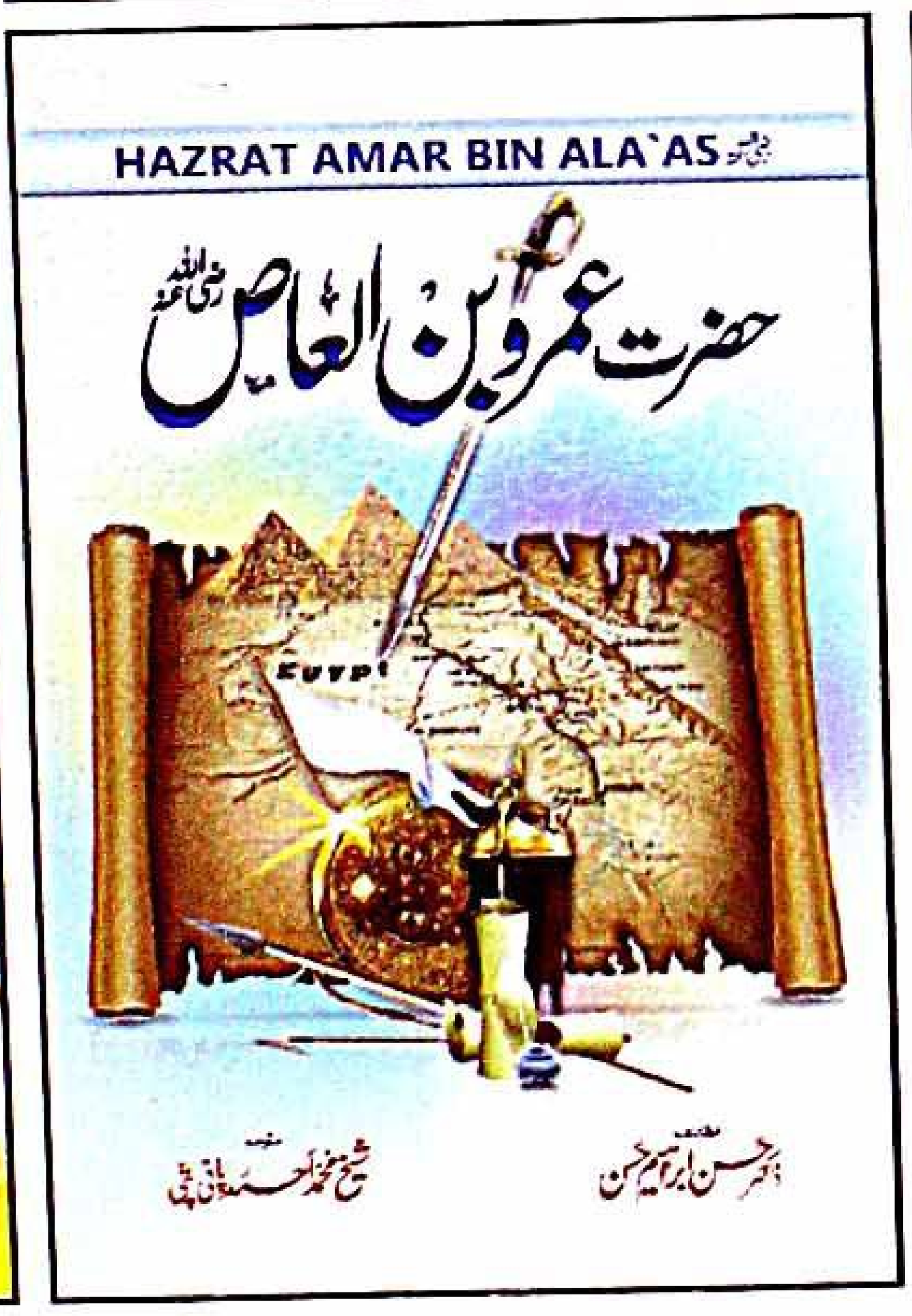

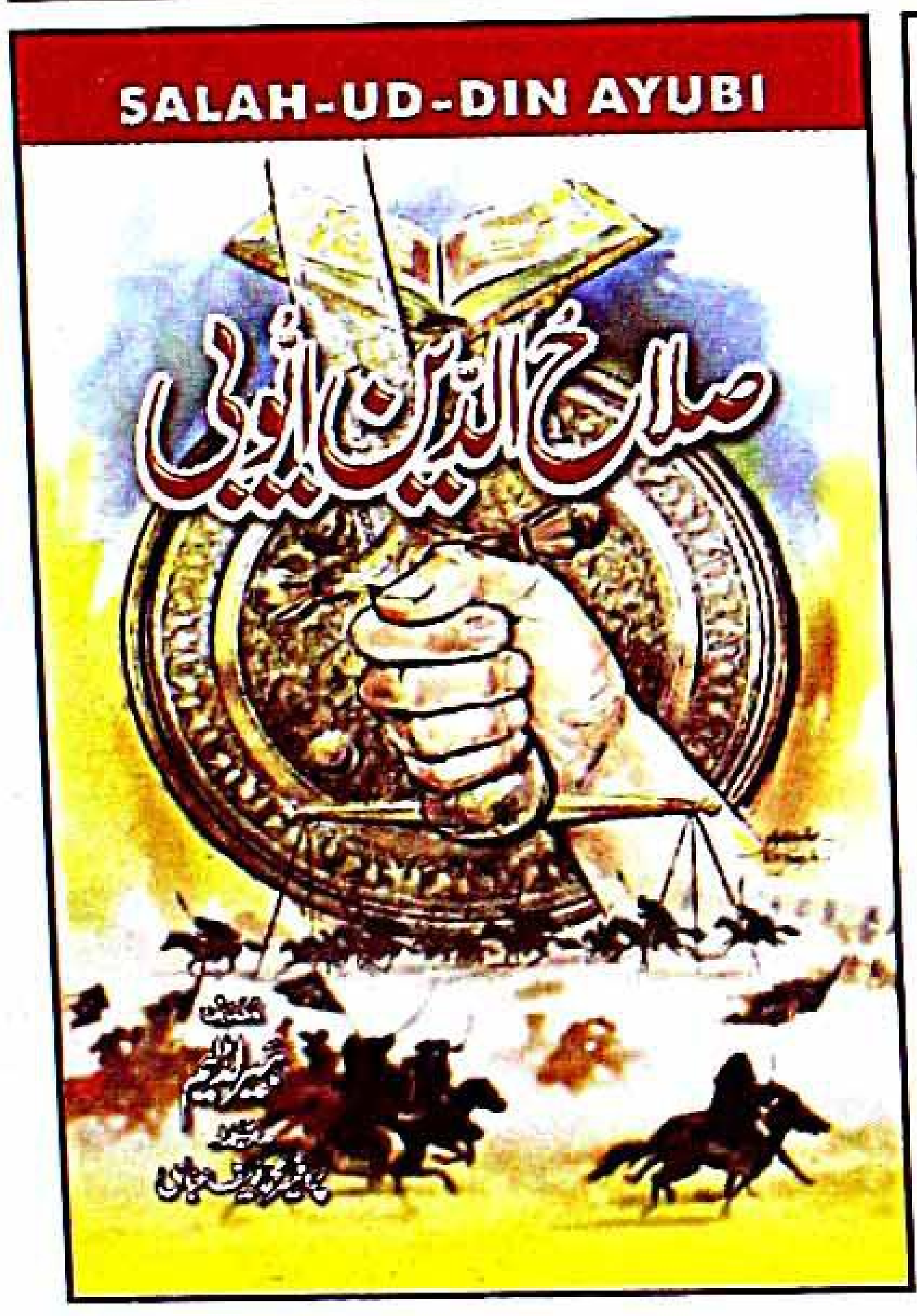

Find us on facebook. book corner showroom WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

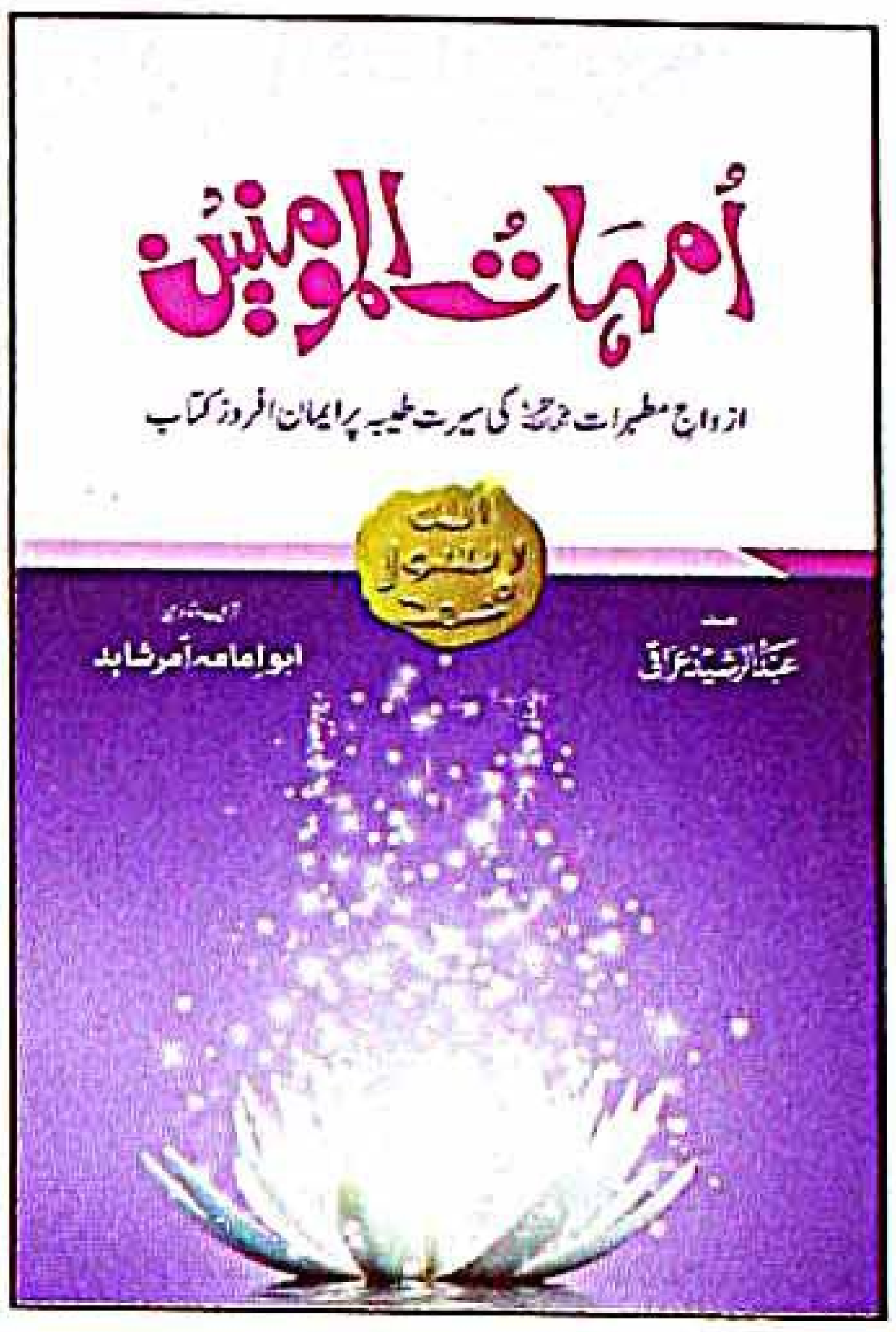

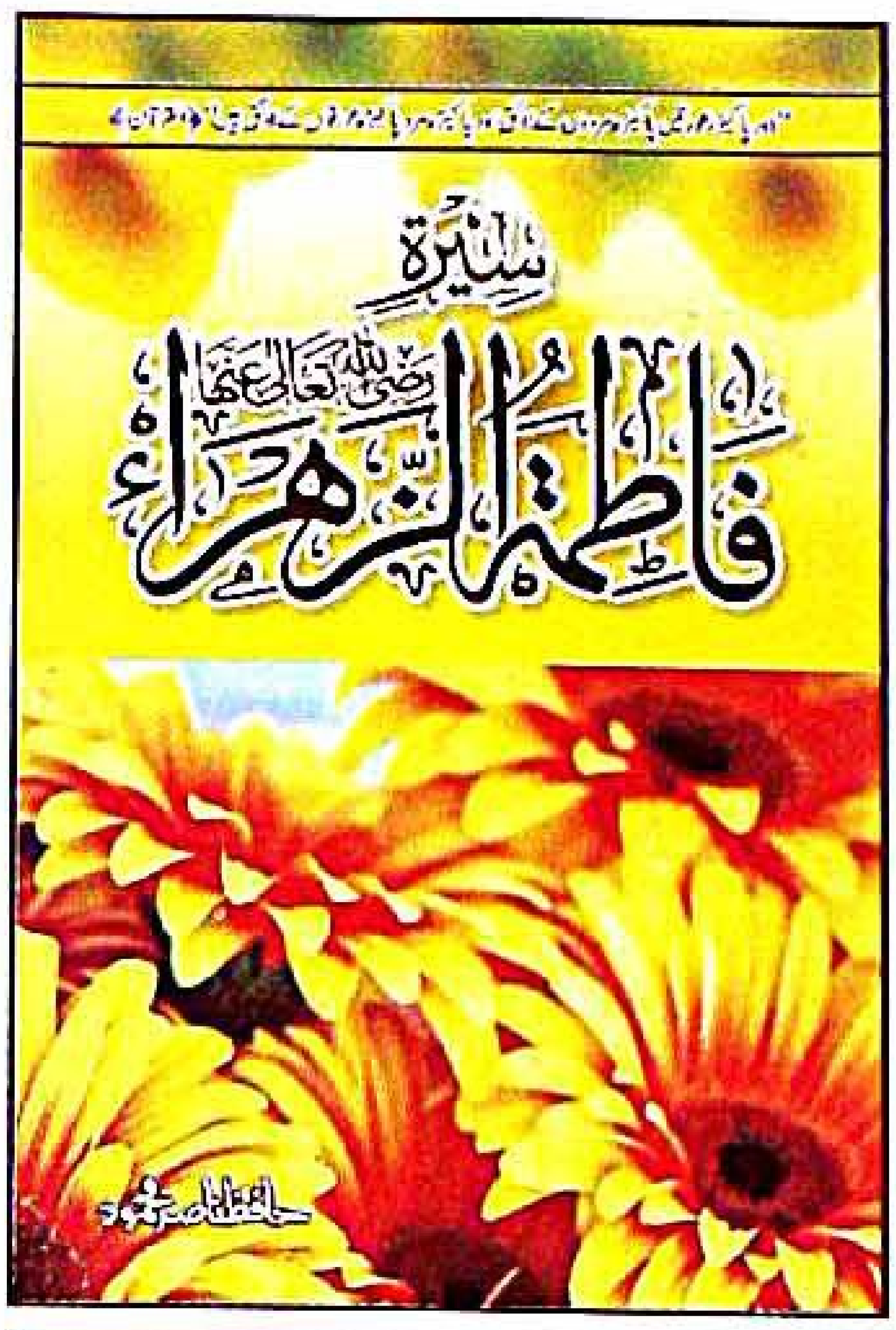

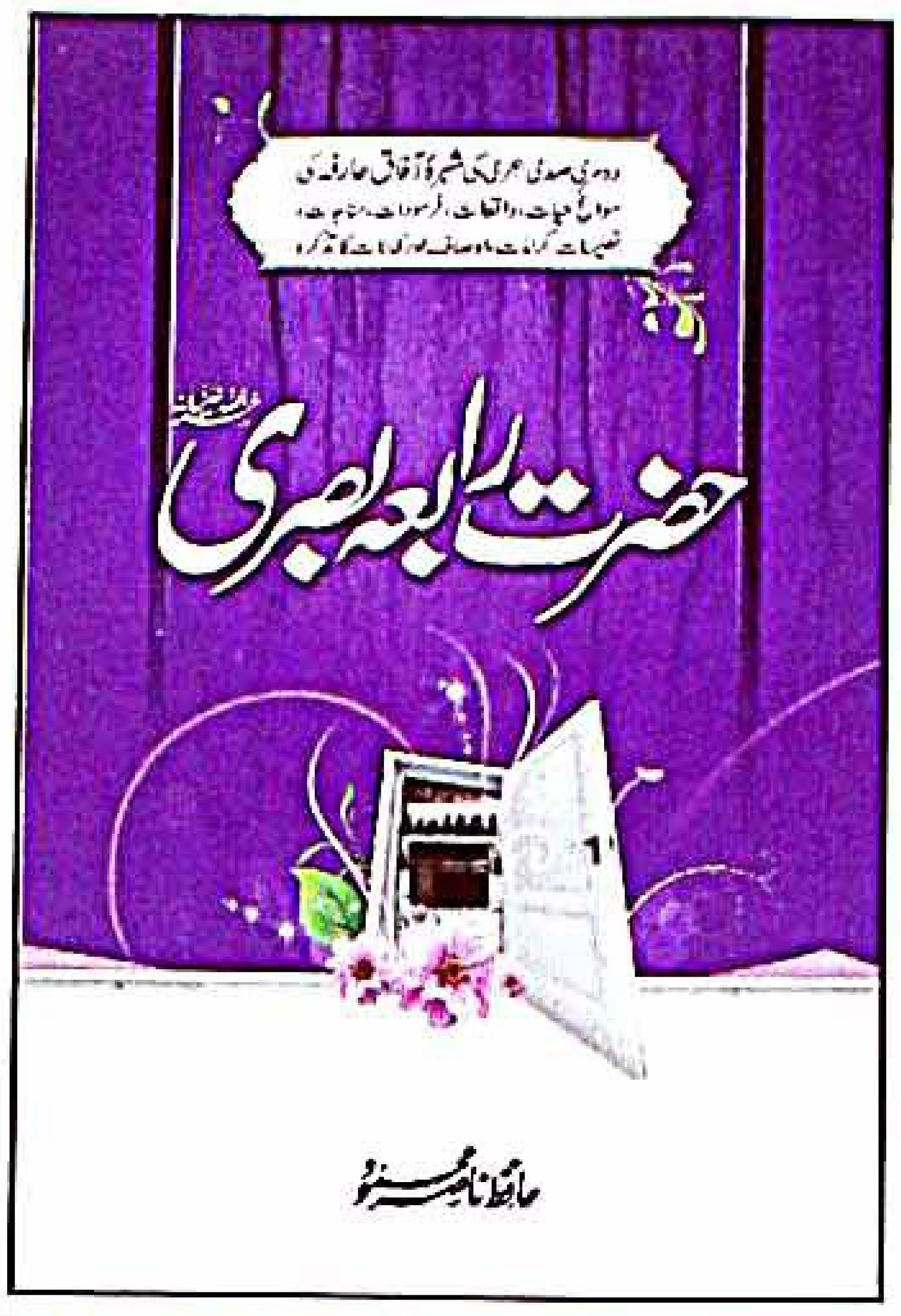

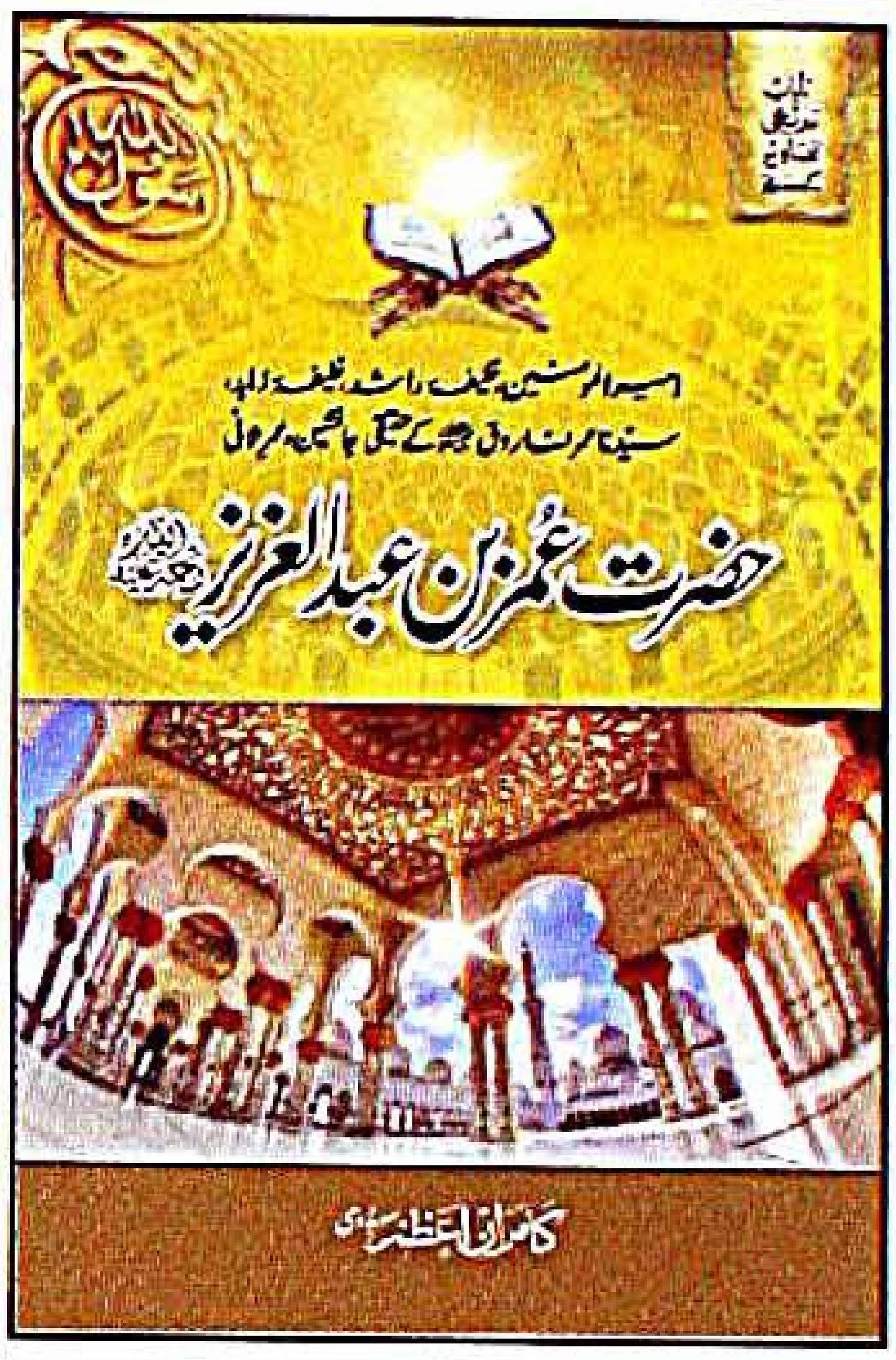

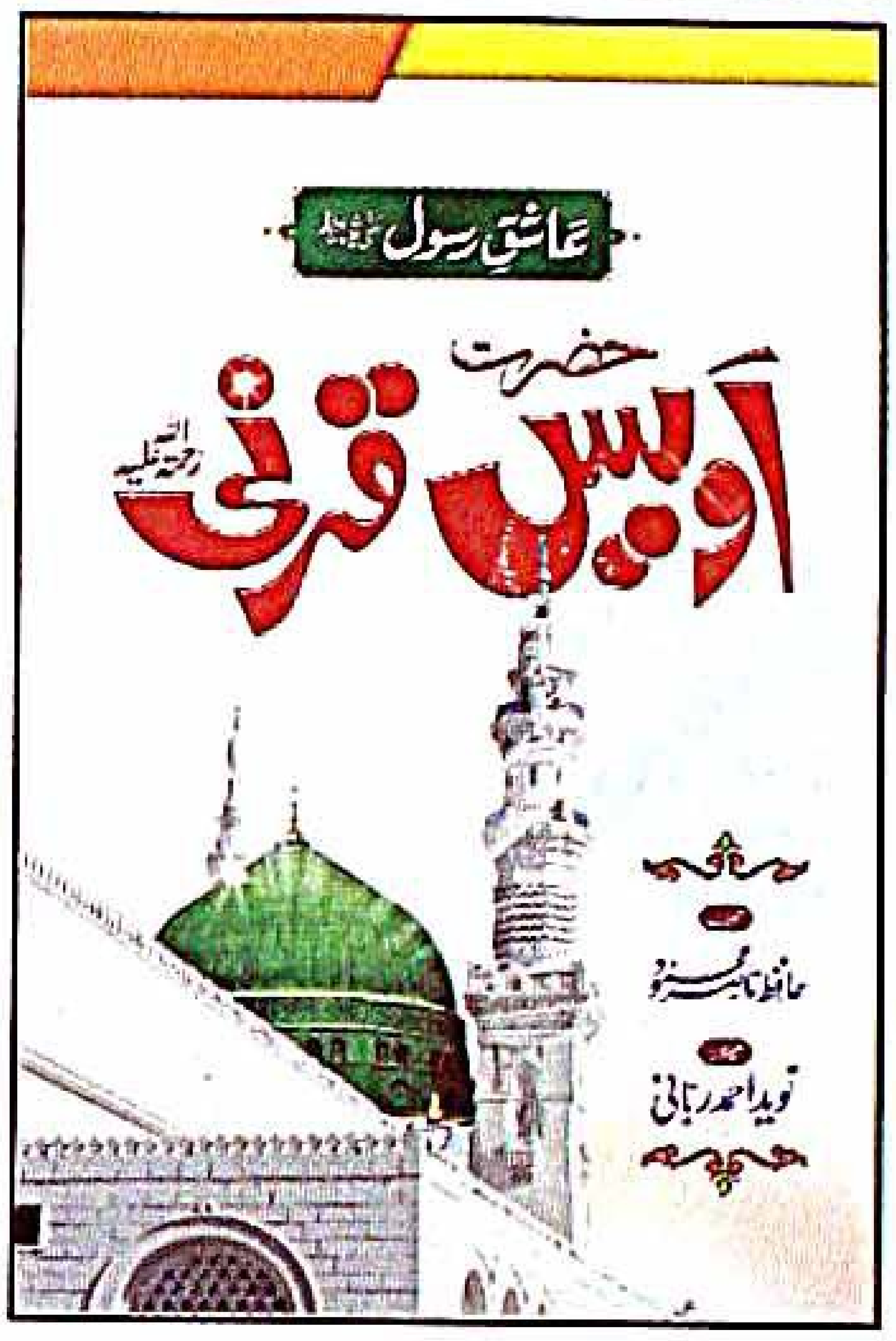

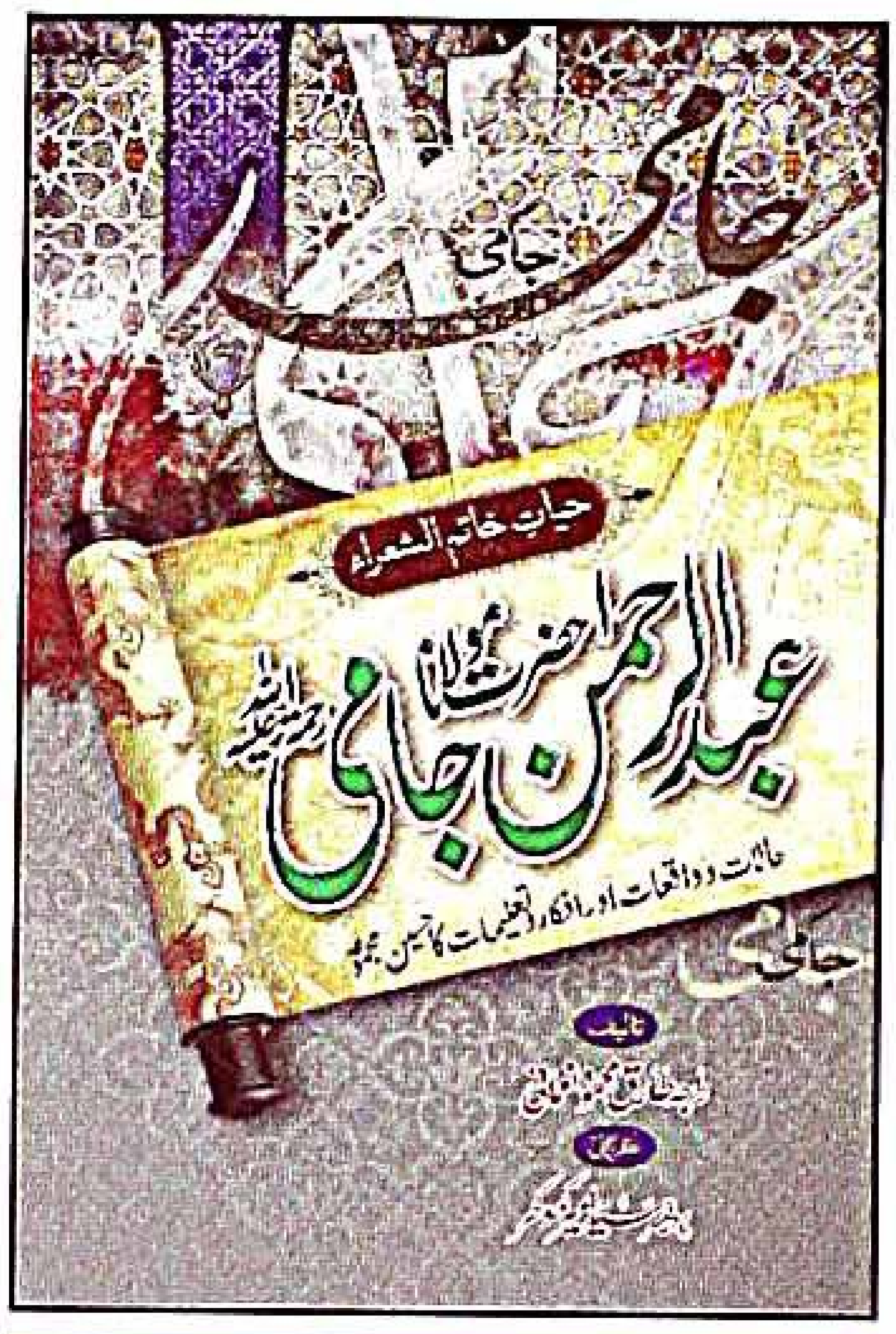

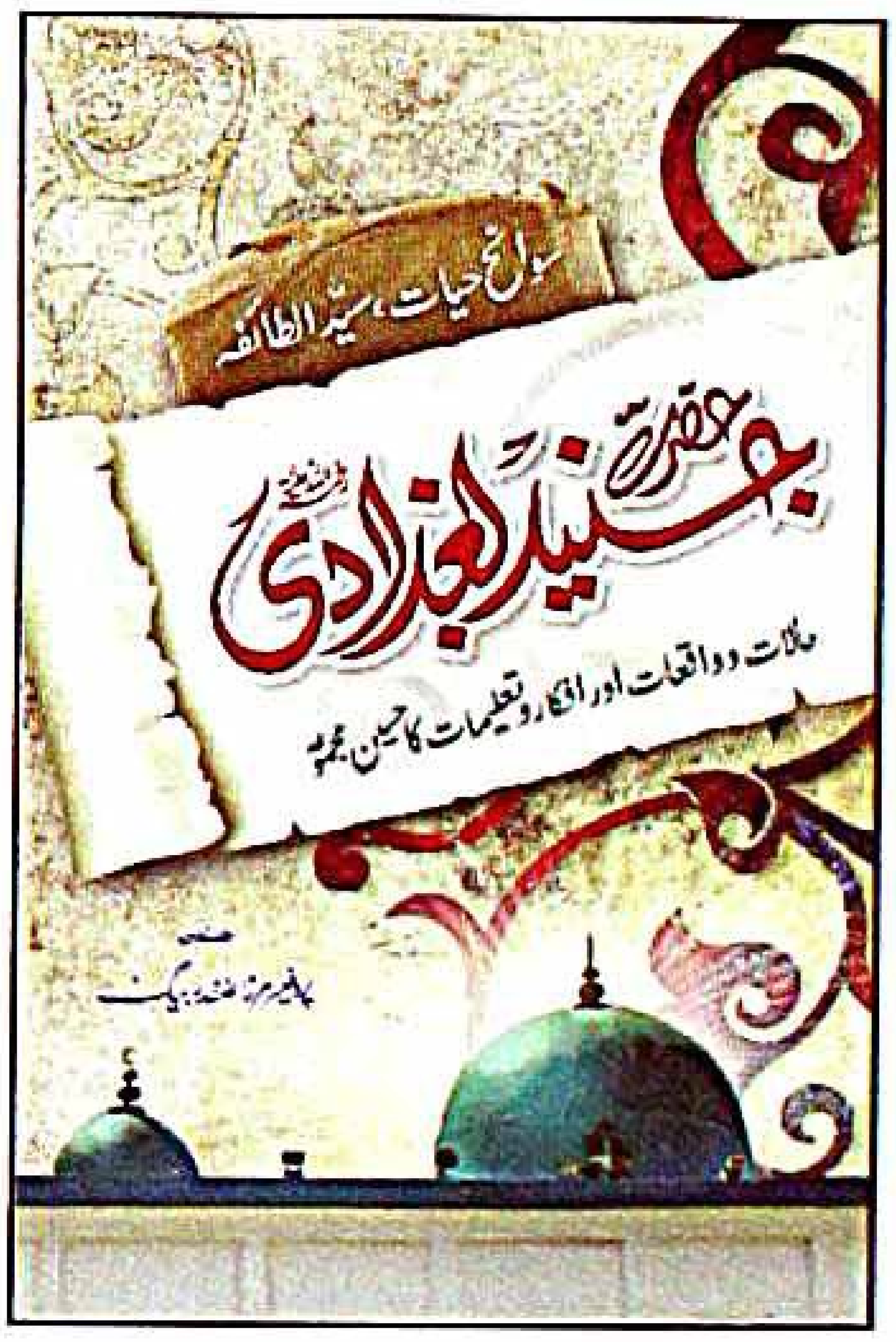

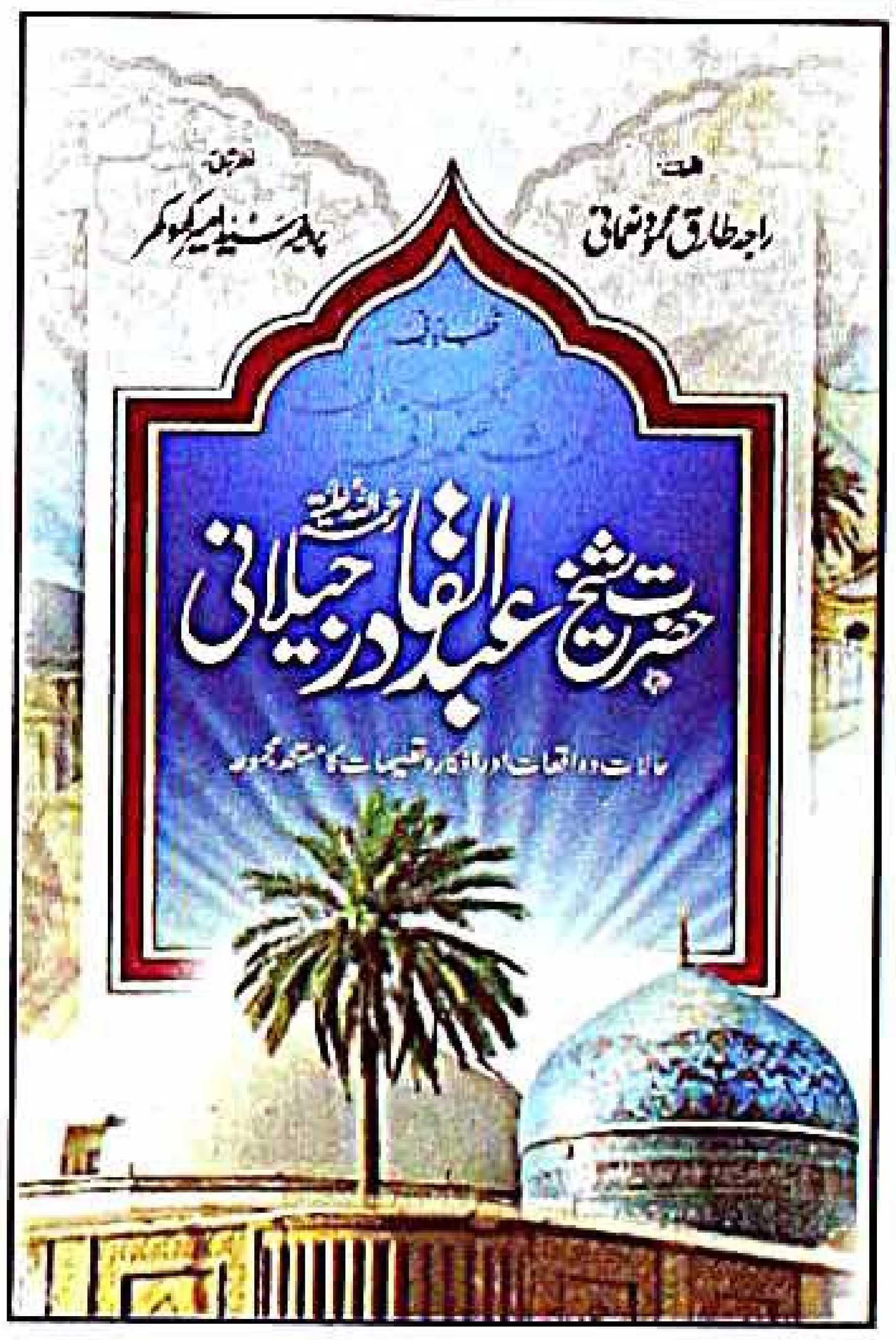

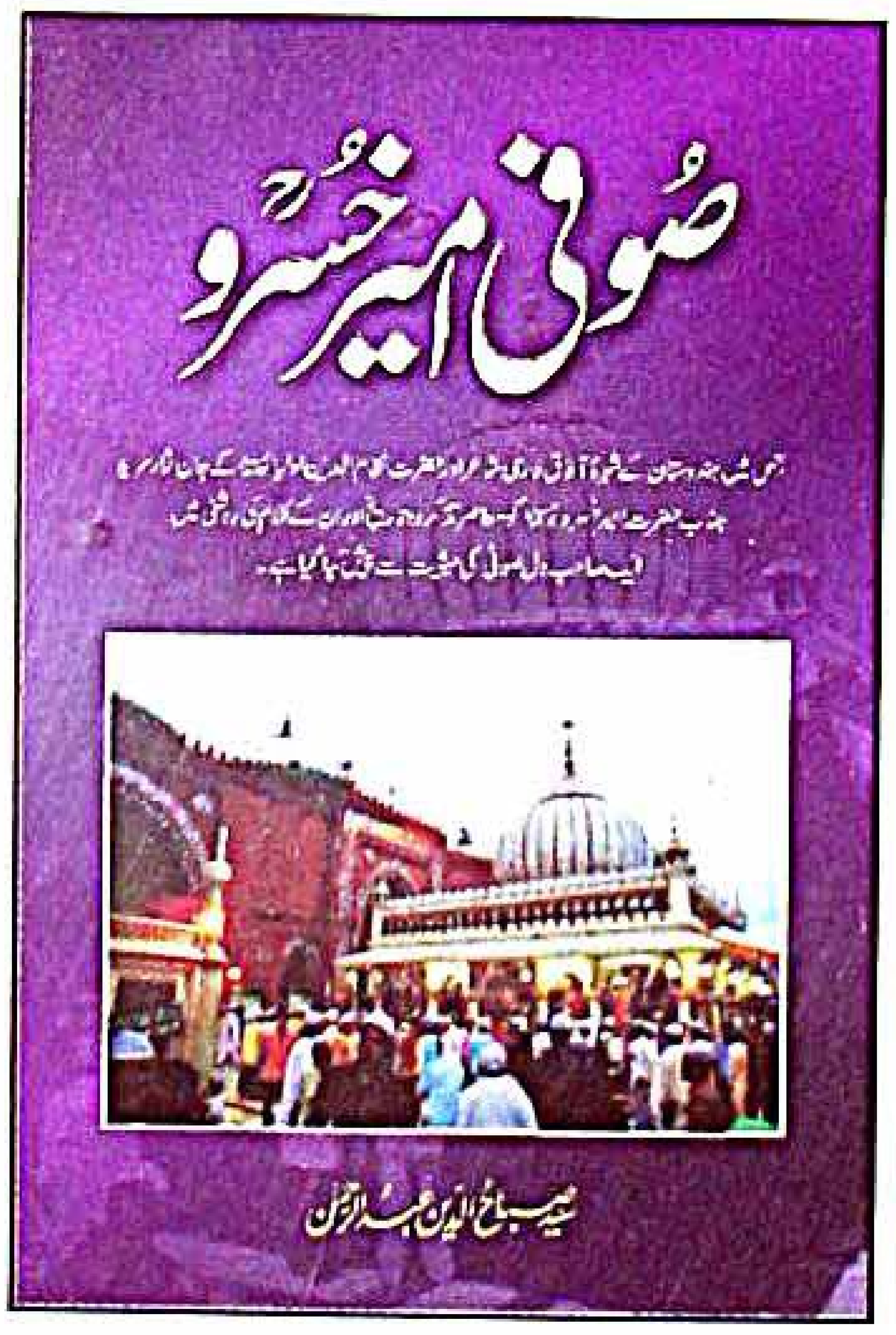

Find us on facebook. book corner showroom WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

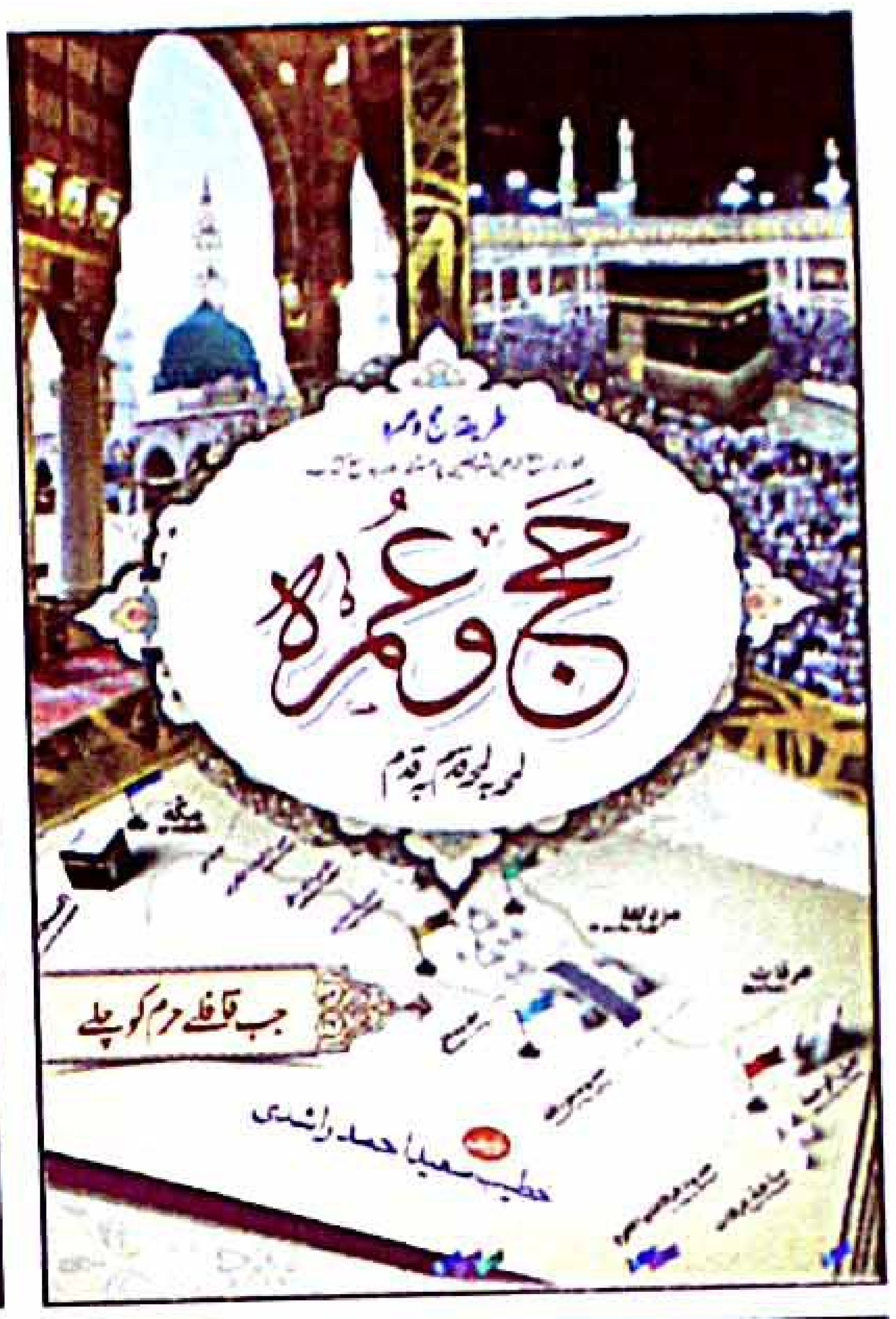

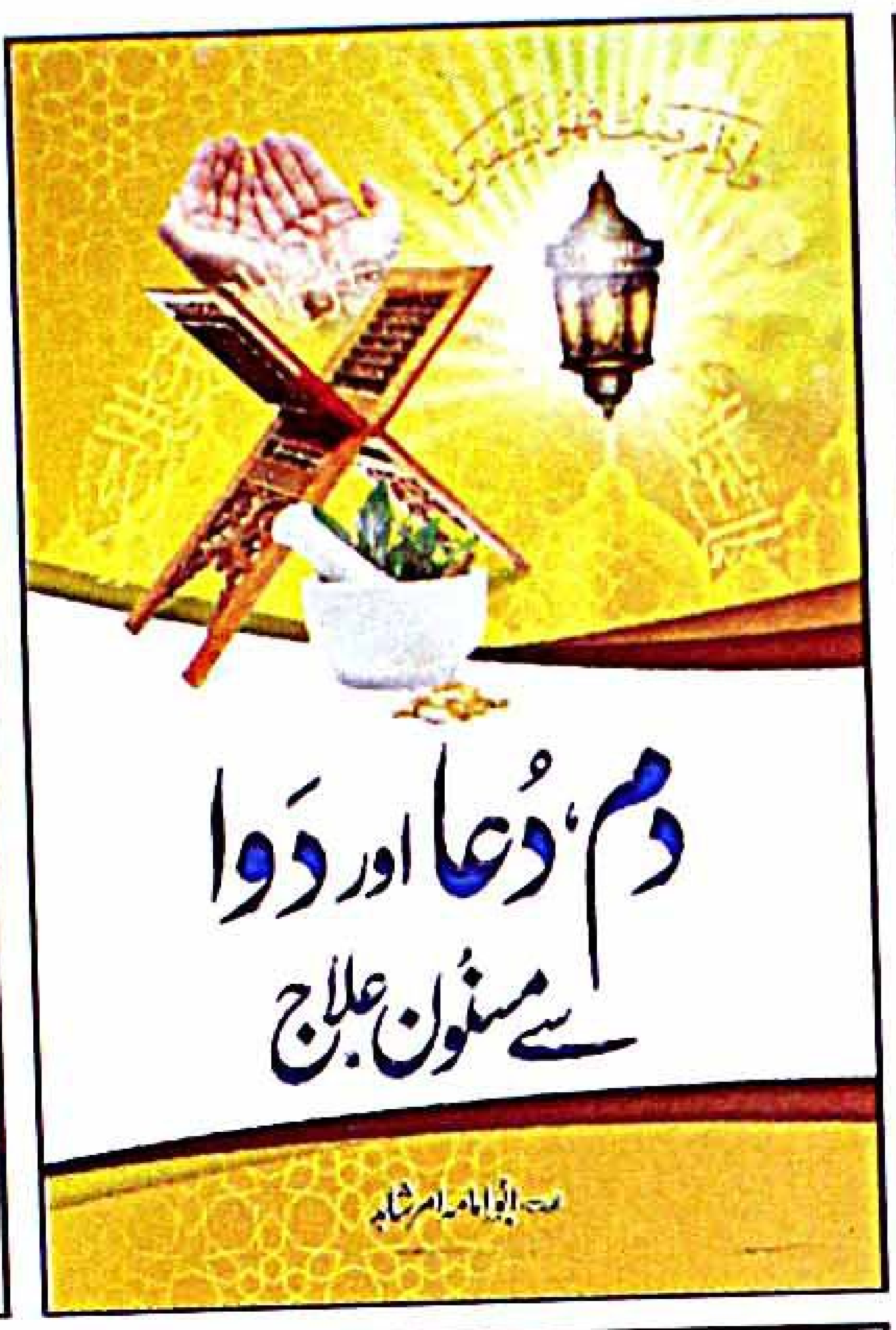

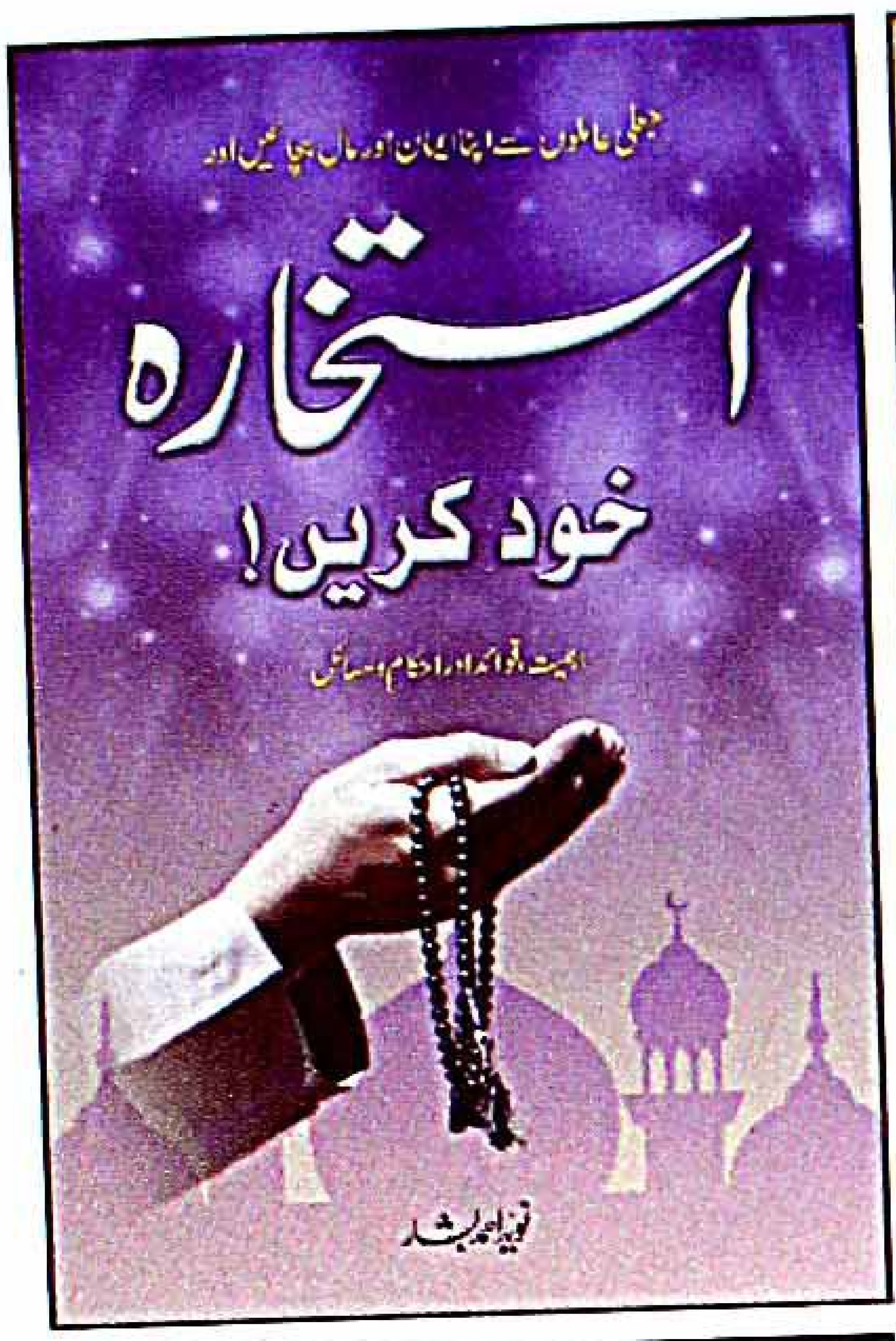

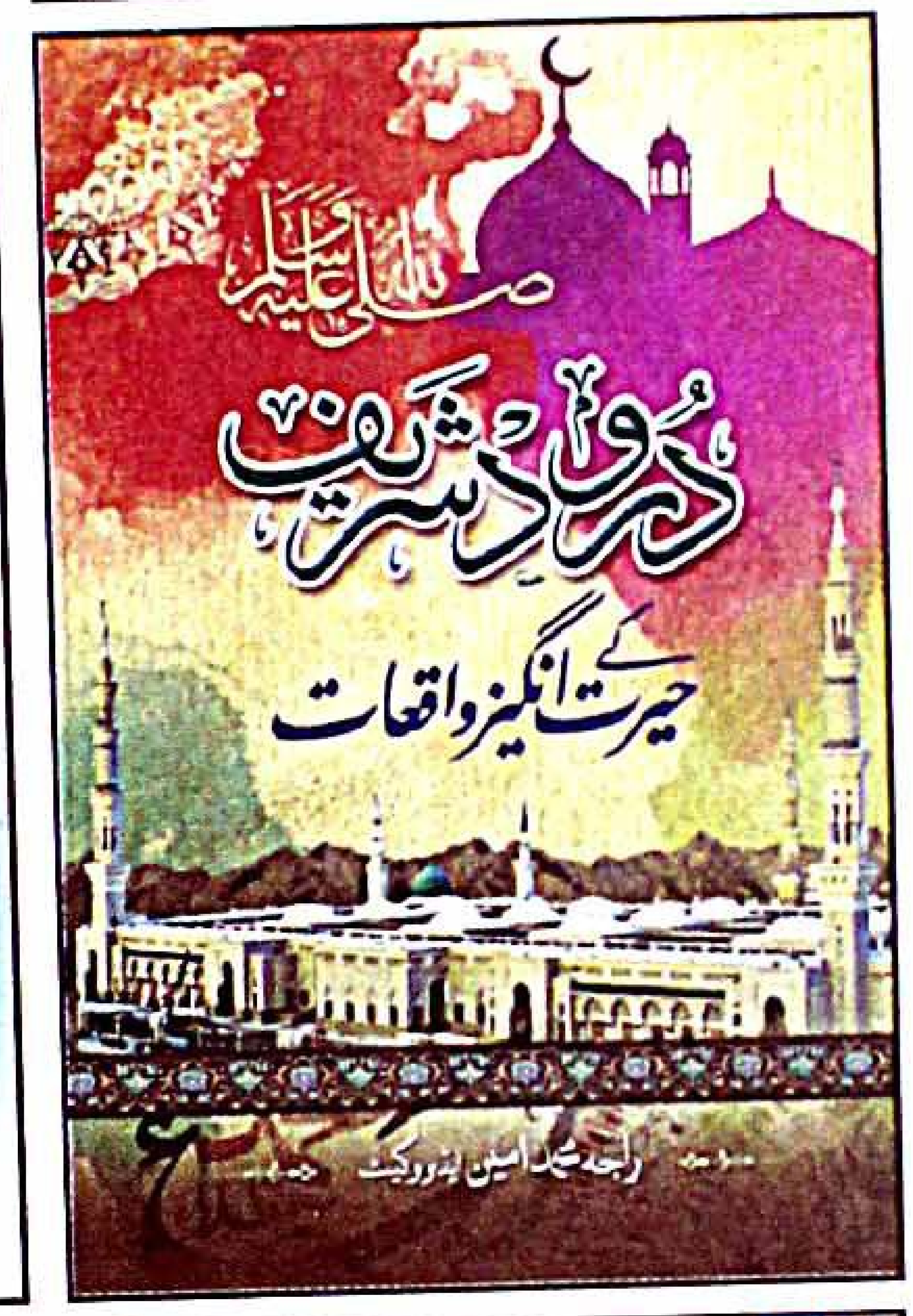

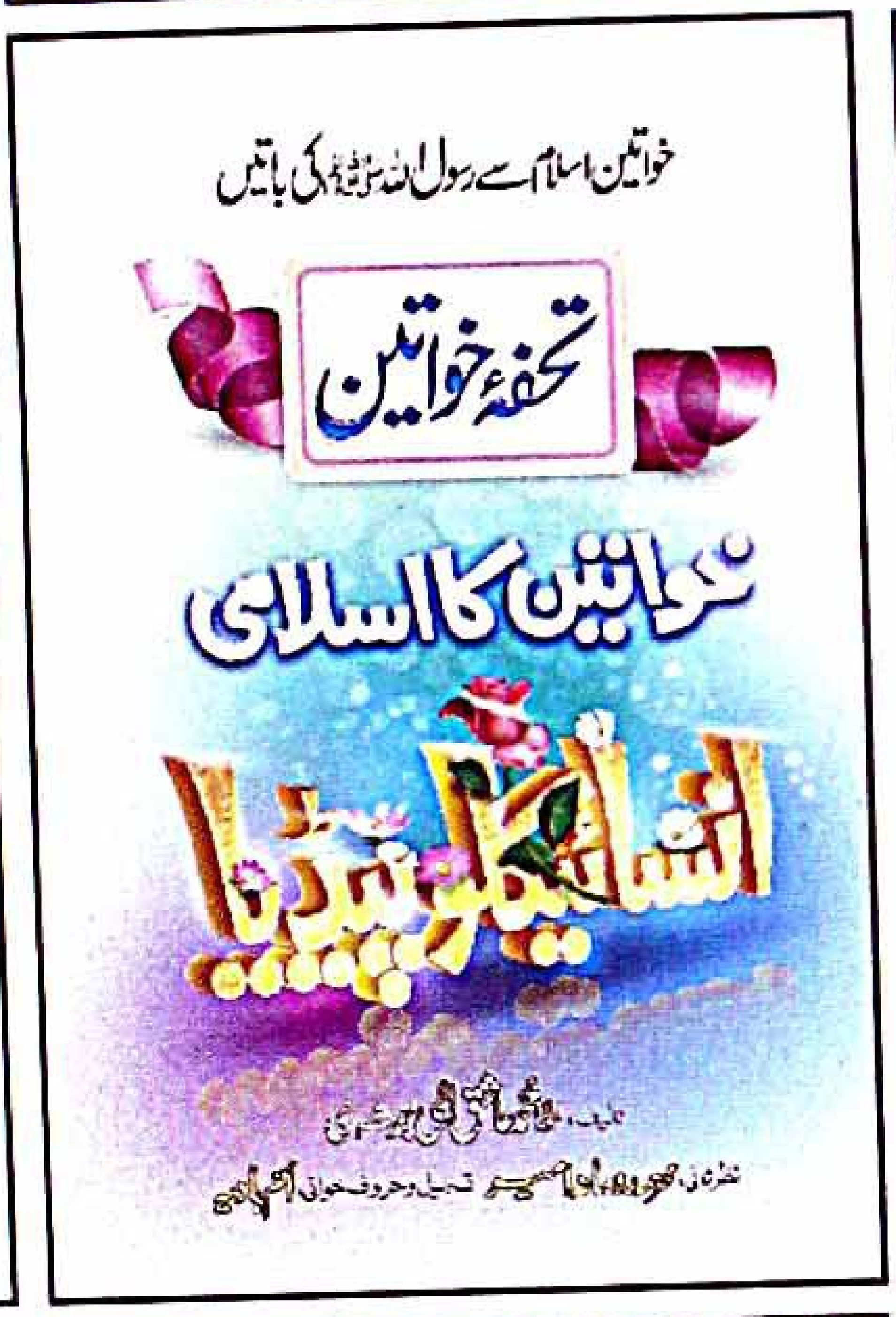

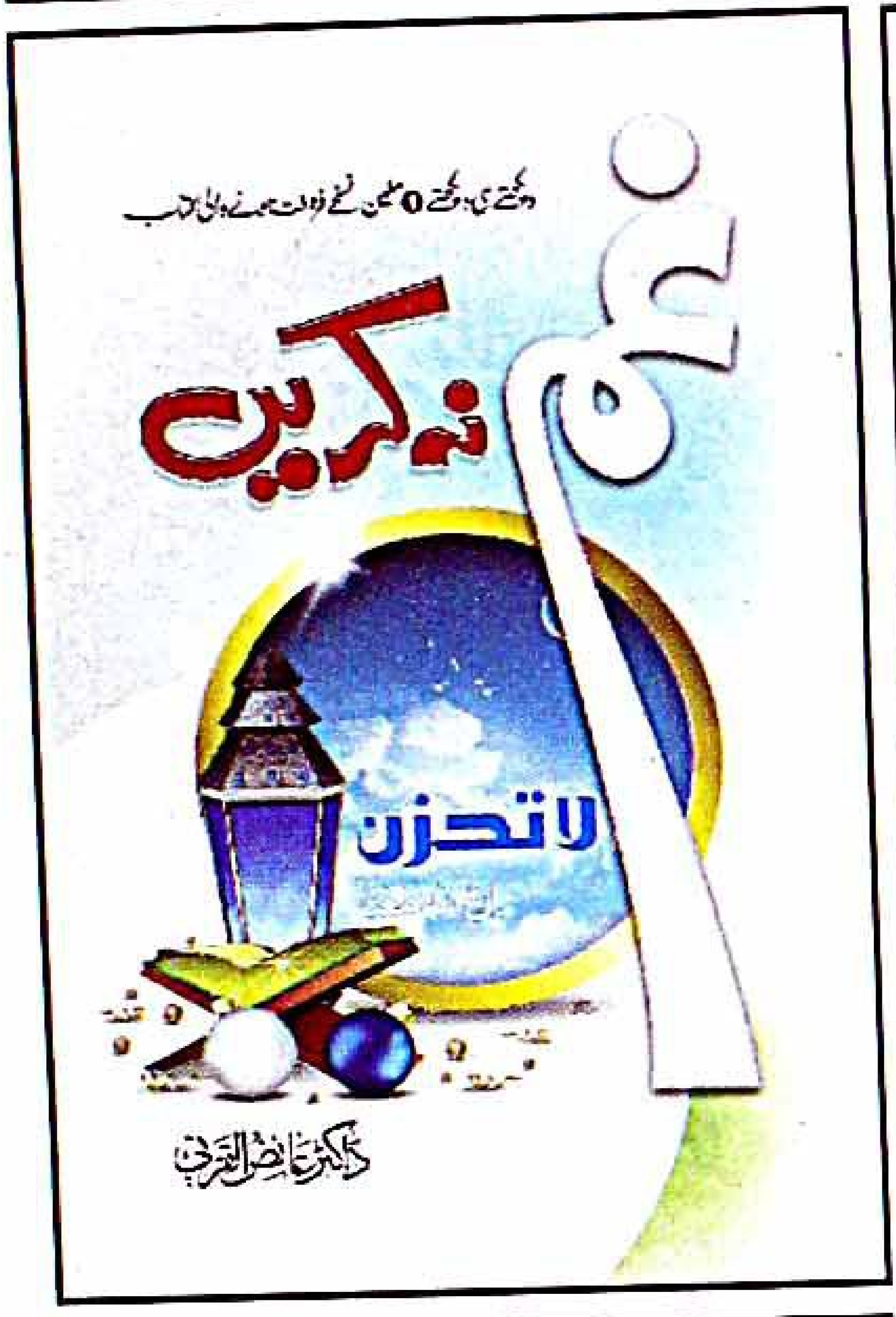

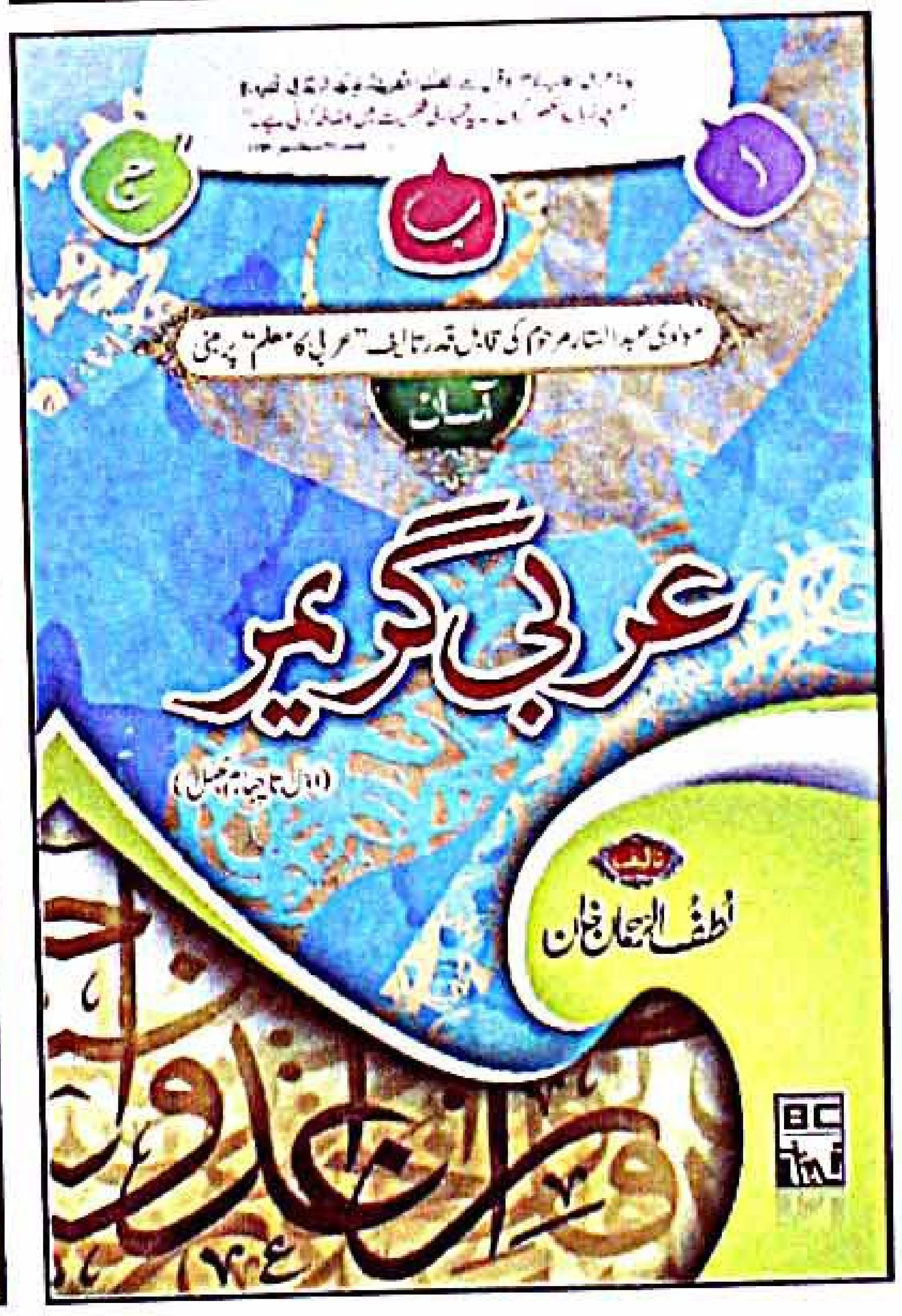

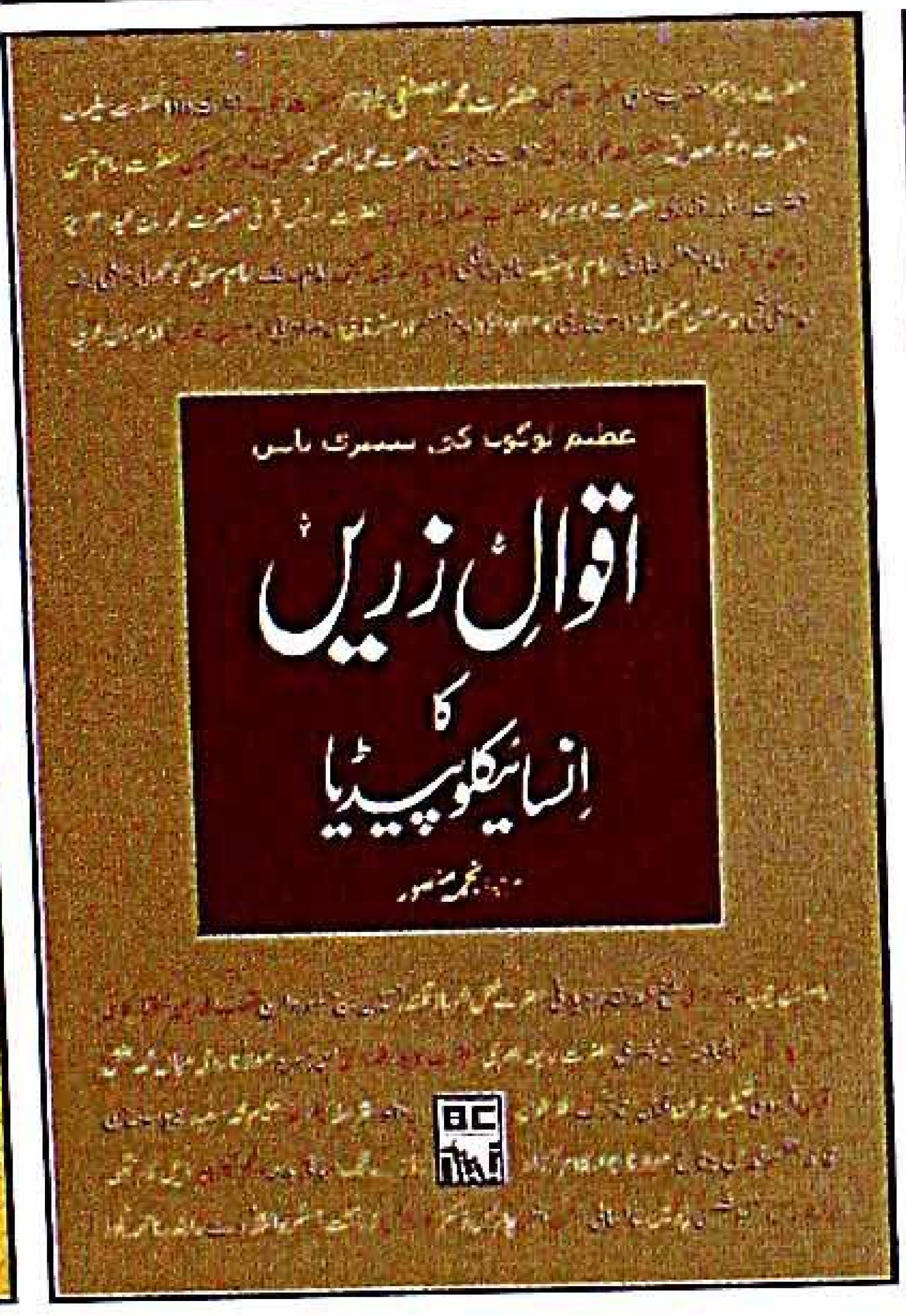

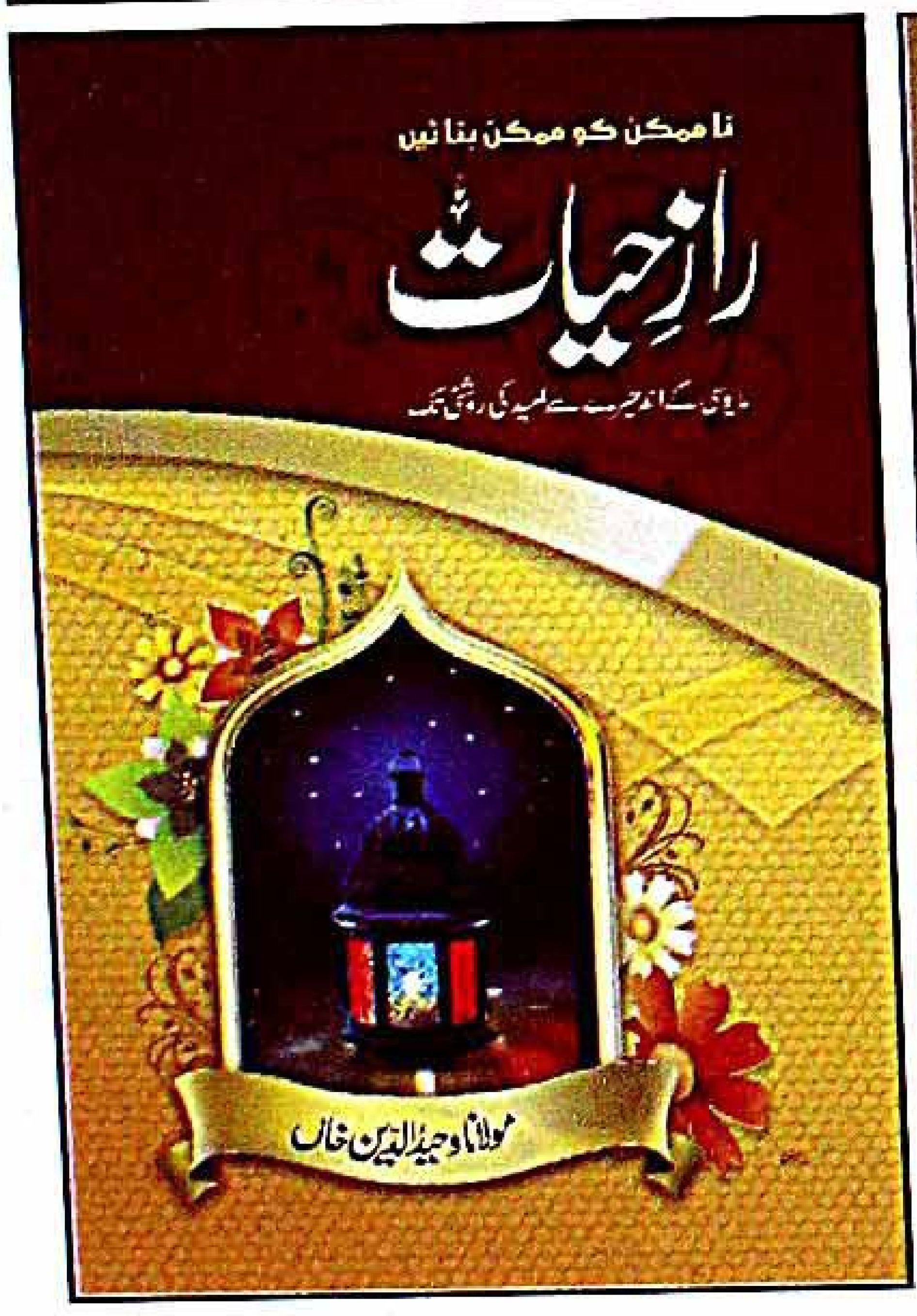

Find us on facebook. book corner showroom

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

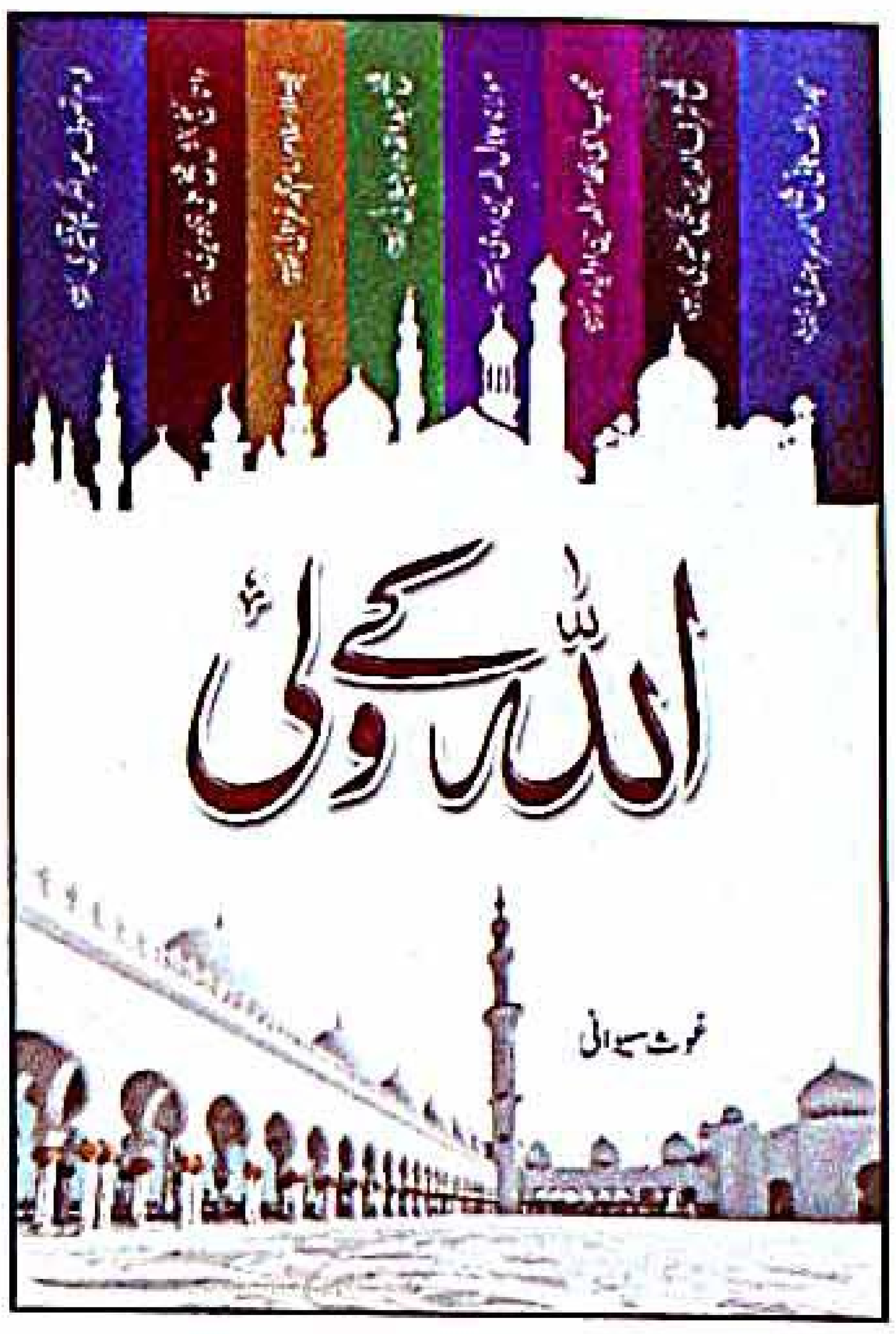

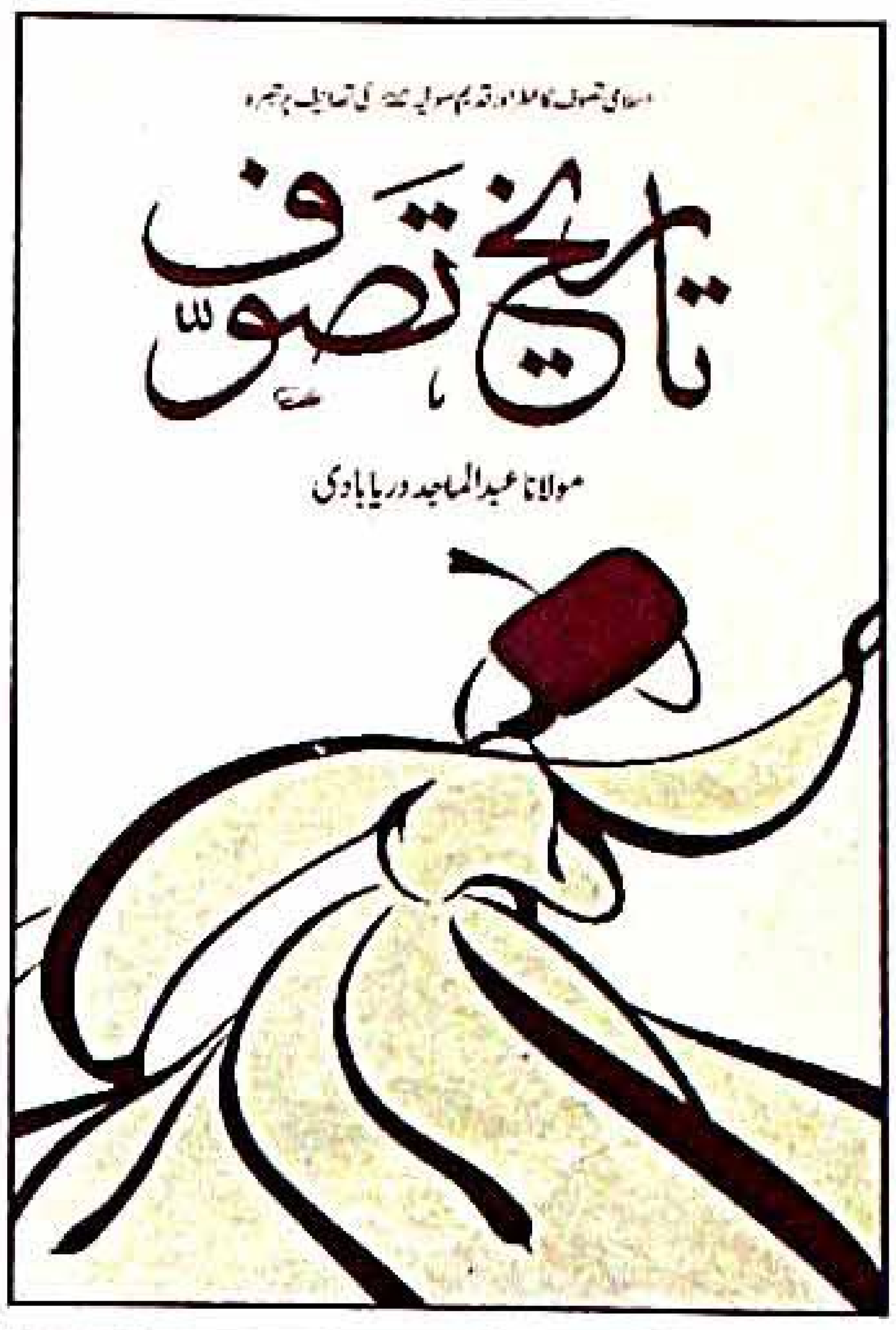

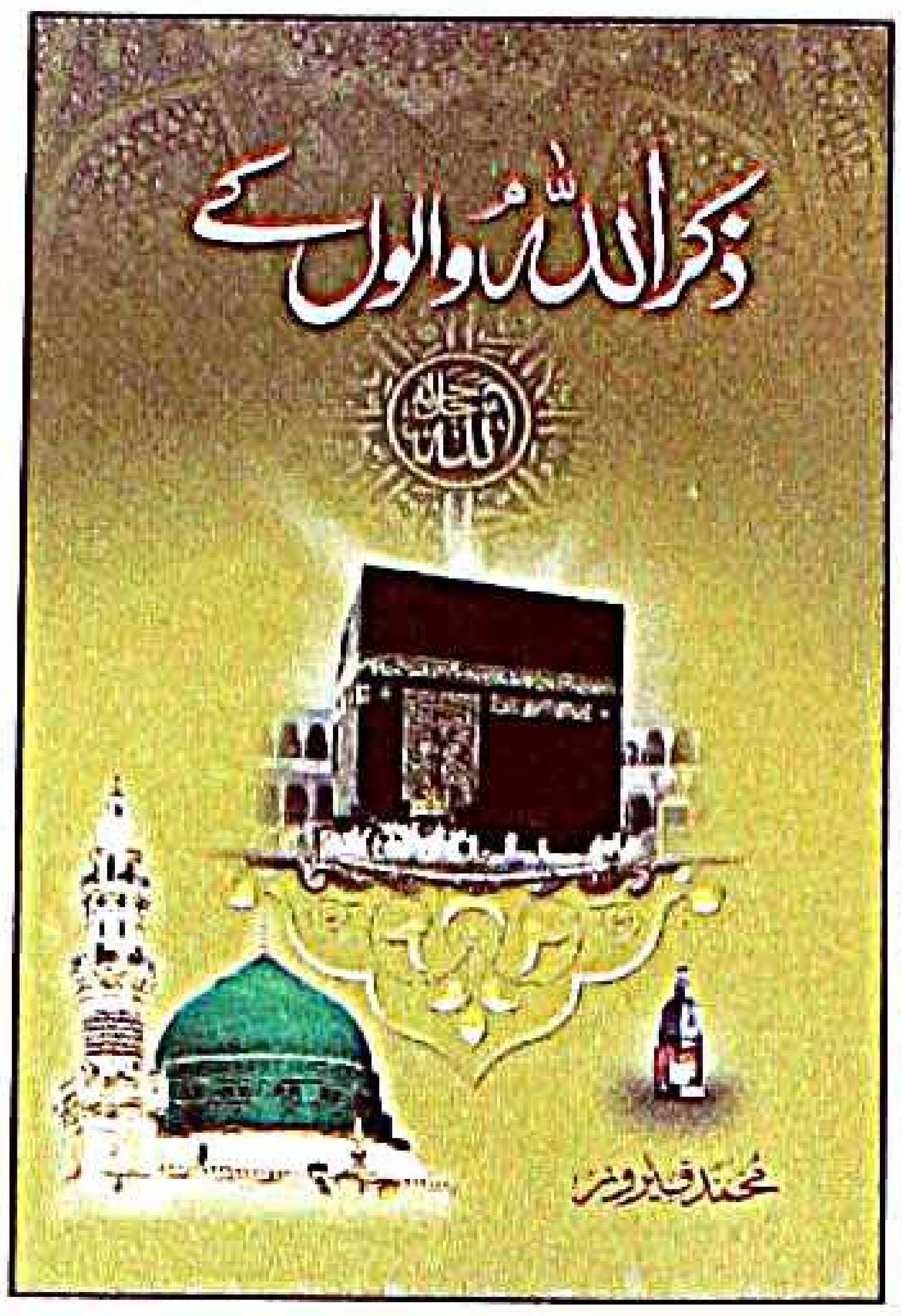

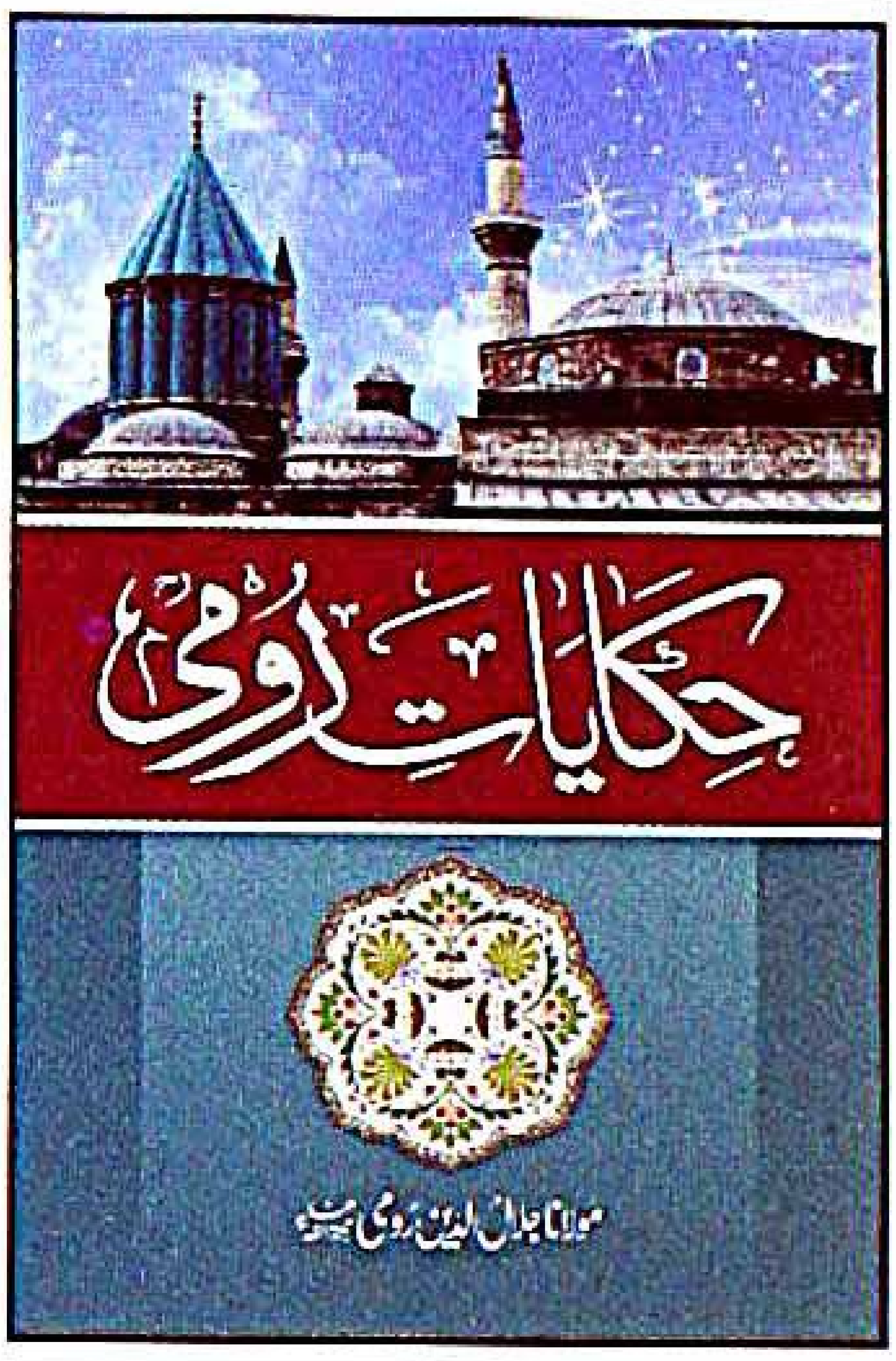

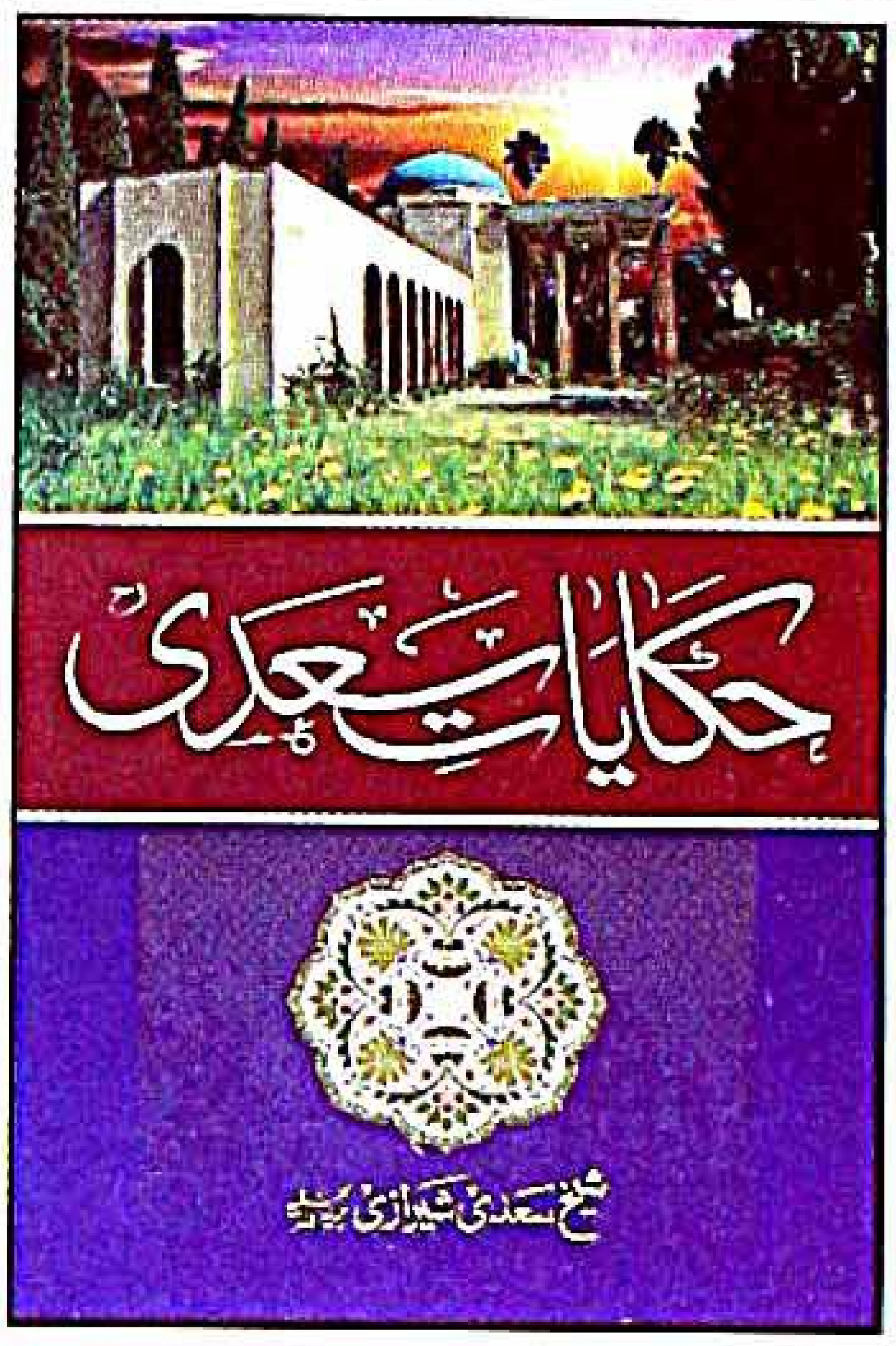

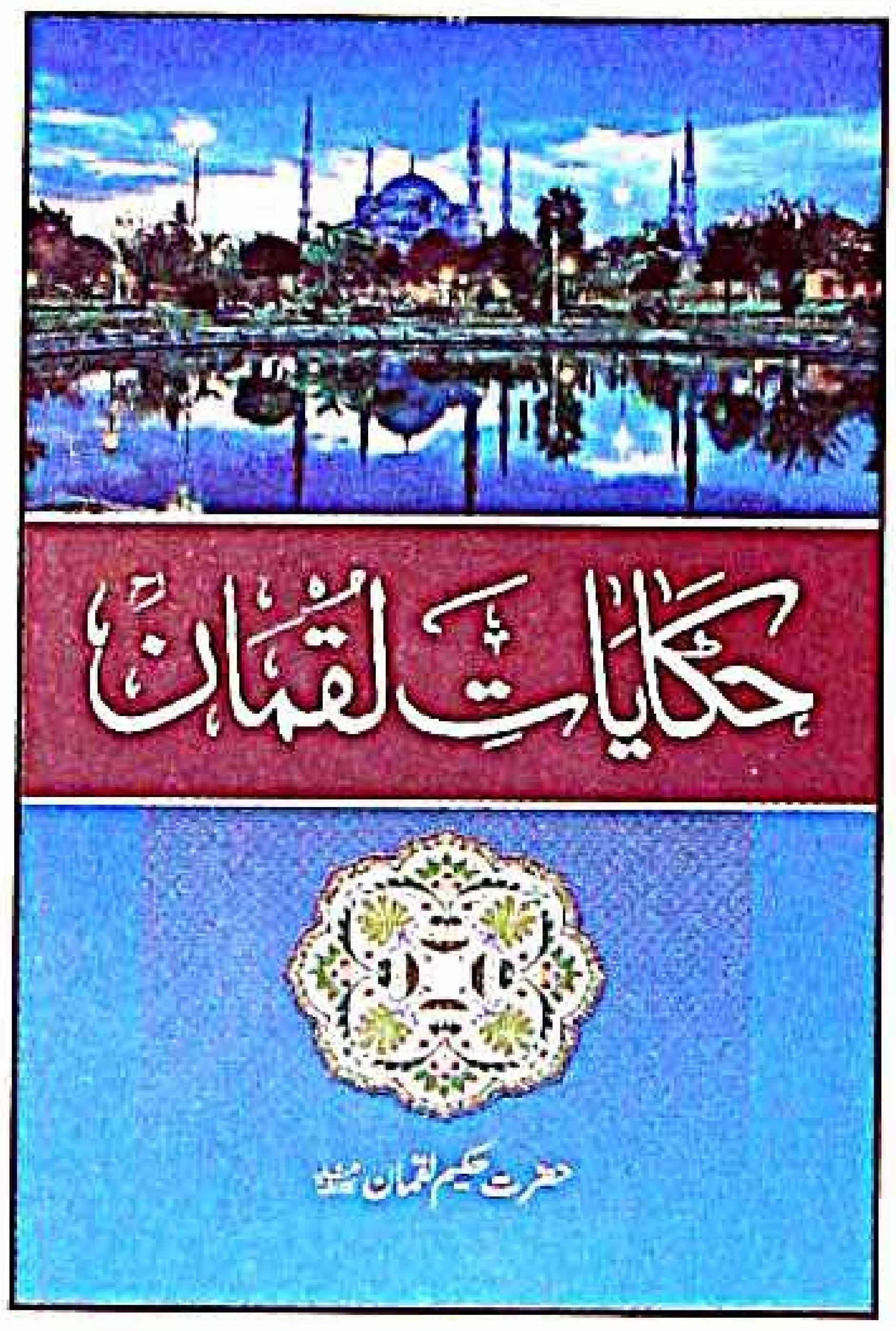

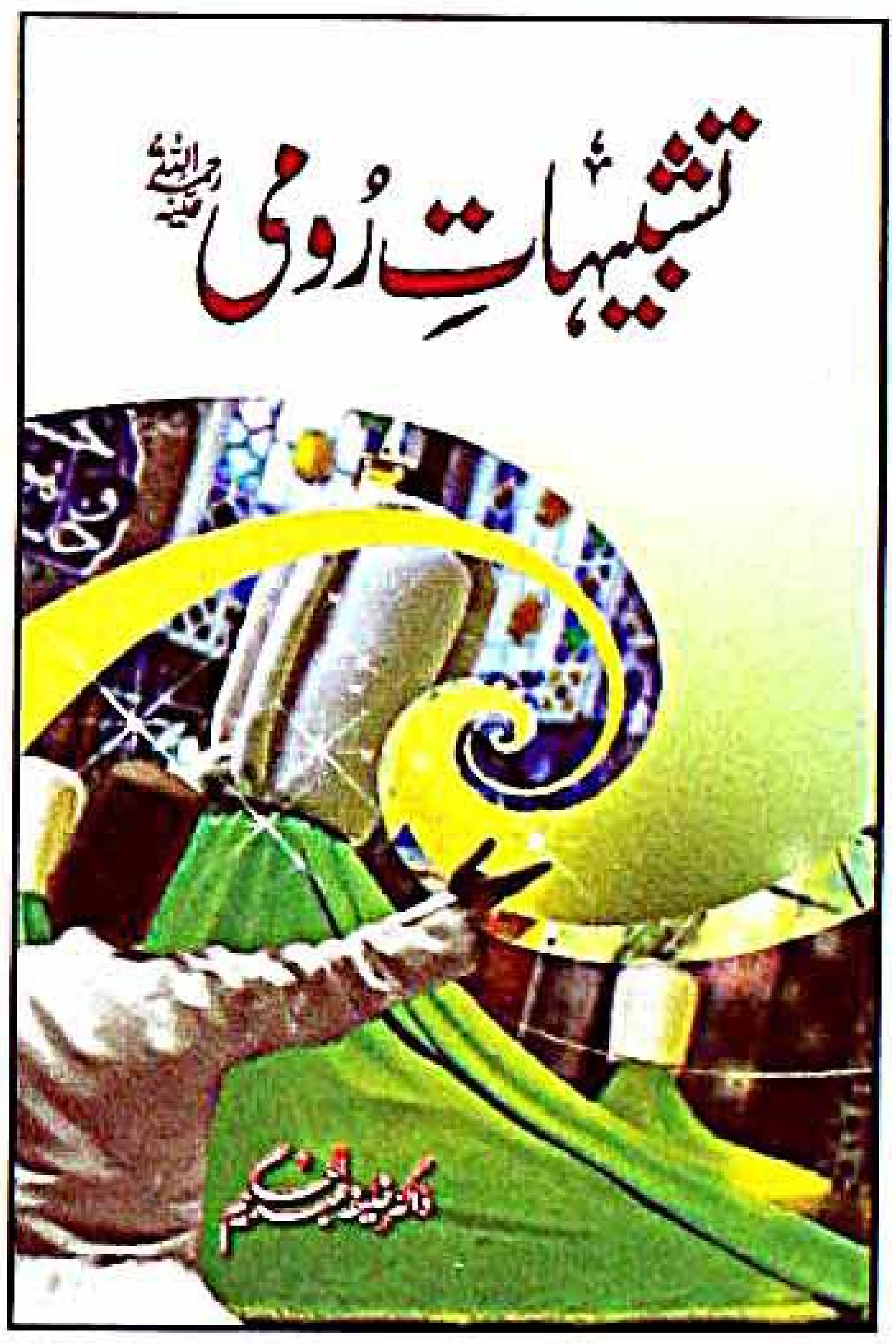

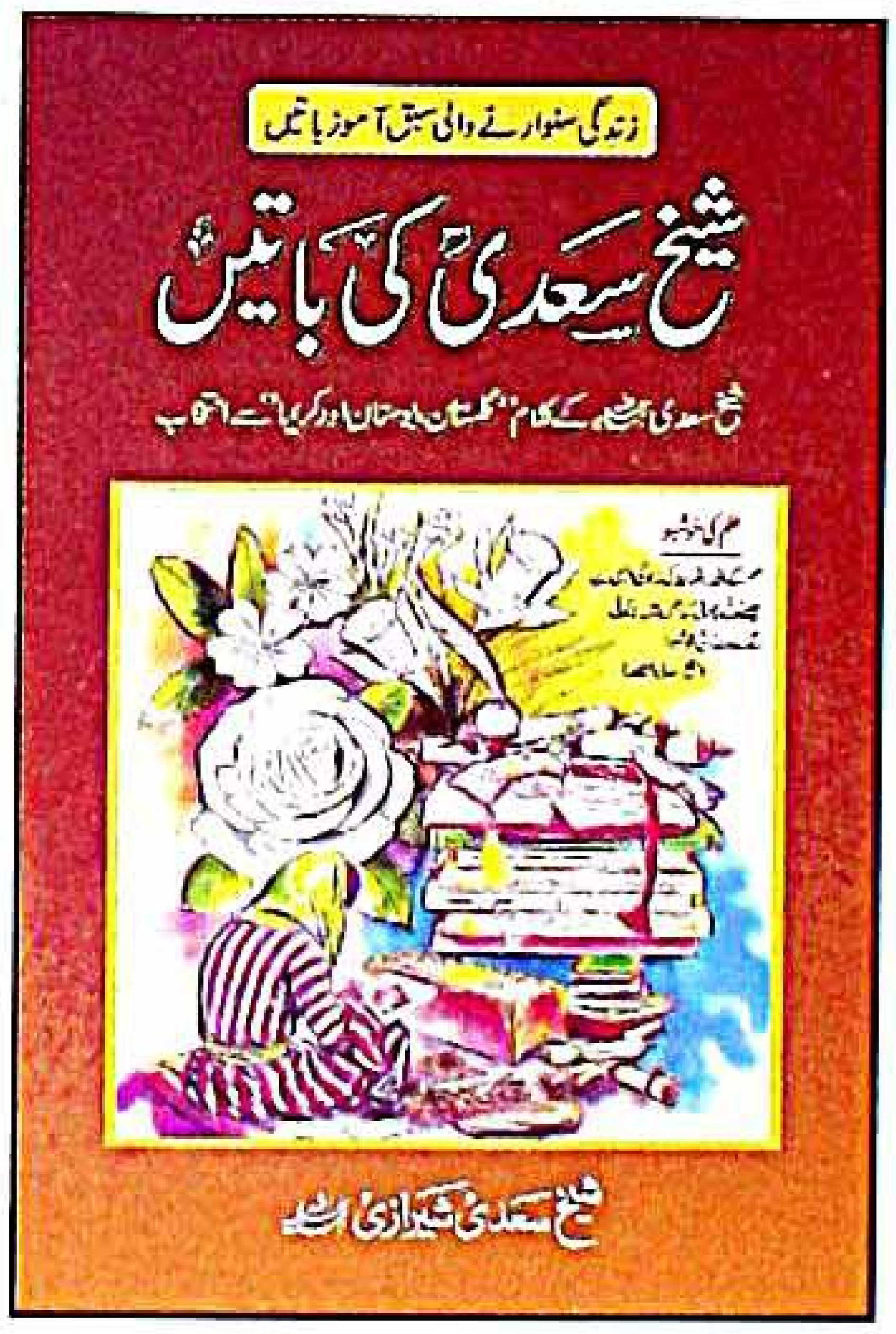

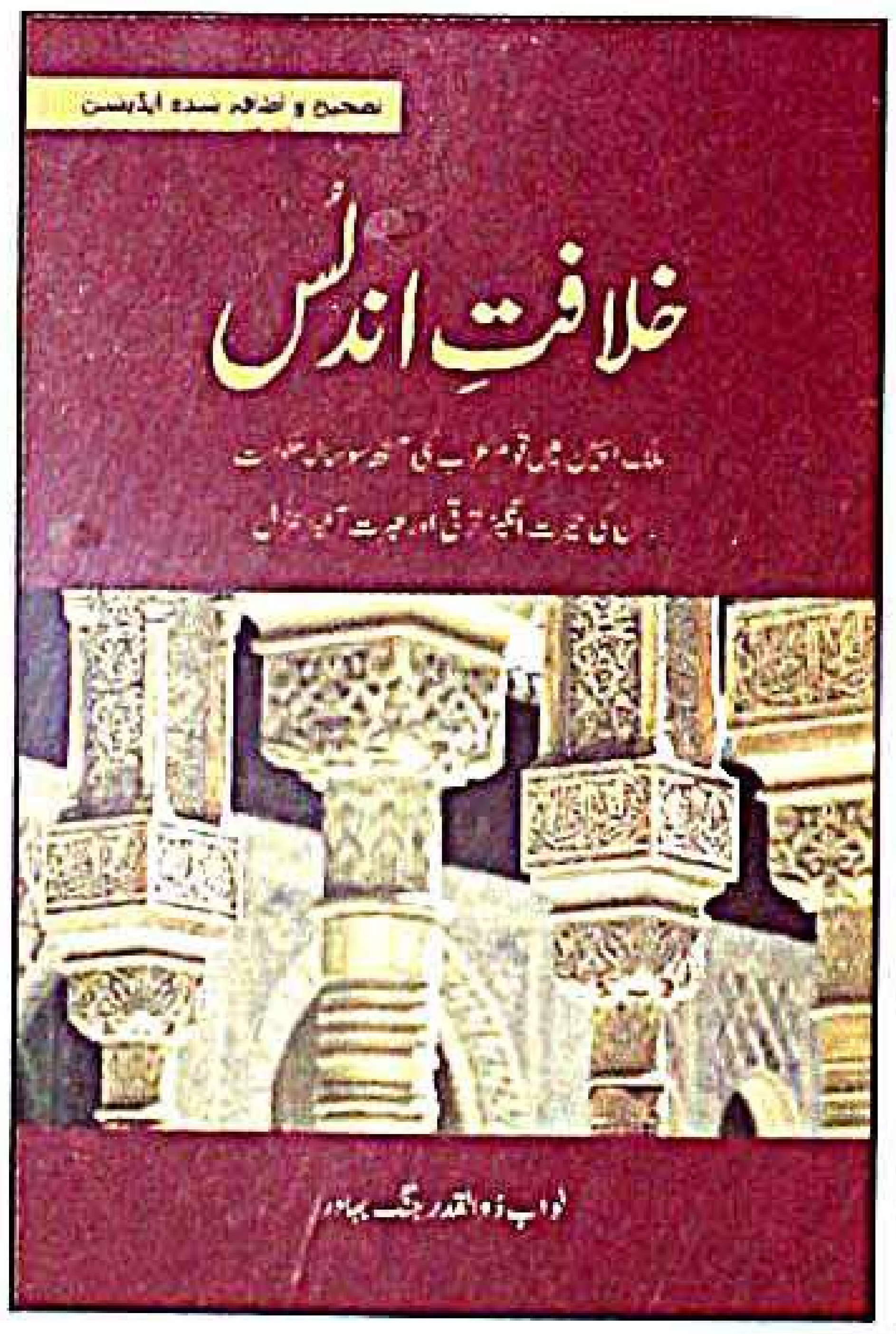

Find us on facebook. book corner showroom
WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

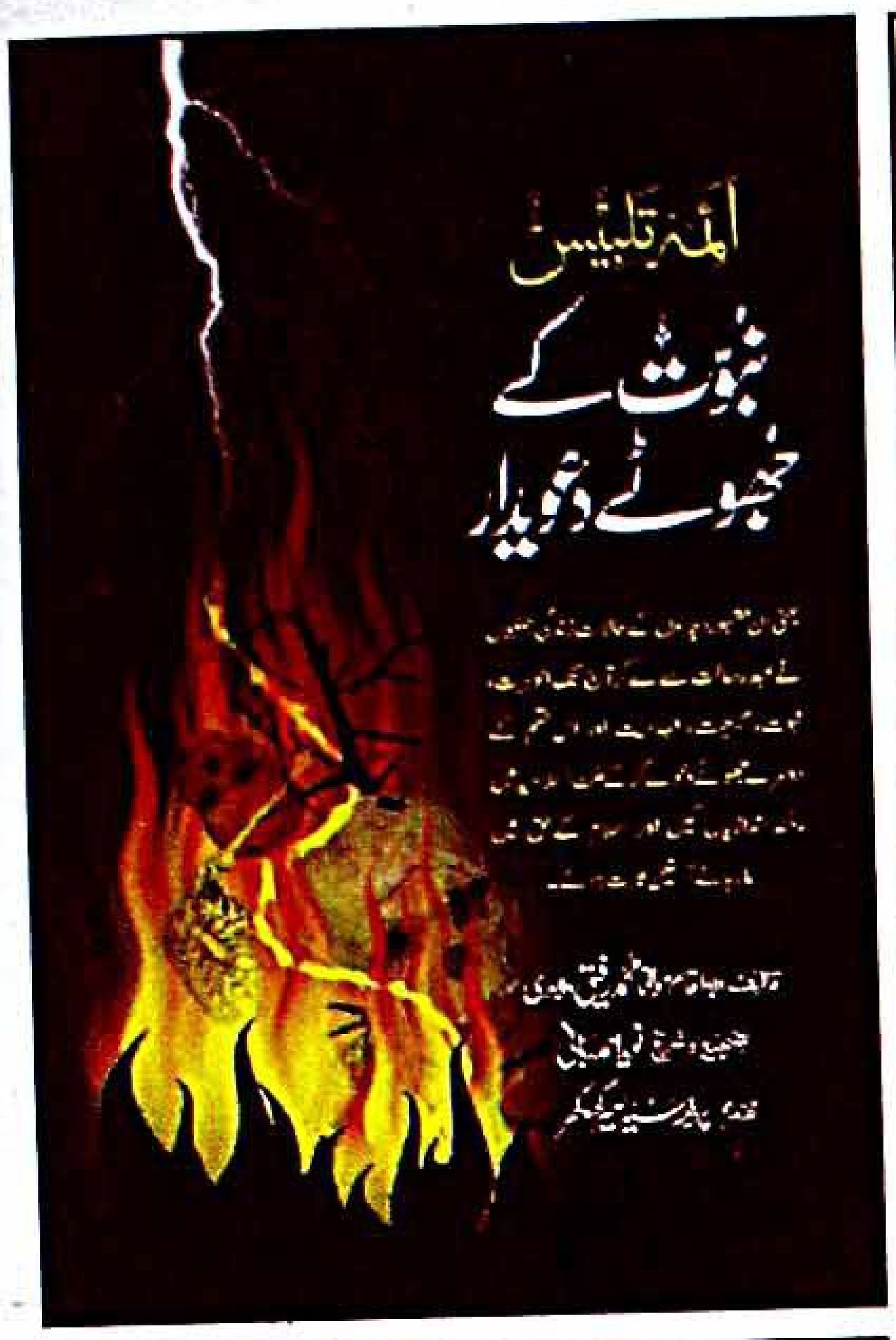

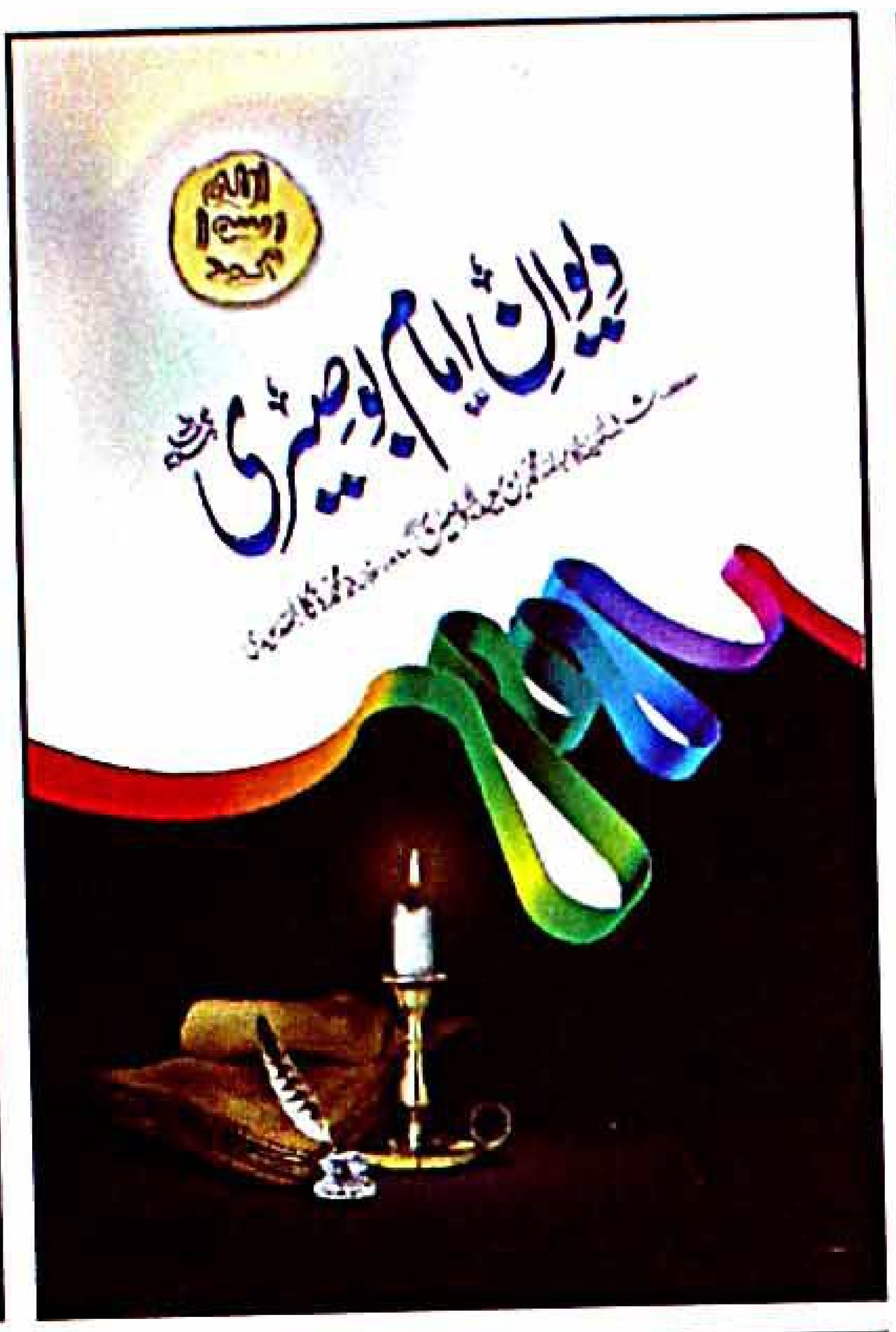

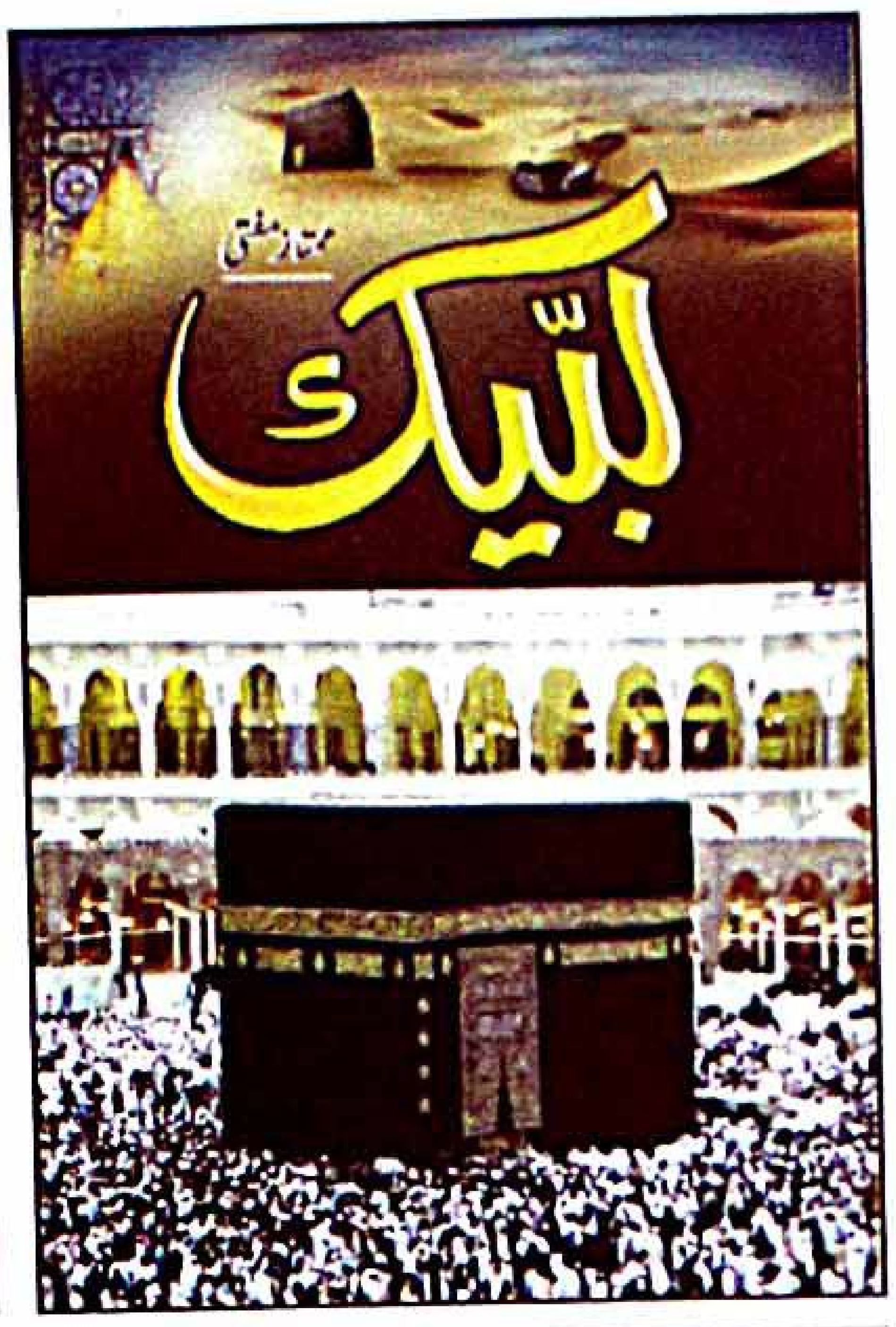

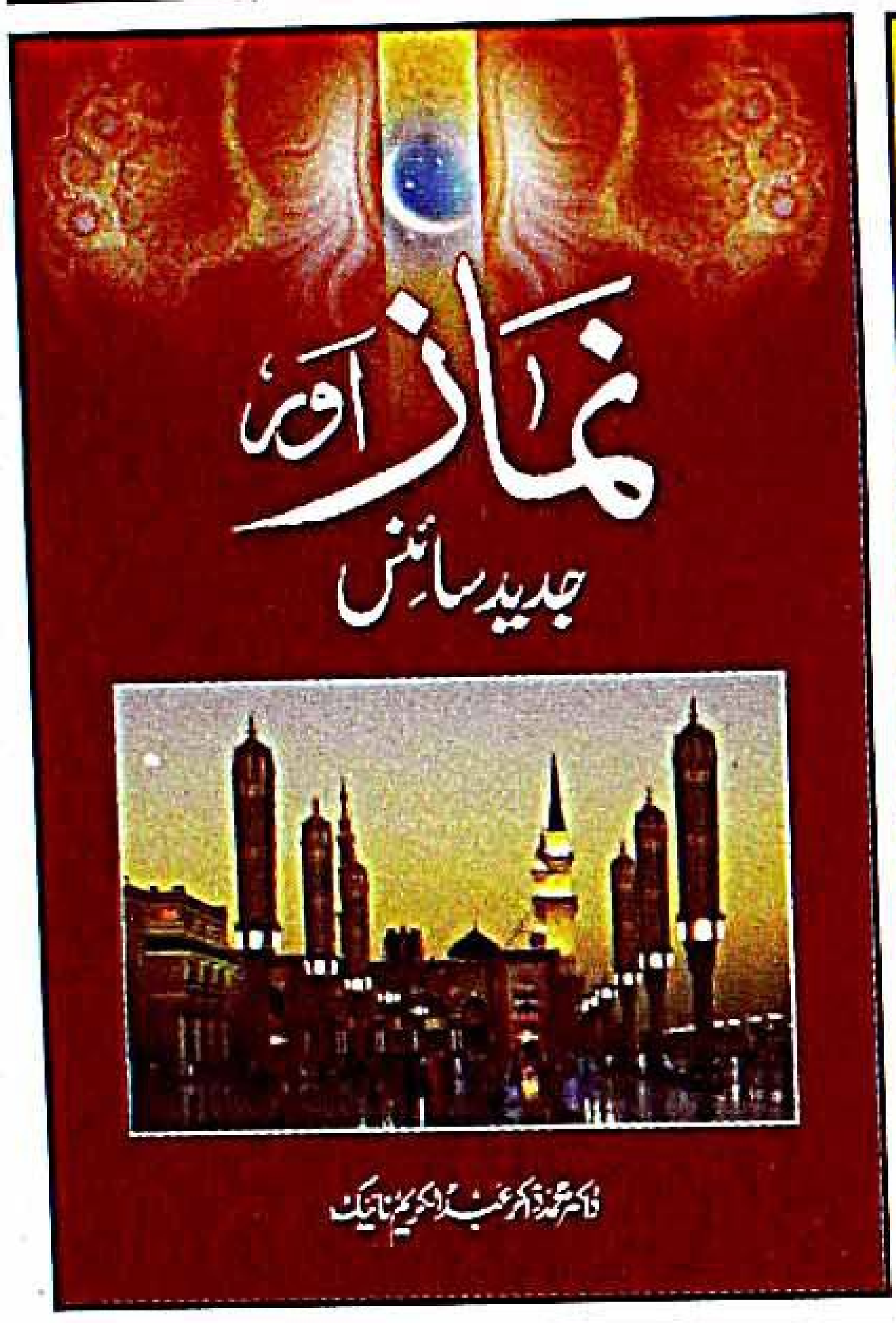

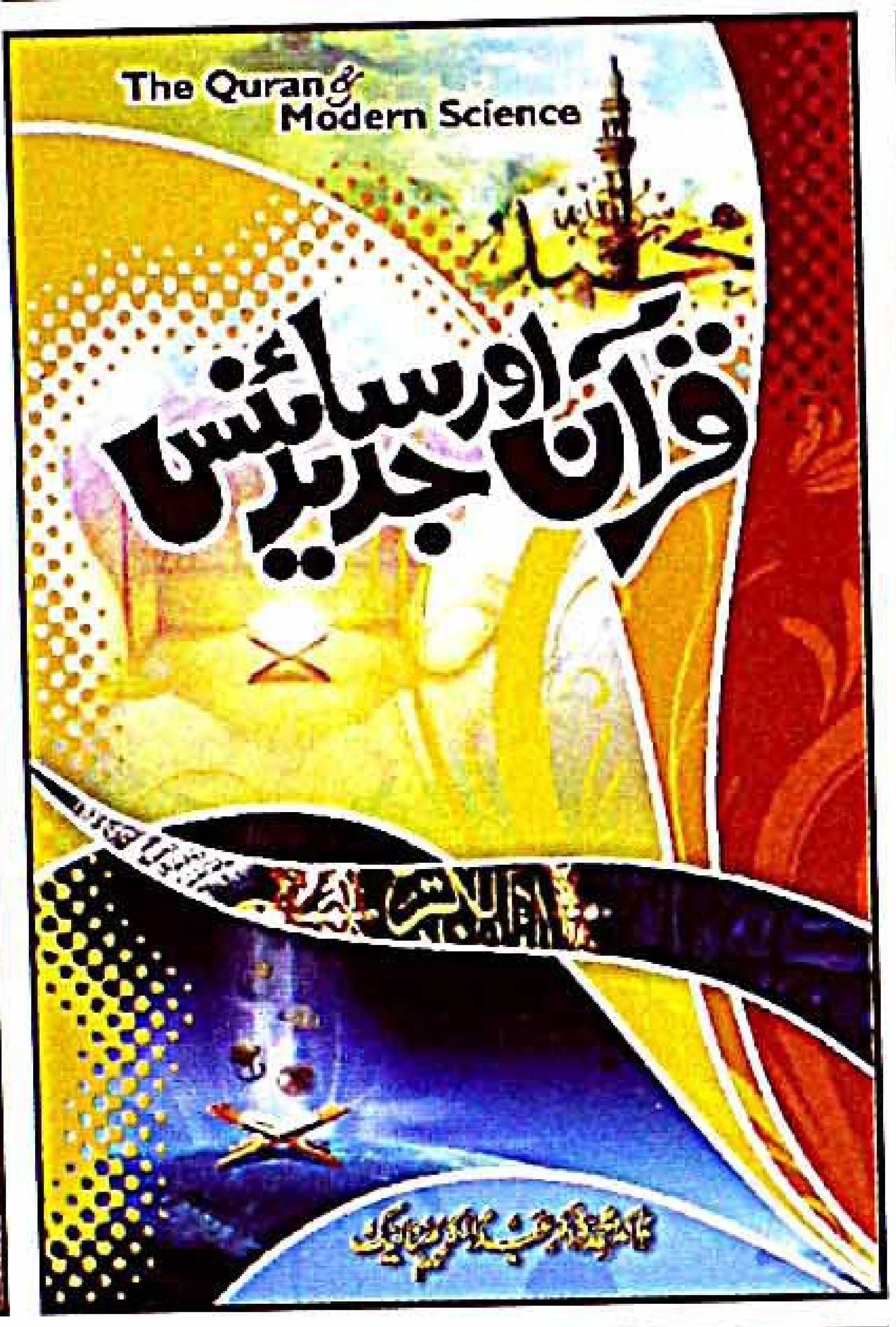

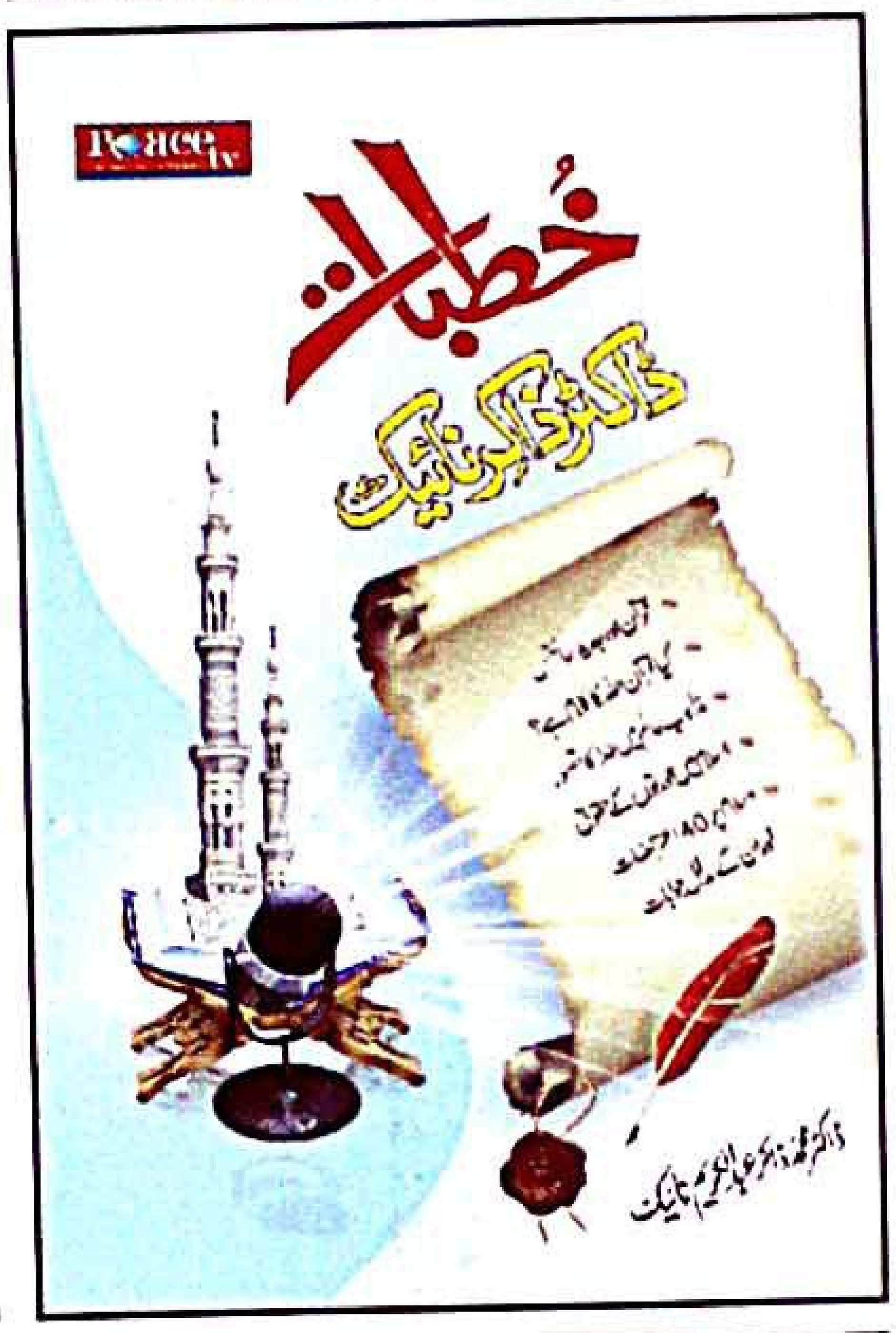

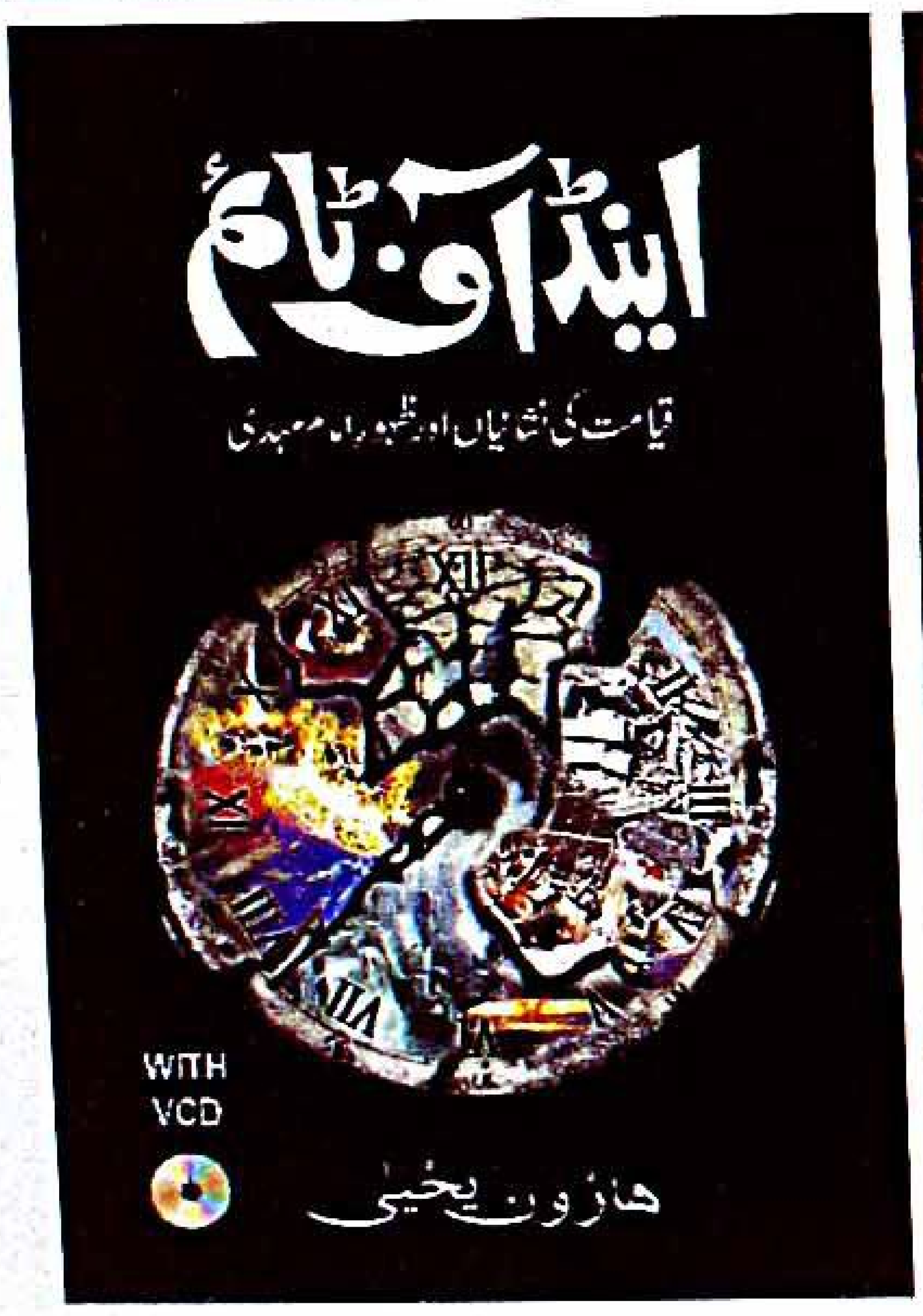

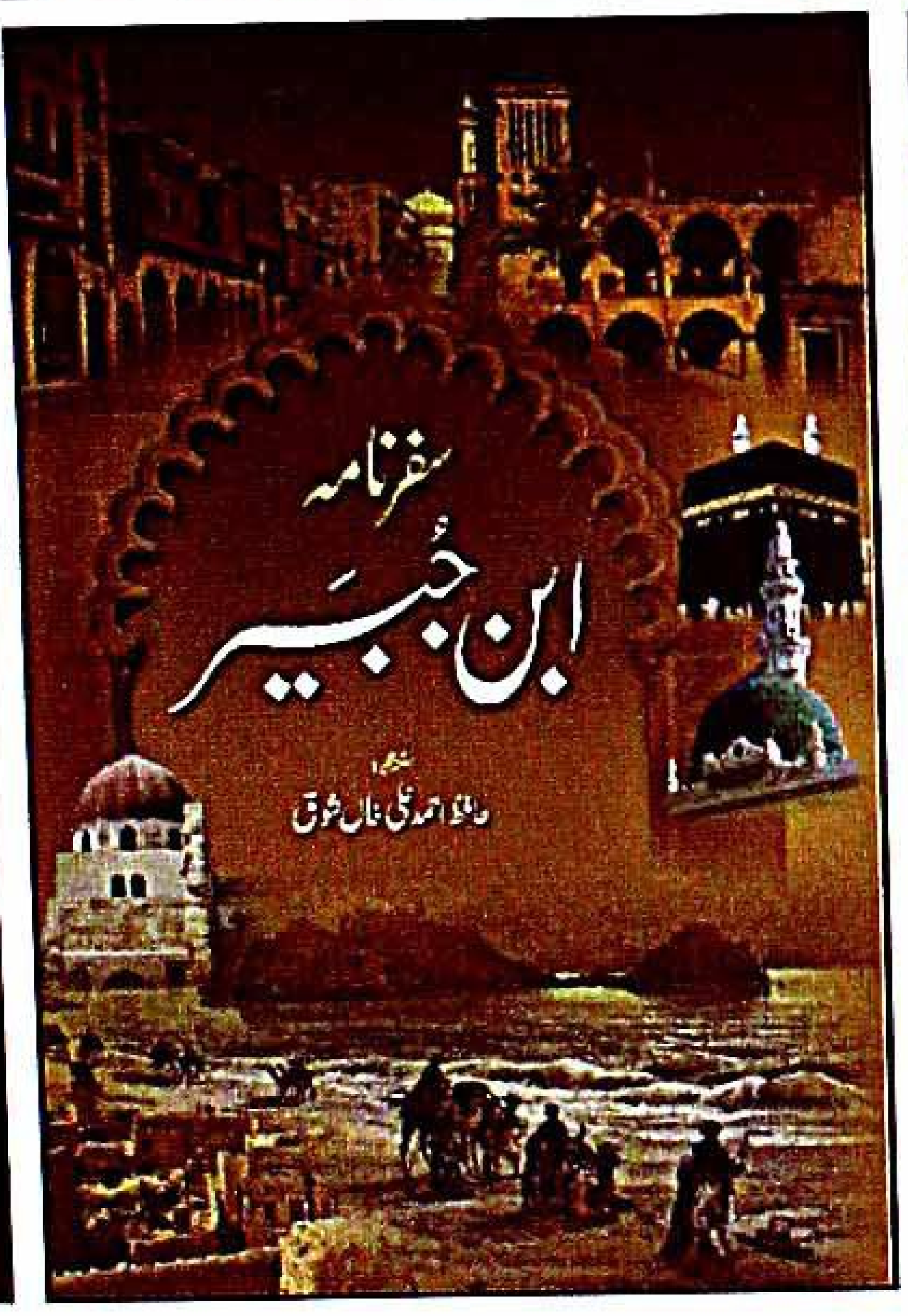

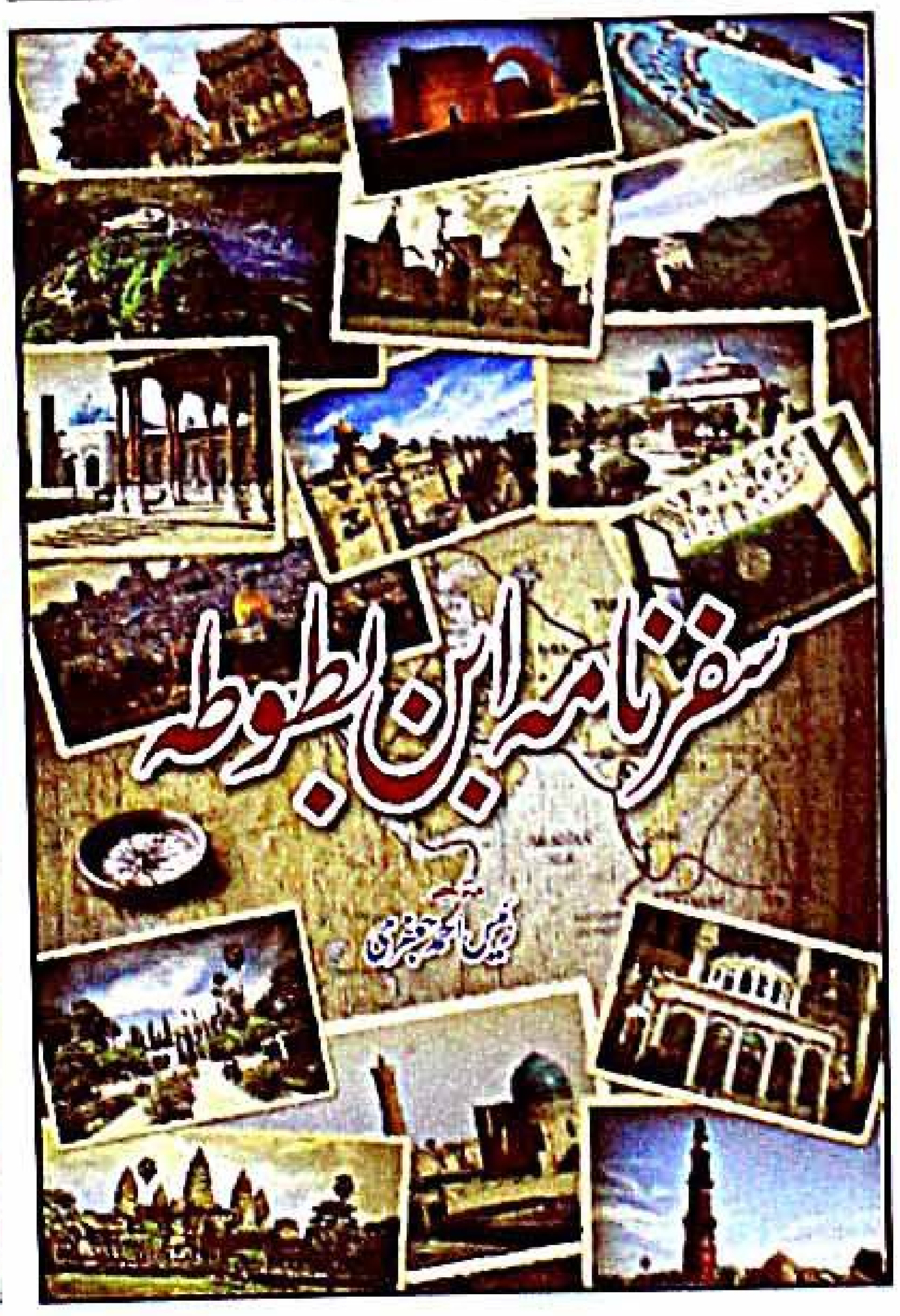

Find us on facebook. book corner showroom WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com